الدین الخالص

الدين الخالص

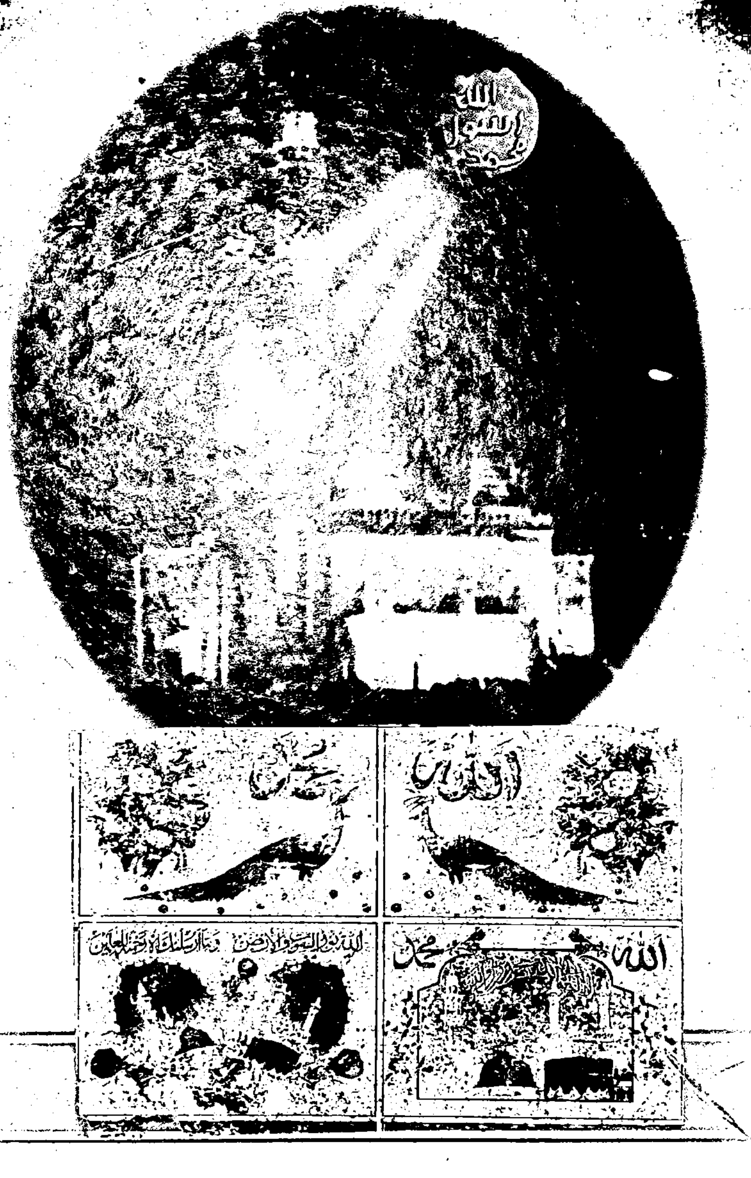

Scanned with Car

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ	3
باب اول آیات جہاد	14
باب دوم آیات قتال مرتدین	32
ربط آیات	33
تفسیر آیات	33
علمائے شیعہ کے نزدیک آیت کی تفسیر	37
چند الفاظ کی وضاحت	75
باب سوم آیات تطہیر	88
احکام کی تفصیل	95
شیعہ کی ایک تحقیق	99
ریاض الجنت	100
امہات المومنین کے متعلق شیعی روایات	104
حقوق والدین	106
کتاب الٰہی سے مذاق	107
قرآن کریم اور اہل بیت	113
حقیقت اور مجاز	116
اہل بیت	118
واحد جمع	121
شان نزول	123
شیعہ علماء کے بے بنیاد دعوے	126
معاش رسول ﷺ	132
ذریت رسول ﷺ	135
ایک بہانہ	144
بنات رسول ﷺ	146
تعداد بنات رسول ﷺ	151
بنات رسول کے نکاح کے متعلق چند غلط فہمیاں	166
ام کلثوم	174
ثبوت نکاح ام کلثوم	176
بھانت بھانت کی بولیاں	178
ام کلثوم دختر فاطمہ نہ تھی۔	178
ام کلثوم دختر صدیق اکبر تھی	179
حضرت عمر کا نکاح جنی سے ہوا	182
صحاح اربعہ اور ام کلثوم	188
انکار نکاح پر تبصرہ	191
وجہ نکاح ام کلثوم ہمراہ عمر فاروق	193
باب چہارم آیت استخلاف فی الارض	198
قول فیصل	201
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	204
حضرت علیؓ اور خلفائے ثلاثہ کی بیعت	218
چند تفسیری نکات اور فضیلت خلفائے ثلاثہ	229
تاریخی شہادت	234
لیستخلفنھم کی تفسیر اور واقعہ خندق	237
آیت استخلاف میں خلیفہ بنانے کی نسبت خدا کی طرف ہے	269
فضیلت شیخین اور حضرت علیؓ	279
باب پنجم آیت رضوان	283
باب ششم آیت اظہار دین	307

Scanned with Car

باب ہفتم آیت دعوت اعراب	312
باب ہشتم تفسیر آیت معیت	319
مرض وفات نبی ﷺ	332
فضائل شیخین بزبان آئمہ کرام	340
باب نہم آیت غار	335
چند الفاظ کی تشریح	364
چند نظائر	365
معیت باری	367
ایک علمی شبہ	369
باب دہم آیت مودت	370
چند نکات	374
چند مغالطے اور ان کی اصلاح	379
خلاصۃ المباحث	382

Scanned with Car

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات ہے۔اس کا بنیادی دستور اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید ہے اور اسکی مستند تفسیر اور اسکی عملی تعبیر قرآن پیش کرنے والے کے اقوال، افعال اور اسکی پسند و ناپسند کے بیان کا ذخیرہ احادیث ہے۔اور اس بنیاد پر جو عملی زندگی استوار ہوئی اس کا کامل نمونہ وہ معاشرہ ہے جو نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنی تئیس (23) سالہ نبوی زندگی میں تیار کر کے آنیوالے ادوار کے لئے روشنی کا مینار بنا کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔اور حضور اکرم ﷺ کے اس تربیت یافتہ معاشرہ کے متعلق ربّ علیم وخبیر نے نا قابل تغیر اور نا قابل ترمیم اعلان فرمادیا کہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔اس اعلان کا ماحصل یہ ہے کہ اسلام کے ضابطہء حیات کا کامل مستند اور عملی نمونہ وہی ہے جو اللہ کے آخری رسول ﷺ کے تربیت یافتہ معاشرہ نے تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا۔

اسلام کو جب بھی ایک نرا فلسفہ تصور کر کے اللہ کی کتاب کو اپنی تاویلات کا تختہء مشق بنایا گیا تو خیالات و افکار کا ایک وسیع میدان چشم تماشا کے سامنے آ گیا۔مگر اس میدان میں ایسے ایسے اور اتنے جھاڑ جھنکار اُگے کہ قدم قدم پر مسافر کا دامن ان کانٹوں سے الجھ کر رہ گیا۔اور منزل آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔

Scanned with Car

اس کتاب میں کتاب الٰہی کے بعض حصوں کی مستند علمی اور عملی تفسیر پیش کر کے خالص دین کی وہ صورت پیش کی گئی ہے جسمیں کسی غل وغش کی گنجائش نہیں رہنے دیگئی۔

قاعدہ ہے کہ نور اور روشنی کا بیان ہو تو تاریکی اور ظلمت کا ذکر ضمناً آہی جاتا ہے۔ جب کسی شاہراہ کی نشاندہی کی جائے تو دائیں بائیں پھوٹنے والی پگڈنڈیوں سے آگاہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ جہاں کوئی راہرو شاہراہ سے غلط سمت مڑنے لگے تو وہاں خطرے کا نشان نصب کر دیا جاتا ہے مگر اس سارے عمل میں انسانیت کی خیر خواہی کا جذبہ ہی کار فرما ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف اسلئے کیا جاتا ہے کہ ہادیء برحق کا ارشاد ہے "اَلدِّیۡنُ النَّصِیۡحَہ" یعنی اصل دین تو نام ہی دوسروں کی خیر خواہی ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں یہاں وہاں ایسے خطرناک موڑوں کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں سے انسانیت کا قافلہ غلط سمت کو مڑتا رہا۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان جب بھی کوئی غلط روش اختیار کرے اسکی بنیاد بدنیتی ہی ہو، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان نہایت بھولے پن سے کسی غلط راستے کو اصل شاہراہ ہی سمجھ لیتا ہے۔ لیکن انسان جانتے بوجھتے ہوئے یا بھولے پن سے زہر کی پڑیا نگل لے تو نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اسلئے جب کوئی جاننے والا شخص زہر کی شیشی پر "Poison" کا لیبل لگا دے تو اس کا احسانمند ہونا شرف آدمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اگر کوئی لغزش ہوگئی ہو تو معاف فرمائے اور برادرانِ اسلام کو حق شناسی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مرتب)

Scanned with Car

مقدمہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس کتاب کے لکھنے کا محرک روحانی طور پر فقیر کے قلب پر اس حقیقت کا ورود ہے جس سے اس امر کی طرف متوجہ کیا گیا کہ ایک کتاب لکھوں۔

(۱) جس میں مذہب اہل سنت والجماعت کی حقانیت کو قرآن کریم کی ظاہر نصوص قطعیہ سے ثابت کروں۔

(۲) اور جو مسئلہ بیان کیا جائے وہ آیت قرآنی کا مدلول مطابقی ہو۔

(۳) اس مدلول پر آیت قرآنی دال ہونے میں کسی حدیث کی محتاج نہ ہو کیونکہ آیت قرآنی اگر اس مدلول پر دلالت کرنے میں محتاج حدیث ہوگی تو وہ مدلول ظنی ہو جائے گا۔

(۴) استدلال تو ظاہر قرآن سے ہوگا ہاں جو حدیث آیت قرآنی کی موید ہوگی اس کی تائید میں ضرور پیش کی جائے گی۔ استدلال مدعا آیت سے ہی ہوگا۔

یہ محرک بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کے ماخذ دو ہیں۔

Scanned with Car

قرآن اور سنت جس کی تفصیل ذخیرہ احادیث میں ہی ملتی ہے۔ مگر روایات کے متعلق اہل سنت اور شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ یہ قطعی نہیں۔ بلکہ ظنّی ہیں بغیر متواترات کے۔ حتیٰ کہ اہلِ سنت کے نزدیک حدیث کی معتبر ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ اہلِ سنت اور شیعہ کے نزدیک اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی فریقین کی کتب امہات حدیث کا انکار کردے تو صرف اس بناء پر اس کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیتے۔ مگر قرآن کریم دونوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ گو شیعہ نے اس اطلاق میں ایک قید لگا کر اسے مشکوک اور محرف تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کے سوا چارہ نہیں کہ استدلال کے لئے اس قرآن کو چھوڑ کر کسی اور قرآن کا رخ کریں اس لئے ضروری ہے کہ اسی متفق علیہ معیار پر اہل سنت کے مذہب کو پرکھا جائے۔ اور قرآن کریم کی ظاہر نصوص قطعیہ سے مذہب اہلِ سنت کی حقانیت ثابت کی جائے۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ علماء کا طریقہ بلکہ عادت ہے کہ وعظ و مناظرہ میں آیت قرآنی کی تلاوت تو کر دیتے ہیں یا کوئی تصنیف ہو تو لکھ دیتے ہیں۔ مگر استدلال کسی موضوع یا ضعیف حدیث سے کرتے ہیں۔ میں نے اپنی پوری مناظرانہ زندگی میں دیکھا ہے کہ یہ حضرات اپنا کوئی مسئلہ ظاہر نصوص سے ثابت نہیں کر سکتے جب تک کسی موضوع یا ضعیف حدیث کا سہارا نہ لیں۔ اس بناء پر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اہل السنت کی حقانیت ظاہر نصوص قطعیہ سے ثابت کی جائے تا کہ اس سلسلے میں کسی قسم کے شک و شبہ یا تردّد کی گنجائش نہ رہنے پائے۔

قرآن مجید کو مذہب کی حقانیت کی بنیاد قرار دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ خود قرآن مجید کو مُنَزَّلُ مِنَ اللّٰہ محفوظ غیر متبدل اور کامل تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر یہ عقیدہ بعض کے نزدیک بجائے خود قابل غور ہے۔ کیونکہ نزول قرآن کا زمانہ ہم سے صدیوں پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا ہم تاریخی پس منظر میں اس حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا اور نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ منظر دیکھنے والے تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اول مشرکین عرب جو اپنی جہالت، بت

Scanned with Car

پرستی، شرک اور جاہلی عصبیت کی بنا پر یہ منظر بھی دیکھنا گوارا نہ کر سکے اور حضور ﷺ کی جان لینے کی فکر میں رہے۔ اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ لوگ اسلام اور قرآن کے متعلق حق وانصاف کی کوئی بات کہہ سکیں۔ دوم اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ یہ لوگ اس منظر کے منتظر تھے مگر ان کی توقعات کے برعکس جب بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کے چکر میں پھنسے تو یہ نسلی عصبیت انہیں حق کے قبول کرنے اور حق کا اظہار کرنے میں رکاوٹ بن گئی۔ چنانچہ انہوں نے دین اسلام اور قرآن کے متعلق جو زہر پھیلایا اس کے نمونے آج بھی مستشرقین کی تصانیف میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا اس گروہ سے بھی حق وانصاف کی توقع رکھنا عبث ہے۔

تیسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضور ﷺ کی دعوت قبول کی، حق کو قبول کیا۔ اور حق کی خاطر اُن سب چیزوں کی قربانی پیش کر کے دکھادی۔ جو انسان کو کسی درجے میں عزیز اور محبوب ہو سکتی ہیں۔ اور یہ مہاجرین وانصار کی جماعت تھی۔ یہ لوگ قرآن مجید کے نزول اس کی تدوین اس کی حفاظت کے عینی شاہد ہیں اور شاہد عادل ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے دعوائے نبوت اور قرآن مجید کو کامل اور محفوظ کتاب اللہ العزیز تسلیم کرنے کے لئے لازمی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو صادق، ایماندار، امین اور خادم اسلام تسلیم کیا جائے۔ اور اگر ان چشم دید گواہوں کو معاذ اللہ جھوٹے یا مجروح تسلیم کیا جائے تو نبوت اور قرآن پر ایمان لانے کے لئے کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی۔ جس دعویٰ کے عینی شاہد ہی جھوٹے ہوں وہ دعویٰ کب ثابت ہوسکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ لسانِ نبوت ہیں۔ ان کے مجروح ہونے سے نبوت کی زبان کٹ جاتی ہے اور نبوت بیان کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نجوم ہدایت قرار دیا ہے۔

اس لئے اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے براہ راست شاگرد صحابہ کرامؓ حقیقی مومن، صادق القول، امین اور اسلام کے سچے خادم اور حضور ﷺ کے جانثار غلام تھے۔ اگر اس واسطے کو درمیان سے ہٹا دیں تو دلائل نبوت گئے، تعلیمات نبوت غائب، معجزاتِ

Scanned with Car

نبوت محض افسانہ بن جائیں گے۔اس مقام پر بعض حضرات کی طرف سے اس عقدے کا ایک حل پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے تین چار ساتھی موقع کے گواہ موجود ہیں اور حضرت علیؓ تو امام معصوم ہیں۔لہٰذا یہی ایک گواہ کافی ہیں۔

یہ حل بظاہر بڑا خوش آئند معلوم ہوتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ ان حضرات نے ہی ایک اور پہلو سے اسے پیچیدہ بنادیا ہے وہ یوں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی صحابہ کرامؓ کی جماعت دو حصوں میں بٹ گئی۔ایک طرف ایک لاکھ اور کئی ہزار کی تعداد تھی۔جو خلفائے ثلاثہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔یہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے۔اور نفاق کے پردے میں اسلام سے وابستہ رہے۔اور دوسری طرف حضرت علیؓ، مقداد، سلمان، بوذرؓ رہ گئے جو اسلام کے سچے وفادار رہے مگر کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے اسلام کا اظہار نہ کر سکے اور تقیہ کی آڑ میں عمریں گزار دیں۔خود حضرت علیؓ نے 24 برس تک اصحابِ ثلاثہ کے پیچھے پابندی سے نماز پڑھی ان کی بیعت کی۔جن کے متعلق یہ حضرات کہتے ہیں کہ وہ منافق تھے۔نتیجہ یہ نکلا کہ گو صحابہؓ دو حصوں میں بٹ تو گئے مگر دونوں گروہ جھوٹے تھے۔ہاں ایک گروہ کے جھوٹ کا نام نفاق ہے دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ ہے۔اس بات کو چھوڑیئے کہ اس عقیدہ سے نبی کریم ﷺ کی توہین کسقدر ہوتی ہے۔اس حقیقت پر غور کیجئے کہ جب حضرت علیؓ عمر بھر اپنے دین کے بارے میں ڈر کے مارے کوئی سچی بات زبان سے نہ نکال سکے،تو قرآن مجید کے متعلق ان کی شہادت کا وزن کیا رہا۔اور اس کی قدر و قیمت کیا باقی رہی۔خلاصہ یہ کہ دین نقل ہے اور نقل کی صداقت موقوف ہے۔منقول عنہ کی صداقت پر۔اگر منقول عنہ جھوٹا نا قابلِ اعتبار تو نقل جھوٹ محض اور نا قابلِ التفات اس لئے اگر صحابہ کرامؓ جھوٹے تو جو دین ان سے نقل ہو کے آیا وہ بھی جھوٹا ثابت ہوا۔اس بناء پر اہل السنت صحابہ کرامؓ کی محبت اور اقتدا کو دین کی بنیاد سمجھتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت اور اثر آفرینی اور صحابہ کرامؓ کی قلب ماہیت اور اثر پذیری کو دیکھ کر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب میں فرمایا کہ:۔

Scanned with Car

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا. اور فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.

اور ایک عارف نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

دُرفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا   دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے   کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار میں جو تبدیلی آئی، بلکہ جو انقلاب آیا۔ اس کا اثر زندگی کے ہر شعبے پر پڑا۔ عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق غرض زندگی کے ہر پہلو میں ایسی خوشگوار اور معیاری تبدیلی آئی کہ یہ لوگ تہذیب و تمدن میں بھی اقوامِ عالم کی امامت کے منصب پر فائز ہو گئے۔

جہاں تک اسلام کے لئے قربانی دینے جذبہء جہاد اور حضور اکرم ﷺ کی ذات سے والہانہ محبت کا تعلق ہے اس کی ایک مثال عروہ بن مسعود ثقفی کی وہ رپورٹ ہے جو اس نے حدیبیہ سے واپسی پر قریش کے سامنے پیش کی تھی۔ خیالات اس کے ہیں جو اسلام کی حقانیت کا قائل نہیں تھا۔ اور الفاظ اس کے ہیں جو ان حضرات کا نمائندہ ہے جو صحابہ کرامؓ کو کلمہ خیر سے یاد کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ علامہ باذل اپنی مایہ ناز کتاب ''حملہ حیدری'' میں لکھتا ہے:

کہ من آنچہ دیدم زیاران او   ازاں سر بکف جاں نثارانِ او

در ایران و در رُوم و در زنگبار   نہ دیدم ز نیک و بد آں دیار

کہ دارند پاسِ شہِ خود چنیں   بسائند بر نقشِ پائش جبیں

کہ گیرند و مالند بر چشم و رُو   وزاں آب تازہ کنند آبرو

محمد ﷺ گر انداز د آب دہن   برآں آب خوں میں کنند انجمن

غرض اے دلیران مانام و ننگ   نہ دارد برائے شما سرفہ جنگ

کہ ایشاں ز مابر نہ تابند رو   بجاہائے نازک رسد گفتگو

Scanned with Car

ہماں بہ کہ ایں قصہ کوتاہ کنید ازاں پیش کہرا کندراہ و ہید (۲۱۲:۲)

اسی طرح ایک اور شیعہ عالم علامہ مجلسی نے اپنی کتاب حیات القلوب میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آخری حصہ یہ ہے۔

"چوں عروہ نزد قریش برگشت گفت اے گروہ قریش من نزد پادشاہانِ عجم و پادشاہ حبشہ رفتہ بودم وندیدم کہ ہیچ قوے پادشاہ خود را تعظیم واطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آنحضرت تعظیم واطاعت اومی نمائند"۔ (۱۵۲:۲)

کیسا المیہ ہے کہ جن کے متعلق حضور ﷺ کی تعظیم واطاعت کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی اور جس کی گواہی ایک دشمن دے رہا ہے۔ انہی کے متعلق "اپنے" کہتے ہیں ان کا ایمان تو ثابت کرو۔ چنیں دور آسمان کم دیدہ باشد

جنہوں نے نصف دنیا کو کلمہ پڑھایا وہ خود ایمان سے بے بہرہ رہے۔ چہ خوب! پھر ایک شیعہ مفسر علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی مشہور تفسیر منہج الصادقین میں لکھتے ہیں:

"پس عروہ نیک نظر کرد کہ اصحاب نزد آں قدوہ اجناب کمر خدمتگاری میاں بستہ بودند و آنچہ آنحضرت بایشاں امر می کرد۔ مبادرتِ می نمودند وبطریق خادماں و چاکراں دست بر سینہ و سر در پیش افگندہ نزد او ایستادہ بودند واز غایت خشیت در حین تکلم بروئے از نگاہ نکردندے وسخن را نرم و آہستہ گفتندے و در محلے کہ وضو ساختے یا آب دہن افگندے بریک دیگرے سبقت کردے آنرا برداشتندے و بجہت تیمن و تبرک بروئے خود مالیدندے و چوں عروہ ایں نوع تعظیم و یک جہتی ایشانرا بدید بازگشت و قریش را گفت کہ اے قوم! من ملوک بنی آدم و سلاطین عالم را بسیار دیدم مانند قیصر روم و کسریٰ فارس و نجاشی حبشہ بخدا کہ ہرگز ہیچ بادشاہے، ندیدم کہ درمیان قوم خود مطاع تر از محمد ﷺ باشد درمیان اصحاب پس آنچہ دیدہ بود از یک جہتی و چاکری و وفاداری ایشاں بقریش باز گفت آنکہ گفت پادشاہی بایں عظمت برشما عرض شد و صلاح می کنید و قبول آں کنید"۔

تین شیعوں کی زبانی عروہ بن مسعود کی رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے:

Scanned with Car

(۱) عروہ نے ایک دشمن کی نگاہ سے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا۔

(۲) ہاتھ سینوں پر رکھے ہیں نگاہیں جھکی ہوئی ہیں اور حکم کے منتظر ہیں۔

(۳) جو حکم ملتا ہے لپک کر اور دوڑ کر اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

(۴) بات کرتے وقت الفاظ اور آواز پر کڑی نگرانی رکھتے ہیں کہ کسی وجہ سے ادب میں فرق نہ آنے پائے۔

(۵) ادب کی وجہ سے حضور ﷺ کے چہرے مبارک کو نگاہ بھر کے نہیں دیکھتے۔

(۶) آپ کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ جھپٹ کے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں پھر برکت کی خاطر اپنے چہرے پر ملتے ہیں۔

(۷) ایسی اطاعت اور ایسی تعظیم کا نمونہ روم ایران اور حبشہ کے بادشاہوں کے دربار میں بھی کہیں نہیں دیکھا۔

(۸) اے قریش ان سے لڑنے کا خیال دل سے نکال دو۔ یہ تو محمد ﷺ کی خاطر جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔

عروہ کافر تھا مگر انصاف سے دیکھا تو حضور ﷺ کی شخصیت کی جاذبیت اور جانثاری اور فداکاری کی حقیقت نظر آ گئی۔ اس لئے مسلمان ہو گیا۔ مگر اس کافر کے خیالات کی ترجمانی کرنے والے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے اس حقیقت کے ہوتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے طریقہ تعلیم و تربیت کو ناقص اور حضور ﷺ کو ناکام قرار دیتے ہوئے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو ابن الوقت قرار دیتے ہیں۔ کہ ادھر حضور ﷺ کی آنکھیں بند ہوئیں ادھر وہ سب کے سب مرتد ہو گئے۔ (معاذ اللہ) کسی کی عقل ٹھکانے ہو تو کیا یہ باور کر سکتا ہے۔ اس کا کیا کیا جائے کہ ربِّ محمد ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر اعلان فرما دیا:

"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحاً كَبِيْراً.

Scanned with Cam

مگر گلہ تو یہی ہے کہ جن سے ہم راضی نہیں ان سے رب العالمین کیوں راضی ہو گیا۔لیکن یہ بھی تو سوچا ہوتا کہ رب العالمین سے روٹھنے سے کیا فائدہ؟ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے خلوص اور اپنی جان کی بازی لگادینے کے لئے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جو معاہدہ (بیعت) کیا اللہ تعالیٰ نے انکی ایسی قدر فرمائی کہ ان کے حق میں اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیا۔دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ضمانت صحابہؓ کے بغیر کسی کو نہیں دی گئی۔صحابہ کرامؓ نے اس اعلان رضا پر اکتفا کر لینے کی بجائے اس کے بعد عملاً حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادی۔جہاں تک تبلیغ دین کا تعلق ہے ان حضرات نے نصف دنیا کو کلمہ پڑھادیا۔ان کے جہاد اور ان کی فتوحات پر نگاہ کی جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اس مٹھی بھر جماعت نے ایران، روم، یمن، حبشہ اور مصر جیسی مستحکم سلطنتوں کو اسلام کے ممالک محروسہ بنا کے چھوڑا۔حتیٰ کہ شاہ ایران کی شہزادی شہر بانو فاروقی دور میں جنگی قیدی کی حیثیت سے گرفتار ہو کر آئی۔اسی سے امام حسینؓ کا نکاح ہوا۔اور زین العابدین اسی کے بطن سے پیدا ہوئے۔صحابہ کرامؓ کے جہاد کے سلسلہ میں علامہ انور شاہ کاشمیری نے یہاں تک لکھا ہے کہ اسلام کی خاطر جہاد کرنا صرف ان لوگوں کے حصہ میں آیا جو صحیح متبع صحابہؓ ہیں۔

"فانه لم یوفق للجهاد واحد غیر تلک الطائفة ای اهل السنة والجماعة واکثر تخریب السلطنة الاسلامیة کان علی ید الروافض خذ لهم الله تعالیٰ."	اللہ تعالیٰ نے اہل السنّت والجماعت کے بغیر جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق کسی مذہب و جماعت کو نہیں عطا فرمائی۔اور اکثر اسلامی سلطنتیں روافض کے ہاتھوں تباہ ہوئیں۔(فیض الباری ۱:۱۷۱)

اور علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ (۴:۵۷) میں لکھا ہے۔

"وهم ای الشیعة ایضاً لا یجاهدون الکفار اعداء الدین بل کثیرا ما یوالونهم ویستعینون بهم علی عداوة المسلمین فهم یعادون اولیاء الله	"شیعہ ان لوگوں سے بالکل جہاد نہیں کرتے۔جو دشمنان اسلام کفار ہیں، بلکہ انہیں دوست رکھتے ہیں۔اور مسلمانوں سے عداوت رکھ کر ان کفار کی مدد کرتے ہیں۔شیعہ لوگ مسلمانوں سے عداوت

Scanned with CamScanner

المومنين ويوالون اعداءه المشركين	رکھتے ہیں۔ مشرکین اور یہود و انصاری سے دوستی
واهل الكتاب كما يعادون افضل	رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مہاجرین و انصار سے اور ان
الخلق كالمهاجرين والانصار والذين	کے متبعین سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ مہاجرین و
اتبعوهم باحسان.	انصار ساری مخلوق سے افضل ہیں

یعنی مہاجرین وانصار کی مخالفت کرنے کا یہ اثر ہے کہ ان لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق کبھی نہ ملی۔ مثال کے طور پر ابو جعفر طوسی کے حالات دیکھئے۔

علامہ ابن قیم اغاثۃ اللہفان (۱:۲۶۳) میں لکھتے ہیں۔

ولما انتهت النوبة الى نصير الشرك	ترجمہ:۔ جب نصیر الدین طوسی شیعہ وزیر ہلاکو
والكفر الملحد وزير الملاحده	تک نوبت پہنچی تو اس نے نبی کریم ﷺ کے
النصير الطوسي وزير هلاكو شفا	متبعین اور دین دار لوگوں کو قتل کر کے اپنا اور
نفسه من اتباع الرسول واهل دينه	اپنے ملحد بھائیوں کا دل ٹھنڈا کیا۔ ۶۵۶ میں
فعرضهم على السيف حتى شفا اخوانه	جب تاتاری بغداد میں داخل ہوئے تو انہوں
من الملاحدة و اشتفى هو فقتل	نے آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر
الخليفة وهو المستعصم بالله	ابن علقمی شیعہ اور ہلاکو کے مشیر اور قاضی نصیر
اخر الخلفاء العباسين قتله التترحينما	طوسی کے مشورہ سے آخری خلیفہ بغداد کو قتل کیا۔
داخلوا بغداد في سنة ٦٥٦ . بمحالاة	عورتوں کی بے حرمتی کی۔ اسلام اور مسلمانوں پر
ابن العلقمي الرافضي الملعون وزير	وہ ظلم ڈھایا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں
المستعصم وكان نصير الشرك	ملتی۔ تاتاریوں نے ابن علقمی اور طوسی کے
والكفر والالحاد الطوسي قاضي التتار	مشورہ سے مسلمانوں کے قاضیوں، مفتیوں، علماء
ومشيرهم وقد قتل وفعل التتر	اور فقہاء کو قتل کرایا اور فلسفہ منجمین اور جادوگروں
بمشورته وابن العلقمي في بغداد من	کو تقویت دی۔ اور مساجد و مدارس کے اوقاف

Scanned with Car

سفک الدماء انتهاک الحرمات	کی آمدنی ان ملحدین کے مدارس قائم کر کے ان
والتینل بالاسلام والمسلمین مالم	کو دے دی اور علماء اسلام کو قتل کر کے ان
یسمع بمثله فی ای عصر وقتل	ملحدین کو اپنا مقرب بنالیا۔ ابوجعفر طوسی نے
القضاة والفقهاء والمحدثین واستبقی	کوشش کی کہ ابن سینا کی کتاب "اشارات"
الفلاسفة والمنجمین والطائعین ونقل	قرآن کی جگہ رائج کی جائے۔ اس نے اعلان
اوقاف المدارس والمساجد والمرابط	کیا کہ قرآن تو عوام کے لئے ہے۔ خواص
الیهم وجعل خاصته' واولیاء ه واتخذ	کے لئے قرآن یہی ابن سینا کی "اشارات"
للملاحدة مدارس وحرام جعل اشارات	ہے۔ مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا۔
امام الملحدین ابن سینا مکان القرآن	نیز طوسی نے نمازوں میں بھی کمی کر دی صرف
فلم یقدر علی ذالک وقال هی قرآن	دو نمازیں قرار دیں۔ مگر عملاً وہ اس ارادہ میں
الخواص ورام تغییر الصلوٰة وجعلها	کامیاب نہ ہوسکا"۔
صلوتین فلم یتم له الامر."	

بغداد کی اس تباہی کا منظر الفاظ میں کھینچنا ممکن ہی نہیں۔ قریباً تین چوتھائی مسلمانان بغداد کو تہ تیغ کیا گیا۔ خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ قرآن وحدیث کے نسخے جلائے گئے۔ محبانِ اہلِ بیت نے حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس کی اولاد کو چن چن کر قتل کیا۔ صحابہ کرامؓ نے جہاں اسلام کا پیغام پہنچا کر قرآن وحدیث کی تعلیم عام کی تھی۔ وہاں قرآن وحدیث کے نسخوں کو نذرِ آتش کر کے دل ٹھنڈا کیا۔ یہ ظلم وستم ابن علقمی شیعی اور نصیر الدین طوسی شیعی کے مشورہ اور مدد سے تاتاریوں کے ہاتھوں انجام پایا۔

اسلام کے دونوں ماخذ قرآن وحدیث کے خلاف یہ کینہ، اسلام کے نام لیواؤں کے ساتھ یہ ظلم وستم اور ان لوگوں کے ہاتھوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ ایک ایسا معمہ ہے جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔ لے دے کے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ صحابہؓ سے دشمنی رکھنے کا نتیجہ ہے۔

Scanned with Car

انسانی نفسیات سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ جس سے نفرت ہو اس کے ہر کام سے نفرت ہو جاتی ہے۔اور ہر حال میں اس کے رویہ کے بالکل الٹ کام کرنے کو جی چاہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے دل وجان سے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا۔صحابہؓ کے دشمنوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے طبعی طور پر نفرت ہونی چاہیے۔چنانچہ یہی ہو کے رہا۔

صحابہؓ نے قرآن کے ایک ایک حرف کو سینے سے لگایا اور علمی اور عملی اعتبار سے اس کی حفاظت کی۔دشمنان صحابہ نے قرآن کا انکار کر دیا۔علقمی اور طوسی جیسے مقتدر لوگوں نے اسے نذر آتش کر کے دم لیا۔اور اس کو مٹانے کے لئے اس کا بدل ابن سینا کی کتاب ''اشارات'' تجویز کی۔ صحابہ نے نبی کریم ﷺ کے الفاظ کو یاد رکھنے کی یہاں تک کوشش کی کہ جہاں کسی لفظ کے بارے میں شک ہوا اس شک کو دور کرنے کے لئے سینکڑوں میل کا سفر کیا۔دشمنان صحابہ نے حدیث کے ذخیرہ کو جو اس قدر جان جوکھوں سے جمع کیا گیا تھا۔آگ کی نذر کر دیا۔

صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کا یہ سبق کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ اس اہتمام سے یاد کیا کہ مسلمان تو کیا غیر مسلم بھی ان کی رعایا بننے کی تمنا کرتے تھے۔دشمنانِ صحابہ نے اس کے الٹ اپنا رویہ یہ رکھا کہ مسلمان کو جینے کا کوئی حق نہیں۔ہاں کفار کو کھلی چھٹی ہے کہ کفر و شرک پھیلائیں،اور کوئی اسکا راستہ نہ روکنے پائے۔لہذا ابن علقمی نصیر الدین طوسی اور اس قبیل کے لوگوں کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ رویہ صحابہؓ سے دشمنی کا لازمی نتیجہ ہے۔

صحابہ مہاجرین وانصار کا اتباع اور خلوص سے اتباع مذہب حق ہے۔

فسوف تریٰ اذا کشف الغبار افرس تحت رجلک ام حمار

اللہ یار خان

چکڑالہ،ضلع میانوالی۔

Scanned with Car

باب اول

آیاتِ جہاد اور مذہب اہلِ سُنّت والجماعت

صحابہ کرامؓ کے اوصاف بیان کرتے وقت سب سے پہلے مقدمہ میں ان کے جذبہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی کی مناسبت سے اس رسالہ کا آغاز آیاتِ جہاد سے کر کے مذہب اہل السنّت والجماعت کی حقانیت ثابت کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں تین آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ یُدَافِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ.	بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے غلبہ کو ایمان والوں سے (عنقریب) ہٹا دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کبھی دغا باز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا۔
(۲) اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ". اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ. وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ	لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے۔ محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا

Scanned with Cam

وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا. وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ.	رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے زور گھٹواتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانہ میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کریگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے (وہ جسے چاہے غلبہ اور قوت دے سکتا ہے
(۳) اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ	یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ کے ہی اختیار میں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم مہاجرین وانصار سے تین مرتبہ وعدہ فرمایا کہ فتح ونصرت کے لئے ان کی مدد کی جائے گی۔

پہلی آیت میں فرمایا کہ مسلمانوں کی طرف سے مدافعت یوں کی جائے گی کہ مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور کفار ہلاک وتباہ ہوں گے۔

اس پر یہ سوال ہوسکتا تھا کہ اس کی صورت کیا ہوگی۔ تو دوسری آیت میں فرمایا کہ مظلوم مہاجرین پر گو اب تک ظالم کفار ظلم کرتے رہے۔ اب انہیں ہم جنگ کی اجازت دیتے ہیں۔ اب وہ کفار سے جہاد کر کے انہیں تہس نہس کر دیں گے۔

Scanned with Car

پھر کفار کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اول تو کفار نے ان مہاجرین کو ناحق اپنے گھروں سے نکال دیا اور وطن سے نکالنا تو قتل کے مترادف ہے۔ کما قال تعالیٰ: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ اس سے ظاہر ہے کہ قتل نفس اور گھر چھوڑنا برابر ہے۔ پھر مہاجرین کا قصور بتایا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ یعنی توحید کے نشہ سے سرشار یہ اللہ مست بندے اسی جرم کے مرتکب ہوئے۔

اس سے ایک بات اور بھی ظاہر ہے کہ مہاجرین کو اللہ تعالیٰ موءحد اور اللہ پرست ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرما رہا ہے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ ان لوگوں کو اگر ایمان سے خالی سمجھے تو گویا وہ اعلان کر رہا ہے کہ وہ اللہ کا مخالف ہے۔ اس کے فیصلوں کے مخالف ہے تو ایسے آدمی کا ایمان کہاں رہا۔

پھر بتاکید فرمایا کہ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ اور قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ سے ان مہاجرین کو ایسی قدرت عطا فرمائے گا کہ کفار کو تباہ کر دیں گے۔

پھر امداد کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ جن مساجد اور معابد میں میرا نام کثرت سے لیا جاتا ہے یہ لوگ ان کے محافظ ہیں۔ جیسا کہ عہد فاروقی میں سینکڑوں مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ گویا جہاد کی علت بھی بیان فرمائی کہ محافظ دین و معابد ہے اور مجاہدین کا وصف بیان فرمایا کہ وہ دین کے محافظ اور معابد کے پاسبان ہیں۔ مہاجرین کا یہ وصف بیان کر کے ظاہر فرمایا کہ یہ لوگ صرف دیندار ہی نہیں، دین کے محافظ بھی ہیں۔ مگر یہ المیہ ہے کہ لوگ ان محافظینِ دین کے ایمان کا ثبوت طلب کرتے ہیں۔ جیسے کوئی دوپہر کے وقت سورج کے وجود کا ثبوت طلب کرے۔ ہاں نابینا آدمی اس معاملے میں معذور تصور کیا جائے گا۔

وعدۂ نصرت الٰہی اور فتح کی ضمانت کے ساتھ ساتھ یہ بات وضاحت طلب معلوم ہوتی ہے کہ یہ مہاجرین انفرادی طور پر ایک ایک کافر کا صفایا کریں گے۔ یا کوئی اجتماعی صورت ہوگی۔

تو تیسری آیت میں وضاحت فرمادی کہ میں ان مظلوم مہاجرین میں سے خلفاء مقرر کروں گا۔ انہیں تمکین فی الارض عطا کروں گا۔ اقتدار اور حکومت دوں گا۔ اور ان خلفاء کی قیادت میں

Scanned with Car

کفار سے جہاد کیا جائے گا۔اور ان پر غلبہ عطا ہوگا۔

آیت نمبر۲ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا وعدہ بتاکید ان لوگوں سے کیا جو اس کے دین کی مدد کریں گے۔تیسری آیت میں ان خلفاء کا وصف بیان کیا کہ وہ دین کی اشاعت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں کوشاں رہتے ہیں۔

تیسری آیت سے مظلوم مہاجرین سے تمکین فی الارض یعنی حکومت وخلافت دینے کا وعدہ ظاہر ہے۔ بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ ان مظلوم مہاجرین میں سے جسے بھی خلیفہ بنادیا جائے وہ فرائضِ خلافت ادا کرنے کی اہلیت اور قوت رکھتا ہے۔ یہ آیت خلفاء کی خلافت کی واضح دلیل ہے۔استدلال کی بناء دو باتوں پر ہے،اول خلفائے ثلثہ مہاجرین میں سے ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اور وعدۂ خلافت مہاجرین سے ہے۔

دوسری یہ کہ اس تاریخی حقیقت کا کون انکار کرسکتا ہے کہ خلفائے ثلثہ نے ۲۴ برس تک حکومت کی۔

پھر ان نائبان حق کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ خود عبادت گزار ہوں گے بلکہ عبادت کا نظام مستحکم کریں گے۔زکوٰۃ کا نظام رائج کریں گے۔دین حق کی تبلیغ واشاعت کریں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وصف ان کی خصوصیات سے ہوگا۔

ان دو حقائق سے تیسری بات خود بخود ثابت ہوگئی۔یعنی ان کا دیندار ہونا،عادل ہونا دین کا خادم ہونا مگر اس منطقی نتیجہ پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ وضاحت بھی کردی گئی کہ اقامت الصلوٰۃ، نظام زکوٰۃ،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی خصوصیات میں سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تمکین فی الارض کو ان تین شرطوں کے ساتھ مشروط فرمادیا۔اور یہ امر واقع ہے کہ شرط پائی گئی،یعنی خلفاء ثلاثہ کو حکومت ملی تو جزاء یقیناً متحقق ہوگی۔ورنہ کلام باری تعالیٰ غلط قرار پائی جائے گی۔کیونکہ جو صفات اقامت الصلوٰۃ،امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حکومت ارضی سے مشروط تھیں وہ تو جزاء ہے اور شرط ہے حکومت کا ملنا۔جب شرط پائی گئی تو جزاء کے وجود سے

Scanned with Car

انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔

قبائل عرب، حکومت روم و ایران، ممالک عراق یمن، حبشہ وغیرہ خلفائے ثلاثہ کی کوشش سے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ مہاجرین کے ساتھ غلبہ عطا کرنے کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا وہ خلفائے ثلثہ کے ہاتھوں پورا ہوا۔ اور اس رنگ میں پورا ہوا کہ اس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اس آیت میں ایک اور لطیف اشارہ ہے کہ اقتدار کا نشہ انسان کو ایسا اندھا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بندوں کا خدا سمجھنے لگتا ہے مگر بندے کو خدائی کا سلیقہ کیسے آئے۔ چنانچہ وہ فرعون بن کر درندگی کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ مگر ان مہاجرین میں سے جن کو تمکین فی الارض عطا ہوگی وہ اللہ کے بندے ہی نہیں، بلکہ مثالی بندے ہوں گے اور محمد الرسول اللہ ﷺ کی تربیت کا رنگ ان پر ایسا چڑھے گا کہ وہ عدل وانصاف، زہد وتقویٰ، خدمت دین اور خدمت خلق میں مثالی کردار پیش کریں گے۔ اور وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً کا لازمی اثر یہ ہے کہ اقتدار کا نشہ اس کے قریب بھی نہیں آسکتا ہے۔

جو دل با دلبرے آرام گیرد ز وصلے دیگرے کے کام گیرد	جب انسان کا دل اپنے دلبر کے وصال سے آرام حاصل کرتا ہے تو دوسروں کے وصل سے کب لطف اندوز ہو سکتا ہے
نہی صد دستہ ریحان پیش بلبل نخواہد خاطرش جز نکہتِ گل	تو بلبل کے سامنے ریحان کے سو (100) گلدستے رکھ دے اسے گلاب کے پھول کے بغیر سکون نہیں ملے گا

نبی کریم ﷺ کی تربیت نے ان کی قلبی دنیا میں ایسا انقلاب برپا کر دیا کہ وہ بالکل ہی ایک نئی قسم کی مخلوق نظر آنے لگے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال پیش فرمائی ہے:

Scanned with Car

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ۔	والیان ملک (کا قاعدہ یہ ہے) جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ و بالا کردیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو (انکا زور گھٹانے کے لئے) ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

اس طرح مہاجرین وانصار کے دلوں پر جب اللہ اور رسول کی محبت نے حملہ کیا تو بالآخر اس پر قبضہ جمالیا اور تمام رزائل جن پر وہ ناز کیا کرتے تھے ان کو نکال باہر کیا۔ اور فضائل جن کو وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے ان کے لئے مایہ ناز خزانہ بن گیا۔ اور حضور اکرم ﷺ کے رنگ میں یوں رنگے گئے کہ دوئی کا سوال ہی اٹھ گیا۔ اسی بنا پر اہل السنت والجماعت کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی محفوظیت مسلم ہے جس پر ہزار فرضی عصمتیں قربان کی جاسکتی ہیں۔

چنانچہ شیخ انور کاشمیری اپنی مشہور کتاب فیض الباری (۲:۴۷۸) میں خلفائے اربعہ کے متعلق فرماتے ہیں:

ثم ان من امر الخلفاء الاربعة فوق امر الامير وتحت التشريع فيتبع بهم فى بعض الامور الانتظاميه كالتشريع، كالجماعة فى التراويح وامر كثيرا من الامور الانتظامية فعلها عمر رضى الله عنه فى زمنه ثم الحنفية جعلوها مذهبا وعاملوا معها ما يعامل مع الشرعيات ونظائرها توجد فى المذاهب الاربعة وهكذا ينبغى لقوله عليه الصلوٰة والسلام اقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر و عمر رضى الله عنهما و منصبهما بين بين و مر الرازى على تفسير أيته الاطاعته اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم ثم فسر اولى الامر بالاجماع وفسره فى الأية الثانية لعلمه الذين يستنبطونه منكم انه ابو بكر رضى الله عنه مع انه لم يكن خليفه فى حياته و لا حاكما۔

Scanned with Car

"خلفائے اربعہ کا حکم دوسرے حکام وقت کے حکم سے کئی درجہ فوقیت رکھتا ہے اور شریعت کے تحت ہوتا ہے۔ بعض امور انتظامیہ میں ان کی اتباع واجب ہے مثلاً نماز تراویح باجماعت مستقل طور پر حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئی اور بہت سے انتظامی امور میں میں دیکھتا ہوں کہ عہد فاروقی میں جاری کیے گئے اور حنیفہ نے ان کو اپنا مذہب بنایا۔ ان احکام کی بجا آوری اسی طرح کرتے ہیں جیسے شرعی امور کی اس کے نظائر چاروں مذہبوں میں پائے جاتے ہیں اور یہی حق ہے۔ کیونکہ نبی کریم نے فرمایا کہ "میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرو"۔ ان دونوں کا منصب اجتہاد اور شریعت کے درمیان ہے۔ اور امام رازی جب آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی تفسیر لکھنے لگے تو اولی الامر کی تفسیر اجماع سے کی اور دوسری آیت لعلمه الذين يستنبطونه منکم سے مراد ابوبکر صدیقؓ کی ذات لی حالانکہ اس زمانہ میں ابوبکر صدیقؓ نہ خلیفہ تھے نہ حاکم۔"

امام رازی نے اس اطاعت کے چار مراتب پیش کیے ہیں، اول کتاب اللہ، یہ اطیعوا اللہ سے مراد ہے۔ دوم سنت رسول ﷺ یہ اطیعوا الرسول ہے۔ سوم اجماع امت یہ اولی الامر ہے اور چہارم قیاس یہ فان تنازعتم فی شیئی سے۔

اور فرمایا کہ اجماع امت معصوم ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس حکم پر پوری امت کا متفقہ اجماع ہو جائے وہ حق ہوگا۔ یہ مراد ہے معصوم ہونے سے۔ بعض علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی، یہ کہ امام رازی نے اولی الامر کو معصوم کہا ہے۔ اس کی حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ورنہ عصمت خاصہ نبوت ہے اور کوئی فرد واحد معصوم نہیں ہو سکتا۔ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ امت کا اجماعی فیصلہ حق ہوگا جو باطل کے مقابل میں ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھ لی جائے۔ حضور اکرم ﷺ کے جانشینوں کی خلافت کا تعلق امور تکوینیہ سے ہے یہ بندوں کا فیصلہ نہیں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا۔

عصمت کے سلسلہ میں شیعہ ایک بودا سا سوال کرتے ہیں کہ امامت کی شان نبوت سے بلند ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً۔ حضرت ابراہیمؑ نبی تو تھے ہی بعد میں امام بنائے گئے اس لئے ظاہر ہے کہ نبوت کے بعد اگلا درجہ امامت کا ہے۔

Scanned with Car

حقیقت تو ظاہر ہے مگر آدمی دھوکہ کھانا اور دھوکہ دینا چاہے تو کب رُک سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نفس نبوت یا مطلق نبوت، اور ایک ہے امامت نبوت تو مطلق نبوت سے امامت نبوت افضل ہے۔ اس آیت سے حضرت ابراہیمؑ کی امامت نبوت ثابت ہے۔ اس پر قیاس فاسد کر کے ایک خاندان کے جس فرد کو چاہا امام بنا دیا اور اسی کے دوسرے افراد کو سخت سست کہنے سے بھی نہ چوکے۔ جیسے نص سے حضرت ابراہیمؑ کی امامت نبوت ثابت ہے۔ اسی طرح اماموں کی امامت کا ثبوت لائیں۔ یہ تو ہوئی نفس امامت کی بحث، اب لیجئے عصمت امامت کا مسئلہ، تو شیعہ بیچارے جس بھولے پن سے عصمت امامت کے قائل ہیں اگر سوچ کا انداز یہی اختیار کیا جائے تو تمام صحابہ کرام کی عصمت ثابت ہو سکتی ہے مگر اہل سنت حضرات صدیق فاروق کو دین مجسم سمجھتے ہوئے بھی معصوم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ امور انتظامیہ میں ان کے قول کو دین خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ **اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ** فرما کر اس کا پابند بنا دیا ہے۔

حضور ﷺ نے یہ حکم دیتے ہوئے جس لفظ کا انتخاب فرمایا ہے خود اس میں لطیف نکتہ اطیعوا نہیں فرمایا اقتدوا فرمایا۔ اطاعت اور اقتداء میں فرق سمجھنا ہو تو مطیع اور مقتدی کے الفاظ و اعمال پر غور کر لیجئے۔ اطاعت تو مطلق ہے مگر اقتداء تو ایسی اتباع ہے جس میں صرف پیچھے چلنا نہیں ہوتا بلکہ ہر حرکت اور ہر ادا کی نقل کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کی ہر ادا اور ہر حرکت دین ہے۔ اس لئے ان کی اقتداء ان کی پیروی اور ان کا اتباع ہی اصل دین اور راہ نجات ہے۔ اور اس راہ سے ہٹنا نبی کریم ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت ہے۔ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے والا یہ جرأت کیسے کر سکتا ہے۔ شیخین کے متعلق شیعہ عالم شیخ صدوق کی کتاب معانی الاخبار طبع طہران صفحہ ۳۸۷ اور شیعہ کی کتاب عیون اخبار الرضا طبع نجف اشرف صفحہ ۲۴۴ پر بیان ہوا ہے۔

۔"عن الحسین بن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ ان ابابکرؓ منی بمنزلۃ السمع وان عمرؓ منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد"

Scanned with Car

''حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ میرے لئے بمنزلہ کان کے ہے، عمر فاروقؓ بمنزلہ آنکھ کے ہے اور عثمان غنیؓ بمنزلہ دل کے ہے۔

اصل حدیث اتنی ہے اس کے بعد ''راوی'' نے اپنی طرف سے پیوند لگایا۔

"فلم کان من الغد دخلت الیه وعنده امیر المومنین علیه السلام و ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ فقلت له یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک هؤء لاء قولا فما هو فقال علیه السلام نعم ثم اشار الیهم فقالِِ هم السمع و البصر و الفوء ادویسألون عن وصیی و اشار الی علی رضی الله عنه ثم قال ان الله تعالیٰ یقول ان السمع و البصر و الفوء اد کل اولئک کان عنه مسئو لا۔"

''دوسرے روز میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا۔ خلفائے اربعہ حضور ﷺ کے پاس موجود تھے۔ میں نے سوال کیا کہ ابا جان! آپ نے کل اپنے اصحاب کے بارے میں جو فرمایا تھا اس کا مطلب کیا ہے؟ حضور ﷺ نے خلفائے ثلثہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ میرے کان، آنکھ اور دل ہیں۔ عنقریب ان سے میرے وصی کے متعلق سوال ہوگا اور حضرت علی کی طرف اشارہ فرمایا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کان، آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہوگا۔''

اس اضافہ سے شیعہ کا مقصد تو ظاہر ہے مگر ایک بات اور بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حسینؓ کی زبان سے خلفائے ثلاثہ کے متعلق "فی اصحابک" ادا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں ان حضرات کا صحابی ہونا مسلم ہے پھر اصل حدیث میں ''منی بمنزله'' کے الفاظ ہیں۔ یہی الفاظ ایک اور حدیث میں آئے ہیں۔ "یا علی انت منی بمنزلته هارون من موسیٰ'' جس کے معنی یہ ہیں کہ ''اے علیؓ تجھے میرے ساتھ ایسا قرب حاصل ہے جیسا حضرت ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھا۔ پھر حدیث زیرِ بحث میں یہی الفاظ بالکل بدلے ہوئے معنی کیساتھ کیسے آ گئے۔ یہاں وزن کے باٹ کیوں بدل گئے۔ اسی ترازو میں انہی باٹوں سے وزن کیجئے تو معنی یہی ہوں گے کہ میرے ان صحابہ کی شان اور میرا قرب اسی درجہ کا ہے جو میری آنکھ، کان اور دل کا ہے۔

Scanned with Car

حضورﷺ کی تشبیہات کوئی شاعرانہ فنکاری نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر حقائق کی ایک دنیا لئے ہوتی ہیں۔ یہاں حضورﷺ نے اصحاب ثلاثہ کی ذات کو اپنے ظاہری اور باطنی اعضاء سے تشبیہ دی ہے ظاہر ہے کہ دل کی حرکت پر تو حیات کا مدار ہے۔ اور آنکھ اور کان کے بغیر فرد کی حقیقی زندگی کی تکمیل نہیں ہو پاتی۔ گویا حضورﷺ کا مطلب یہ تھا کہ میری دینی اور تبلیغی زندگی کے مشن کی تکمیل اصحاب ثلاثہ کی کوششوں سے ہوگی۔ ان کی سوچ، ان کا دیکھنا اور سننا سب تکمیل دین کے لئے ہوگا۔

نبوت کی ذمہ داریوں کا مدار بھی انہی اعضاء پر ہے۔ نزول وحی کا تعلق دل سے ہے۔ یعنی دولت وحی کے امین ہیں۔ وحی کے الفاظ صاحب وحی سے سننے والے اور صاحب وحی کو دیکھنے والے اور اس کی تکمیل کرنے والے اصحاب ثلاثہ ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک ان کی حیثیت وہی ہے جو میرے نزدیک میرے دل آنکھ اور کان کی ہے۔ لہٰذا یہ پیوند کاری انحو کہ سے بڑھ کر کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ پھر پیوند کی عبارت پر غور کیجئے۔ هم السمع و البصر و الفوء اد۔ ھم ضمیر کا مرجع صحابہؓ کی ذات ہے۔ السمع و البصر مصدر ہے اور حمل مصدر کا ذات پر جائز نہیں۔ جیسا یہ کہنا کہ زید علم غلط ہے بلکہ زید عالم چاہیئے۔ اس لئے یہاں ھم کے ساتھ سامعون چاہیئے۔ لہٰذا یہ الفاظ افصح العرب کے نہیں بلکہ کسی اناڑی راوی کے دست کرم کا نتیجہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اصحاب ثلاثہ کو آنکھ، کان اور دل محض حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق سوال کرنے کے لئے فرمایا جاتا تو لفظ منّی بمنزلۃ ہرگز نہ ہوتا، کیونکہ اس سے تو لازماً شان ظاہر ہوتی ہے۔ پھر آیت قرآنی یہاں پیش کرنا بالکل بے محل ہے۔ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ انسان کی ذات کی طرح یہ تمام اعضاء بھی مکلف ہیں۔ ان اعضاء سے بھی توحید اور دین کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

اصل حدیث کا حقیقی مفہوم صاف ہے کہ حضورﷺ نے واضح فرمادیا کہ عثمان مرا راز دار ہے۔ جیسے دل، صدیق بمنزلہ میرے کان کے ہے جیسے میرے کانوں نے وحی سے حق سنا ہے صدیق بھی حق سنتا ہے، جیسے میری آنکھ نے حق دیکھا عمرؓ کی آنکھ بھی حق کا مشاہدہ کرتی ہے۔

Scanned with Cam

خلاصہ یہ کہ حضورﷺ کا ارشاد ہے خلفائے ثلاثہ کے احکام کی تعمیل اسی طرح صدق دل سے کرنا جیسے میرے احکام کی تعمیل کرتے ہو، کیونکہ ان کی ذات میرے دل، میری آنکھ اور میرے کان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی مطلب ہے اقتدوا بالذی من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ کا۔

پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضورﷺ کے قول میں کونسی پیچیدگی تھی کہ حضرت حسینؓ کو پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ فما ھو۔ ظاہر ہے کہ حضرت حسینؓ کو تو ضرورت نہیں تھی البتہ راوی کو ضرورت تھی کہ ریت کی بنیاد پر ایک فرضی محل تعمیر کر سکے۔ انتہائی جواب یہ ہے کہ یہ پیوندکاری تقیہ ہے۔

بخاری میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس ولی اللہ کو قرب فرائض کے بعد قرب نوافل حاصل ہو جائے تو میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں، جن سے وہ دیکھتا ہے۔۔۔۔ الخ یہ حدیث کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کامل کے ہاتھ پاؤں بن سکتا ہے تو خلفائے ثلاثہ نبی کریمﷺ کے کان، آنکھ اور دل کیوں نہیں بن سکتے۔ لہذا حضورﷺ کی نگاہ میں خلفاء مجسم دین تھے۔

اب ہم شیعہ کتب تفسیر اور علمائے شیعہ سے ان آیات کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔

منہج الصادقین علامہ فتح اللہ کاشانی۔ ۱۷۷:۶۔

(۱) ''حق تعالیٰ دریں آیت وعدہ دادہ مظلوماں صحابہ را بہ نصرت وایفاء وعدہ آں کردہ چہ تسلط مہاجر وانصار نمود بر صنادید عرب واکابر اکاسرہ عجم وقیاصرہ ایشاں را وزمین و دیار ایشاں را بمسلمانان تفویض فرمودہ پس اخبار است۔ بظہر غیت از آنچہ بعد ازیں بظہور رسید از استیلائے اہل اسلام بر اہل کفر ونصرت وغلبہ ایشاں بر مشرکاں وسائر کافراں ودگر بارہ در صفت مہاجراں کہ ماذون بقتال می فرماید کہ الذین ان مکنا ھم ای اُذن للذین یقاتلون یا بدل من ینصرہ۔ ای ولینصرن الله الذین ان مکناھم۔ پس معنی آیت آنست کہ جماعت ماذون آن کسانے اند کہ

Scanned with Cam

اگر قدرت وتمکین وہیم آنہارا فی الارض وزمین وزمام حکومت در کف کفایت ایشاں رانہیم یعنی اعطاء نمائیم۔۔۔۔۔الخ"

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ مفسر نے یہ بتایا:۔

(۱) آیت اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ کا تعلق اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ سے،

(۲) یا بدل ہے من ینصرہ سے۔

یعنی دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ حکومت کے حقدار مظلوم مہاجرین ہیں۔

(۳) جب میں انہیں حکومت دوں گا تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ یعنی وہ مجسم دین ہوں گے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ انہیں حکومت دے کر ان کی کھلی کھلی مدد کروں گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا فرمایا مہاجرین کو حکومت عطا فرمائی۔ ان کی مدد فرمائی اور انہوں نے کفار عرب پر غلبہ پایا، بلکہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر غلبہ حاصل کیا۔

شیعہ مفسر کی اس صراحت کے باوجود شیعہ یہ کہا کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مکہ فتح ہوا، خیبر فتح ہوا، لہٰذا عہد نبوت میں ہی غلبہ حاصل ہو گیا۔ مگر شیعہ مفسر نے اس وعدہ کے ایفاء کی صورت تفسیر کے دوران یہ بیان کی۔ مہاجرین کو تسلط دے کر اللہ تعالیٰ نے صنادید عرب کے علاوہ قیصر و کسریٰ پر غلبہ عطا فرمایا۔ لہٰذا آیت اور تفسیر سے صاف ظاہر ہے کہ (۱) خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین ہیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے انہیں تمکین فی الارض عطا فرمائی (۳) ان کے عہد میں کفر کی بڑی بڑی حکومتیں مغلوب ہوئیں اور قرآن کریم کی آیت ھو الذی ارسل رسولہ...الخ کی تکمیل ہوئی۔ اسی بناء پر اہل السنت کا عقیدہ صداقتِ صحابہ پر ہے۔

اب اس آیت کی تفسیر امام جعفر صادق کی زبانی بیان کی جاتی ہے۔ کتاب فروع کافی ۵:۱۳ کتاب الجہاد، ایک طویل حدیث ہے جو صفحہ ۱۳ سے صفحہ ۱۹ تک چلی گئی ہے اس میں صحابہ کی فضیلت کا نقشہ ملاحظہ ہو۔

Scanned with Car

ابو عمر زبیدی نے امام جعفر سے سوال کیا کہ تبلیغ دین۔ دعوتِ دین اور جہاد فی سبیل اللہ ہر ایک مسلمان کے لئے جائز ہے یا کسی خاص جماعت کے لئے ہے؟ اس کے جواب میں امام نے یہ طویل بیان دیا۔

انما اذن للمومنين الذين قاموا بشرائط الايمان التى و صفناها وذلك انه لا يكون ماذونا فى القتال حتىٰ يكون مظلوما ولا يكون مظلوما حتىٰ يكون مومنا، ولا يكون مومنا حتىٰ يكون قائما بشرائط الايمان التى اشترط الله عز و جل على المومنين والمجاهدين فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز و جل كان مومنا حقا واذا كان مومنا كان مظلوما واذكان مظلوما كان ماذونا فى الجهاد لقوله تعالىٰ عز و جل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير. وان لم يكن مستكملا ،شرائط الايمان فهو ظالم..... فلمانزلت هذه الأية اذن للذين فى المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم. احل لهم جهادهم بظلمهم اياهم واذن لهم فى القتال فقلت فهذه نزلت فى المهاجرين بظلم مشركى اهل مكة لهم فمالهم فى قتالهم كسرىٰ و قيصر ومن دونهم من مشركى قبائل العرب .... ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله لهم فى ذٰلك وظلمهم كسرىٰ و قيصر ومن كان من دونهم من قبائل العرب والعجم بما كان فى ايديهم مما كان المومنون احق به منهم فقد قاتلوهم باذن الله عز و جل لهم فى ذٰلك وبحجة هذهٖ الأية يقاتل المومنون كل زمان و انما اذن الله عز و جل للمومنين الذين قاموا بما وصفها الله عز و جل من الشرائط التى شرطها الله على المومنين فى الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط فهو مومن وهو مظلوم وما ذون له فى الجهاد بذالك المعنى.

Scanned with Car

''ان مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ملی جو ان شرائط ایمان سے متصف تھے جو ہم نے بیان کی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جہاد کی اجازت اس وقت تک نہیں جب تک مظلوم نہ ہو۔ اور جب تک مومن نہ ہو مظلوم نہیں۔ اور مومن تب ہوتا ہے جب ان ایمانی اوصاف سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ نے مومن مجاہدین کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ جب ان شرائط میں مکمل ہوگیا تو مومن ہوگا۔ اور جب مومن ہوگا تو لازماً مظلوم ہوگا۔ اور مظلوم کو جہاد کی اجازت ملی ہے۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے کہ ان لوگوں کو جنگ کی اجازت دی گئی جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے اور جس میں یہ شرائط نہ پائی گئیں وہ خود ظالم ہے پس یہ آیت ان مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی جنہیں گھروں سے نکالا گیا۔ اور اہل مکہ نے انہیں گھروں سے نکالا اور مال چھینے تو اللہ تعالیٰ نے ان مظلوم مہاجرین کو جہاد کی اجازت دے دی۔ راوی کہتا ہے میں نے امام سے سوال کیا تو مکہ والوں نے تو ان پر ظلم کئے اس لئے مکہ والوں سے جنگ کرنے کی اجازت تو اس آیت سے ظاہر ہے، مگر انہوں نے قیصر و کسریٰ اور دوسرے عرب قبائل سے جنگ کس بناء پر کی تو امام نے جواب دیا کہ مہاجرین تو دو طرح سے مظلوم ہیں۔ اول اہلِ مکہ نے ان پر ظلم کیا، انہیں گھروں سے نکالا، ان کے مال ہتھیائے، اس وجہ سے اہلِ مکہ سے وہ لوگ باذن اللہ جنگ کرتے رہے۔ اور قیصر و کسریٰ قبائل عرب وغیرہ کا ظلم یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر ناحق قابض تھے ان کے مقابلے میں مسلمان اس کے زیادہ حقدار تھے۔ لہٰذا ان کے خلاف مہاجرین کی جنگ بھی باذن اللہ تھی اور ہر زمانے میں جو مومن ان شرائط کو پورا کرے گا وہ اسی آیت کی دلیل سے جنگ کریگا۔ جو شخص ان شرائط سے متصف ہے وہ مومن ہے وہ مظلوم ہے اسے کفار سے اسی بنا پر جہاد کی اجازت ہے۔''

مہاجرین کے ایمان، قتال فی سبیل اللہ اور مظلومیت کی تصدیق امام جعفر نے تو کر دی مگر

Scanned with Car

شیعہ کے سلطان العلماء مولوی سید محمد کی تسلی نہ ہوئی۔ چنانچہ اپنی کتاب تشئید المبانی میں لکھتے ہیں کہ:

(۱) اس حدیث سے مہاجرین کا ملک کسریٰ ایران، وقیصر روم و دیگر ممالک کفار پر تسلط ہونا تو ثابت ہوتا ہے۔ مگر اصحاب ثلاثہ کی خلافت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

(۲) خلفائے ثلاثہ چونکہ جناب امیر حضرت علیؓ کے مشورہ سے جہاد کرتے تھے۔ اس وجہ سے ماذون فی الجہاد تھے۔

(۳) اور یہ باتیں بھی اس حالت میں قابل تسلیم ہیں کہ تقیہ سے صرف نظر کر لیا جائے۔ مجتہد صاحب کا تیسرا سوال کہیئے یا تحقیق سب سے زیادہ لطیف ہے یعنی ہم کیسے تسلیم کریں کہ امام نے جو کچھ کہا وہ تقیہ کے طور پر نہیں کہا۔ یعنی مجتہد صاحب کو یقین نہیں کہ امام نے سچ بولا ہو۔ مگر اس بے یقینی کا نتیجہ تو یہی نکلا کہ امام کے دل میں کچھ اور تھا زبان سے کچھ اور ادا ہوا۔ پھر مجتہد صاحب امام کو نفاق سے کیونکر بری قرار دیں گے۔ کیا نفاق کے کوئی سینگ ہوتے ہیں۔ پہلے دو سوالوں کے جواب پیش کرنے سے پہلے وہ دس شرطیں ملاحظہ ہوں جن کی طرف امام نے یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ التی وصفناھا جب تک یہ اوصاف نہ ہوں گے آدمی مومن نہیں ہوگا۔

(۱) غیر اللہ کی عبادت نہ کرے۔ (۲) ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔

(۳) مسلمانوں کے لئے نرم دل اور کافروں کے لئے سخت ہو۔

(۴) اللہ کی رضا کا طالب ہو۔ (۵) ناحق قتل نہ کرے۔

(۶) زانی نہ ہو۔ (۷) اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہو

(۸) ہر حال میں شاکر ہو۔ (۹) نماز روزہ کا پورا پابند ہو۔

(۱۰) عبادت میں خشوع حاصل ہو۔

جب یہ اوصاف ہوں گے تو وہ مومن ہوگا۔ مظلوم ہوگا اور ماذون فی الجہاد ہوگا اور اذن للذین یقاتلون کی آیت ان مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی۔ مہاجرین نے باذن اللہ جہاد کیا۔

Scanned with Car

لہٰذا وہ کامل مومن ثابت ہے۔ پس یہ دس صفات ان میں لازماً ثابت ہوگئیں۔ جبھی تو نصرت خداوندی سے انہیں غلبہ بھی حاصل ہوا تسلط بھی ملا اور حکومت بھی ملی۔ اب مجتہد صاحب کے پہلے سوال پر غور کیجئے کہ اس آیت سے مہاجرین کا ماذون من اللہ ہونا اور ان کا تسلط ہونا تو ثابت ہے مگر خلافت خلفائے ثلاثہ مستفاد نہیں ہوتی۔

آدمی کو عقل عامہ سے اگر برائے نام بھی حصہ ملا ہو تو وہ سوچ سکتا ہے کہ عجیب بات ہے کہ مہاجرین کو تو تسلط باذن اللہ ملا۔ مگر مہاجرین کا حکمران اس تسلط سے محروم ہے۔ دنیا کا کوئی باہوش انسان یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ رعایا کو تو تسلط حاصل ہے، مگر راعی کو نہیں۔ کیوں نہیں؟ کیا رعایا اپنے حکمران سے بے نیاز ہو کر از خود جنگ کرتی رہی، اپنا ہی حکم چلاتی رہی یا حکمران کی اطاعت میں سب کچھ کیا۔ اگر حکمران کی ہدایت کے تحت ہی سب کچھ کیا تو حکمران کا مسلط ہونا اور ماذون ہونا کیوں مستفاد نہیں ہوتا، یا حکمران مہاجرین میں سے نہیں تھے؟ اگر تھے تو وہ اس اذن سے کیسے مستثنیٰ قرار دیئے گئے۔ مگر مجتہد صاحب بس صرف زور علم سے یہ بات کہہ گئے جو صرف اس زبان سے نکل سکتی ہے۔ جس کے ہوش ٹھکانے نہ ہوں۔ پس اس آیت سے مہاجرین خواہ رعایا ہو یا راعی سب کامل الایمان ماذون فی الجہاد ثابت ہوتے ہیں۔

دوسرا سوال اس سے بھی عجیب تر ہے کہ حضرت علیؓ کے مشورہ سے جہاد کرتے تھے۔ اس لئے ماذون تھے۔ اذن صیغہ مجہول ہے۔ اس کا فاعل یا نائب فاعل اللہ ہے یا حضرت علی ہیں؟ حضرت علی وزیر یا مشیر تھے تو دیکھنا یہ ہے کہ وزیر یا مشیر حکومت کا وفادار ہوتا ہے یا باغی، مطیع ہوتا ہے یا نافرمان؟ اگر وہ باغی نہیں تھے تو حضرت علی لازماً خلفائے ثلاثہ کے وفادار وزیر تھے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ اذن دے رہا ہے تو اس میں حضرت علی کے مشورہ کی کیا ضرورت؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ هذا کله اغضاء النظر من احتمال التقیته فی ذٰلک الحدیث یعنی یہ تمام جوابات اسی وقت درخور اعتنا ہیں جب تقیہ کے احتمال سے آنکھ میچ لی جائے۔ اس سے مجتہد صاحب کی مراد یہ ہے کہ امام نے تقیہ کیا۔ دل میں صحابہ کی تکذیب تھی او

Scanned with Car

زبان پر تصدیق تھی۔ اگر امام کے متعلق یہ صورت مان لی جائے تو امام کو نفاق سے بری کیونکر قرار دیا جائے گا۔ غرض اس تیسرے سوال کا ماحصل امام کی توہین کے بغیر کچھ نہیں۔ کتنے جری ہیں یہ لوگ جو ایسی مقدس ہستیوں پر اتنے بڑے بہتان باندھتے ہیں۔

خلاصہء بحث

(۱) مہاجرین کو اللہ کی طرف سے جہاد کی اجازت ملی اور وہ جہاد کرنے پر مامور ہوئے۔ آیت قرآنی اور امام جعفر کی حدیث سے اس کی وضاحت ہوگئی۔

(۲) مہاجرین کو اذن جہاد ملنا ان کے کامل الایمان ہونے کی دلیل ہے اور اس امر کا بین ثبوت ہے کہ وہ دین حق پر تھے۔ اور دین حق کی اشاعت کے لئے انہیں اذن جہاد ملا۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ کے عہد میں جو مہاجرین ان جہادوں میں مارے گئے وہ شہید ہوئے۔

(۳) باطل کے خلاف ان جنگوں میں صحابہ کو جو مال غنیمت ملا وہ حلال اور جائز ہوا۔

(۴) مہاجرین نے اسی دین کی تعلیم و تبلیغ و اشاعت کی جو انہیں نبی کریم ﷺ نے سکھایا تھا۔ اور ان کے دست حق پرست پر جو لوگ مسلمان ہوئے انہوں نے وہی دین حق قبول کیا جو صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ سے سیکھ کر انہیں پہنچایا۔

اس حقیقت کا اقرار تو علامہ نوری مجتہد شیعہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں کھلے الفاظ میں کیا ہے۔

وكون كثير من البلاد فتح في خلافة عمر وتلقين اصحاب تلك البلاد سنن عمر في خلافة نوابه رهبة و رغبة كما يلقنوا شهادة ان لا اله الا الله وان	اکثر ممالک خلافت فاروقی کے دور میں فتح ہوئے اور ان ممالک میں جس طرح شہادتین کی تبلیغ و اشاعت کی گئی اس طرح حضرت عمرؓ کے نائبین نے سنت عمرؓ کی تبلیغ کی اور اس دین

Scanned with Car

محمد رسول الله فنشاء عليها الصغير ومات عليها الكبير.	پر چھوٹوں نے نشو ونما پائی اور بڑوں نے وفات پائی۔

مجتہد شیعہ تسلیم کرتے ہیں عہد فاروقی میں جسقدر شہر فتح ہوئے ان میں دین عمرؓ پھیلایا گیا۔ یعنی وہی دین جس کی وجہ سے صحابہؓ کامل الایمان قرار پائے اور ماذون فی الجہاد ہوئے۔ تاکہ اس دین حق کو پھیلائیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ وہ دین حق وہی تھا جسے آج تک اہلِ سنت والجماعت نے سینے سے لگا رکھا ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ صحابہ کامل الایمان تھے۔ اس بناء پر اذن جہاد ملا۔ انہوں نے دین حق پھیلایا۔ دین شیعہ کا تو وجود ہی نہیں تھا۔ امام جعفر کی حدیث چونکہ قرآن کے موافق ہے اس لئے تائید کے طور پر پیش کی گئی۔ ورنہ اصل استدلال آیت قرآنی سے کیا گیا کہ دین حق وہی ہے جو مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔

Scanned with Car

باب دوم

آیات قتال مرتدین اور مذہب اہل سُنّت والجماعت

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ. ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ" عَلِيْمٌ"	اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔ مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے وہ کافروں پر جہاد کرتے ہونگے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت کا اندیشہ نہ کرینگے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا کریں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے بڑے علم والے ہیں۔
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ.	تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے۔
وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ	اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بیشک غالب ہے

Scanned with Car

ربط آیات

اس سے پہلے مومنوں کو اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمایا۔

يَـا أَيُّهَا الَّـذِيْـنَ آمَـنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْض وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ.	اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ انہی میں سے ہوگا۔

دوسری آیت کا ربط سابقہ آیات سے یہ ہے کہ تمہارے دوست تو اللہ اور رسول اور اہل ایمان ہیں نہ کہ اہل کتاب۔

اس کے بعد آنے والی آیت میں اس کی علت بیان فرمائی کہ یہ لوگ دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں یہ کب دوستی کے لائق ہیں۔

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا دِيْنَكُمْ هُـزُوًا وَّلَـعِبـا مِـنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ.	اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ۔

پھر دوسری علت بیان فرمائی کہ یہ تمہاری عبادات اذان وصلوٰۃ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

تفسیر آیات

آیت نمبر 1۔مخاطب اہل ایمان ہیں صحابہؓ ہیں انہیں بتایا گیا کہ تم میں سے جو مرتد ہوگیا انہیں سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ ایک قوم لاکھڑی کرے گا۔جس کے اوصاف یہ ہوں گے۔

(ا) اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب ہوں گے۔اللہ کو ان سے محبت ہوگی۔

(ب) انہیں رب العالمین سے محبت ہوگی۔

Scanned with Car

(ج) اہلِ ایمان کے حق میں نرم اور شفیق ہوں گے۔

(د) کافروں پر غالب ہوں گے اور ان کے حق میں سخت ہوں گے۔

(ر) وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

(س) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دیں گے۔ بس اپنی دھن میں مست ہوں گے۔

یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ جسے چاہے اس خدمت کے لئے انتخاب کرلے تاریخ نے اس حقیقت کے اظہار میں ذرہ بھر بھی بخل نہیں کیا کہ ان اوصاف کی حامل قوم خلفاء ثلاثہ اور ان کے متبعین کی جماعت تھی جو مرتدین کے خلاف جہاد کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص اس تاریخی حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے یہ دعویٰ کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ خلفائے ثلاثہ اور ان کے متبعین (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تو اس کا فرض ہے کہ اس آیت کا مصداق اس قوم کی، نشاندہی کرے جس میں مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہوں اور انہوں نے خلفائے ثلاثہ اور ان کے متبعین کے خلاف جنگ کرکے انہیں سزا دی ہو۔ ان کا قلع قمع کیا ہو۔ ظاہر ہے کہ تاریخ سے کسی ایسی قوم کا سراغ نہیں مل سکے گا۔ البتہ اس کے برعکس تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ یہ قوم صحابہ کرام ہی کی جماعت تھی جس نے خلفائے ثلاثہ کی قیادت میں مرتدین سے قتال کیا۔ ان کا قلع قمع کیا۔ لہٰذا اس آیت کا مصداق صرف خلفائے ثلاثہ اور ان کے متبعین کی جماعت ہے۔ اس حقیقت کا انکار صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو دن کو رات کہنے کی حماقت کرسکتا ہو۔

اگر یہ دعویٰ کردیا جائے کہ اس سے مراد حضرت علی ہیں تو الفاظ قرآنی اور تاریخی حقائق اس دعویٰ کی تردید کے لئے سامنے آجاتے ہیں۔ اول یہ کہ آیت کا مصداق قوم ہے۔ فسوف یاتی اللہ بقومٍ اور حضرت علی فرد واحد ہیں قوم نہیں۔ جو اس قوم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے قرآن نے ضمیر جمع استعمال کی ہے۔ یحبھم ، ھُمْ ضمیر کا مرجع فرد واحد نہیں ہوسکتا۔ پھر ان کی صفات میں سے ایک صفت اعزۃ علی الکافرین ہے کہ وہ کافروں پر غالب آئیں گے۔ مگر حضرت علی

Scanned with Car

نے خلفائے ثلاثہ کا عہد (بقول شیعہ) تقیہ کی اوٹ میں گزارا اور اپنے عہد خلافت میں کسی جنگ میں بھی کفار پر غلبہ حاصل نہیں کیا۔ جب کفار سے جنگ ہی کوئی نہیں کی تو کفار پر غلبہ کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق تو حضرت علی کسی برائی کے روکنے پر بھی قادر نہ ہو سکے۔ جیسا کہ روضہ کافی صفحہ ۵۱ پر ہے:

ثم اقبل بوجهه وحوله الناس من اهل بيته وخاصته وشيعة فقال قد عملت الولاة قبلي اعمالا خالفوا منها رسول الله متعمدين لخلافه وناقضين لعهده مفيدين لسنة ولو حملت الناس على تركها وحولتها الى مواضعها والى ماكانت فى عهد رسول الله ﷺ لتفرق عنى جندى حتى ابقى وحدى.

"خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی نے اپنے اہلِ بیت اور اپنے شیعہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پہلے خلفاء نے عمداً ایسے کام کئے جو نبی کریم ﷺ کی سنت کے سراسر خلاف ہیں۔ اب اگر میں ان اعمال میں تبدیلی کر کے سنت کے مطابق کروں تو ڈرتا ہوں کہ فوج میرا ساتھ چھوڑ دے گی اور میں تن تنہا رہ جاؤں گا۔"

ظاہر ہے کہ حضرت علی اپنے شیعہ کی ایسی "جانباز" فوج میں گھرے ہوئے تھے کہ کسی ایک حکم کو جسے وہ باطل سمجھتے تھے بدلنے کا اقدام نہیں کر سکتے ہیں تو ایسے بہادروں کے بل بوتے پر کفار سے جنگ کر کے ان پر غلبہ حاصل کرنے کی نوبت کیونکر آ سکتی تھی۔

ان حقائق کے باوجود شیعہ مفسرین نے ایک روایت کا سہارا لے کر حضرت علی کو اس آیت کا مصداق قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ علامہ فتح اللہ کاشانی نے اپنی کتاب منہج الصادقین میں اس آیت کے تحت یہ روایت نقل کی ہے۔ **لاعطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله** کہ خیبر کے دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس آدمی کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول ﷺ اسے دوست رکھتے ہیں۔ اس استدلال کے جواب میں چند امور قابلِ توجہ ہیں:

Scanned with Car

(۱) یہ حدیث خبر واحد ہے اور ہمارا استدلال ظاہر قرآن سے ہے۔

(۲) حدیث میں لفظ رجلاً ہے۔ رجل سے مراد قوم کبھی نہیں ہوتی۔

(۳) حدیث میں ضمیریں مفرد ہیں۔ آیت میں سب ضمیریں جمع کی ہیں۔

(۴) خیبر کی جنگ اہلِ کتاب کے ساتھ ہوئی۔ مرتدین کے خلاف نہیں ہوئی۔

(۵) خیبر میں فوج کشی نبی کریم ﷺ نے خود کی۔ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ مرتدین کے خلاف فوج کشی کرنے والی قوم غیر رسول ہوگی۔

لہٰذا اس خبر واحد کے سہارے آیت قرآنی کا مدلول حضرت علی کی ذات کو قرار دینا کسی پہلو سے بھی قابل اعتبار نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی اس آیت کے مصداق اس بناء پر ہیں کہ انہوں نے جنگ جمل اور صفین میں ان اوصاف کا مظاہرہ کیا۔

یہ دعویٰ بھی کئی وجوہ سے باطل قرار پاتا ہے۔ مثلاً

(۱) حضرت علی کے مقابل اہل قبلہ تھے۔

(۲) حضرت علی نے واضح الفاظ میں اعلان کیا کہ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں نہ ان کا ایمان مجھ سے زیادہ ہے اور نہ میرا ایمان ان سے زیادہ ہے۔ لہٰذا آیت کا مصداق نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۳) بفرضِ محال کالشریک الباری یہ مان لیں کہ امیر معاویہ باغی تھے تو قرآن کریم باغی کو مومن کہتا ہے۔ **وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی۔**

پس یہ جنگ تو جنگ فتنہ ہوگی۔ مرتدین کے مقابلے میں جہاد فی سبیل اللہ کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا۔ یہاں ایک اور نکتہ قابل غور ہے۔

بقول شیعہ خلفائے ثلاثہ نے دین کو خراب کیا۔ قرآن کی تحریف کی سنت رسول ﷺ کو برباد

Scanned with Car

کیا پھر بھی حضرت علی نے ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی اور امیر معاویہ پر تو ان میں سے کوئی بہتان بھی نہیں لگایا گیا پھر ان کے خلاف تلوار کیوں اٹھائی گئی۔ ممکن ہے کوئی معقول وجہ بتائی جاسکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس پہلو سے بھی حضرت علی کو اس آیت کا مصداق نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ہاں خلفائے ثلاثہ اس آیت کے مصداق ثابت ہوگئے۔ مرتدین کے خلاف انہوں نے ہی تلوار اٹھائی، ان پر غلبہ حاصل کیا، ان کا قلع قمع کیا، کسی قسم کی ملامت کی پروانہ کی۔

علمائے شیعہ کے نزدیک آیات کی تفسیر

اب ہم اس آیت کی تفسیر شیعہ کتب تفسیر سے بیان کرتے ہیں۔

۱۔ منہج الصادقین ۳:۲۴۸

''در تاریخ مذکوراست کہ سیزدہ قبائل از اسلام مرتد شدند۔ سہ در آخر عہد رسول اللہ ﷺ ....وقتل اسود در شبے واقع شد کہ در صبح آں رسول اللہ ﷺ بجوار رحمت ایزدی پیوست۔''	تاریخ میں ذکر ہے کہ ۱۳ قبائل مرتد ہوئے ان میں سے تین تو حضور اکرم ﷺ کے عہد کے اواخر میں مرتد ہوئے اور اسود کا قتل اس رات واقع ہوا جس کی صبح کو حضور ﷺ کا وصال ہوا۔

طلیحہ پر عہد نبوی میں حملہ ہوا، مگر وہ زمانہ صدیقی میں مسلمان ہوا۔ اب رہا مسیلمہ کذاب کا معاملہ تو اس کے متعلق علامہ کاشانی لکھتے ہیں:

''وبعد ازاں رسول خدا بیمار شد وبجوار ایزدی پیوست وکار مسیلمہ قوت گرفت وابوبکر چوں بخلافت بنشت خالد ولید را با جماعتے بجانب خیبر فرستاد تا اورا مقہور کردند۔''	اور اس کے بعد رسول کریم ﷺ بیمار ہوگئے اور پھر حضور ﷺ کا وصال ہوگیا اس دوران مسیلمہ نے قوت پکڑلی جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے انہوں نے خالد بن ولیدؓ کو ایک جماعت دیکر خیبر کی طرف بھیجا انہوں نے یہ بغاوت فرو کی۔

یعنی صدیق اکبرؓ نے مسیلمہ کا خاتمہ کیا جو کام نبی کریم ﷺ نے شروع کیا اس کی تکمیل ان کے سچے جانشین ابوبکر صدیقؓ نے کردی۔ اسی صفحہ ۲۴۸ پر آگے لکھتے ہیں۔

Scanned with Car

"دور عہد ابوبکر ہفت قبیلہ مرتد گشتند۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں سات قبیلے مرتد ہوئے۔

پھر صفحہ ۲۴۹: حق تعالیٰ شر ایشاں را کفایت کردو بردست "مسلمانان" بقتل آمدند۔"	اللہ تعالیٰ نے ان کے شر کو دور کیا اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

یعنی ان سات مرتد قبائل کا قلع قمع صدیق اکبر نے کیا۔ ثابت ہوا کہ یہی وہ لوگ تھے یہی وہ قوم تھی جن کی صفات آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ پھر اسی صفحہ پر ہے:

"در زمانہء عمر غسان قوم جبلہ بن ایلم نصرانی شدہ۔"	حضرت عمرؓ کے عہد میں قبیلہ غسان نصرانی ہوگیا جو جبلہ بن ایلم کا قبیلہ تھا۔

یعنی عہد فاروقی میں مرتدین کی سرکوبی حضرت فاروق نے کی۔ لہٰذا مفسر شیعہ نے تسلیم کرلیا کہ آیت مذکورہ کا مصداق شیخین ہوئے اور ان اوصاف کے حامل بھی یہی قوم تھی جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے۔ بلکہ آگے چل کر یہی مفسر واضح الفاظ میں اعتراف کرتا ہے۔

"نقل کردہ اند کہ آیت دربارہ ابوبکر است و اصحاب او کہ با اہل ردہ کارزار کردند۔"	نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت ابوبکرؓ اور انکے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مرتدین سے جنگ کی

لیجئے اب شک یا تاویل کی گنجائش کہاں باقی رہی۔ مگر اس کے باوجود آدمی جب بہکنے لگے تو اسے کون روکے۔ چنانچہ تفسیر قمی میں علی ابن ابراہیم قمی نے لکھا ہے کہ یہ آیت امام مہدی کے حق میں نازل ہوئی۔ دلیل یہ دی ہے کہ آیت میں "سوف" کا لفظ ہے جو استقبال کو چاہتا ہے۔ بعد والا زمانہ مراد ہے۔ لہٰذا اس کے مصداق امام مہدی ہونگے۔

حیرت ہے کہ مفسر صاحب کی نگاہ "من یرتد منکم" پر کیوں نہ رکی۔ کہا یہ جارہا ہے کہ تم حاضرین میں سے جو مرتد ہوں گے ان کی سرکوبی کے لئے ایک قوم کھڑی کی جائے گی۔ تو کیا اُس زمانہ کے مرتدین امام مہدی کے زمانہ تک زندہ رہیں گے اور ان کے زمانہ میں ارتدار کا اظہار کریں گے؟

Scanned with Car

دوسرا جواب یہ کہ یہ آیت حضرت علیؓ کے حق میں نازل ہوئی۔انہوں نے صفین اور جمل دو جنگیں لڑیں۔اس پر بحث ہو چکی، مگر ایک دو باتیں مزید بتا دینا مناسب ہے۔

(۱) صاحب تفسیر منہج الصادقین نے حضرت علیؓ کے متعلق لکھا ہے:

ہم چنانکہ درزمانہ رسول علیہ السلام با کفار حرب کرد و بعد از فوت آں حضرت نیز با فجار جہاد کرد۔(۲۵۳:۳)"	رسول کریم علیہ السلام کے زمانے میں جس طرح حضرت علیؓ نے کفار کے ساتھ جنگ کی اسی طرح حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد فاجروں کیساتھ جہاد کیا۔

ان دو جملوں میں شیعہ مفسر نے دو امور کا اعتراف کیا۔اول یہ کہ حضرت علیؓ نے حضور اکرم علیہ السلام کے بعد کفار کے ساتھ کوئی جنگ نہیں کی۔دوم: یہ کہ آپ کی جنگیں ان مسلمانوں کے خلاف تھیں، جنہیں شیعہ مفسر فاجر کہتا ہے۔یعنی کافروں یا مرتدوں کے خلاف حضرت علیؓ نے کوئی جنگ نہیں کی۔

پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ:

"نیز روزے صحابہ را فرمود کہ منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ.	حضور علیہ السلام نے ایک روز صحابہؓ سے فرمایا "تم میں سے وہ لوگ ہونگے جو قرآن کی تفسیر و تاویل کے بارے میں اسی طرح جنگ کریں گے جسطرح میں نے قرآن کی تنزیل کے بارے میں جنگ کی"

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق خلفائے ثلاثہ ثابت ہوئے وہ اور ان کے متبعین ان اوصاف کے حامل قرار پائے، جو آیت میں درج ہیں اور خلفائے ثلاثہ ہی اذلۃ علی المومنین اور اعزۃ علی الکافرین ثابت ہوئے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور مذہب اہلِ سنت کی حقانیت اس آیت سے ثابت ہوگئی۔

آیت نمبر۲ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ............ الخ.

ربط آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ آیات یہود و انصاریٰ سے ترک موالات کے سلسلہ میں

Scanned with Car

نازل ہوئیں، جہاں تک شان نزول کا تعلق ہے یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت کے حق میں نازل ہوئیں جب انہوں نے یہود و نصاریٰ سے دوستی ترک کی۔

تفسیر ابن کثیر ۲:۱۷۔

وقد تقدم فی الاحادیث التی اوردناها ان هذه الایات کلها نزلت فی عبادة بن الصامت رضی الله عنهٗ حین تبرأ من حلف الیهود. ورضی بولایة الله ورسوله والموء منین.	ہماری بیان کردہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا ہے کہ ساری آیتیں عبادہ بن الصامتؓ کے حق میں نازل ہوئیں جب یہود کے حلیف ہونے سے براءت کا اظہار کیا اور اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ دوستی رکھنے پر راضی ہوئے۔

شیعہ کا دعویٰ ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ کے حق میں نازل ہوئی پھر اور یوء تون الزکوٰۃ وهم راکعون کی تائید میں وہ روایات پیش کرتے ہیں جن میں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے حالت نماز میں انگشتری بطور زکوٰۃ دے دی۔ ان روایات کی حقیقت علامہ ابن کثیر سے سنیئے۔ (تفسیر ابن کثیر ۲:۱۷)

ولیس یصح شیء منها بالکلیة لضعف اسنادها وجهالة رواتها ورجالها.	یعنی جو روایات حضرت علی کی انگشتری کے متعلق بیان ہوئیں ان میں کوئی ایک بھی صحیح نہیں۔

ان کے اسناد ضعیف، راوی مجہول ہیں۔ ان میں نکارت و جہالت ہے۔

آیت قرآنی کا مفہوم واضح ہے حضرت عبادہ سے کہا گیا ہے کہ تمہارے دوست اللہ و رسول ﷺ اور مومنین ہیں جو خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں وہی دوستی کے لئے کافی ہیں۔ مگر ضعیف روایات کا سہارا لے کر اس آیت کا سلسلہ حضرت علیؓ کی ذات سے جوڑا جاتا ہے۔ مگر اس کا انداز ذرا ملاحظہ ہو۔

(۱) منہج الصادقین ۳:۲۵۱

رسول اللہ ﷺ نے سائل سے پوچھا کہ کچھ ملا تو جواب دیا ہاں چاندی کی انگوٹھی۔

Scanned with Car

سائل کے جواب کے الفاظ یہ ہیں "گفت نعم خاتم من فضہ داد"۔

(۲) منہج الصادقین ۳:۲۵۸۔

وخاتم عقیق خودرا کہ درانگشت مبارک داشت بہ سائل داد۔	عقیق کی انگوٹھی جو آپ کی انگلی میں تھی سائل کو دے دی

(۳) مناقب شہر بن آشوب ۳:۴

هل اعطاك احد شيئاً قال نعم خاتم فضه فى رواياته خاتم من ذهب	پوچھا کیا کسی نے تمہیں کچھ دیا ہے کہنے لگا ہاں چاندی کی انگوٹھی اور روایت میں ہے سونے کی انگوٹھی

(۴) تفسیر صافی ۲:۴۵۰

وكان امير المومنين فى صلوٰة الظهر وقد صلى ركعتين وهو راكع و عليه حلة قيمتها الف دينار.	اور حضرت علیؓ نماز ظہر پڑھ رہے تھے دو رکعتیں پڑھ چکے تو رکوع میں تھے اور ان پر ایک چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔

(۵) اصول کافی صفحہ ۱۷۷۔ امام جعفر سے روایت ہے:

فجاء السائل فقال السلام عليك يا ولى الله واولى بالمومنين من انفسهم تصدق على مسكين فطرح الحلة اليه واما بيده ان احمل	سائل آیا اور کہا اللہ کے ولی اور جسے مومنوں پر ان کی ذات سے بھی زیادہ اختیار ہے تم پر سلام اس مسکین کو صدقہ دے۔ تو آپ نے چادر اس کی طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اٹھا لے۔

اس روایت سے کئی نکات ظاہر ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ سائل نے حضرت علی کو اس وصف سے مخاطب کیا جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کا بیان فرمایا کہ:

"النبى اولى بالمومنين من انفسهم" تو معلوم ہوا کہ حضرت علی سائل کے نزدیک نبی تھے، بلکہ النبی تھے۔ جن کے متعلق اللہ نے قرآن میں یہ الفاظ بیان فرمائے۔

Scanned with Car

دوم یہ ہے کہ سائل ایسا بدتمیز تھا کہ اتنا انتظار بھی نہ کیا کہ آپ نماز سے فارغ ہولیں

سوم یہ کہ حضرت علی نے اپنے رب سے تعلق معطل کیا اور مخلوق کی طرف متوجہ ہو گئے۔

چہارم یہ کہ نماز کی حالت میں چادر اتاری اور سائل کی طرف پھینک دی۔

پنجم یہ کہ پھر اسے اشارہ کیا کہ چادر اٹھالے۔ واقعی کیا عجب نماز تھی۔

کیا حضرت علی کا عبادت کرنے کا یہی انداز تھا؟

(٦) مجمع البحرین و مطلع النیرین صفحہ ۹۲ حاشیہ پر لفظ ولاء.........

روی عن الصادق ان الخاتم الذی تصدق به امیر المومنین وزن حلقته اربعة مثاقیل فضه ووزن فصّه خراج الشام ستة مأته جمل فضة. واربعة احمال من الذهب وهو بطوار بن الحران قتله امیر المومنین واخذ الخاتم من اسبعته	امام جعفر صادق سے روایت مروی ہے کہ جو انگوٹھی حضرت علی نے صدقہ میں دی تھی اس کے حلقہ کا وزن چار مثقال چاندی کے برابر تھا اور اس کے نگینہ کا وزن شام کے خراج کے برابر یعنی ۶۰۰ اونٹ کے بوجھ کے برابر چاندی اور چار اونٹوں کے بوجھ کے برابر سونا اور وہ انگوٹھی حضرت علی نے ایک کافر بطوار بن الحران کو قتل کر کے اس کی انگلی سے اتاری تھی۔

امام جعفر صادق کی اس روایت میں تو وہ کمال دکھایا ہے کہ باید و شاید مثلاً

ا: خاتم کے حلقہ کا وزن چار مثقال چاندی تھا۔

ب: خاتم کے نگینہ کا وزن شام کے خراج کے برابر تھا۔ یعنی ۶۰۰ اونٹ چاندی اور چار اونٹ سونے کے وزن کے برابر سونا۔

(ج) یہ انگشتری ایک کافر طوار بن حران کی انگلی میں تھی۔ کتنا دیو ہیکل وہ کافر ہوگا۔ جس کی ایک انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کے نگینہ کا وزن ۶۰۴ اونٹ کے بوجھ کے برابر تھا۔

Scanned with Car

کون کہہ سکتا ہے کہ وہ انسان ہوگا جس نے انگلی میں اتنا بوجھ اٹھا رکھا تھا۔

(د) حضرت علی نے اسے قتل کیا اور انگوٹھی اتار کے خود پہن لی۔ مال غنیمت سمجھا ہوگا۔ مگر تاریخ میں کسی ایسے واقعہ کا سراغ نہیں ملتا کہ کسی تصادم میں حضرت علی نے اس نام کے کسی کافر کو قتل کیا اور مال غنیمت کے طور پر اس کی انگوٹھی اپنے قبضہ میں لے لی اور ظاہر ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے عہد کی بات ہے جس میں مال غنیمت کی تقسیم خود نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

(ر) کوئی ماہر ریاضیات اس معمہ کو حل کر کے دکھائے کہ ایک انسان جو نبی کریم ﷺ کے دور کا ہوا اپنے ہاتھ کی انگلی میں ۶۰۴ اونٹوں کے بوجھ کے برابر وزنی انگوٹھی لٹکائے پھرے۔

(س) یہ کوئی خواب نہیں بیان ہو رہا۔ بلکہ امام جعفر صادق کی روایت ہے جو اس عالم ناسوت میں عالمِ بیداری سے تعلق رکھتی ہے۔

(ص) حضرت علی نے وہ انگوٹھی اپنی انگلی میں کس نیت سے پہنی اگر زینت مقصد تھا تو یہ ناجائز ہے۔ اور اگر اتباع سنت مقصد تھا تو حضور ﷺ نے کب ایسی انگوٹھی پہنی اور دور نبوی ﷺ میں حضرت علی کو کب یہ ضرورت تھی کہ حکمناموں پر مہر کرنے کے لئے انگوٹھی پہنتے۔ یعنی جس کے نگینہ کا وزن ۶۰۴ اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو۔ چنانچہ

استبصار ۲:۱۸۹

یجوز لیس الخاتم اذ کان القصد السنت بدون ان یکون القصد به الزینة	اگر اتباع سنت کی نیت ہو زینت مقصد نہ ہو تو انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

اور فروع کافی ۶:۴۶۸

عن ابی عبدالله علیه السلام قال قال رسول الله ﷺ لامیر الموء منین لا	ابو عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے امیر المومنین سے فرمایا سونے

Scanned with Car

تختم بالذهب فانه زينتك فی الآخرة.	کی انگوٹھی نہ پہننا وہ تمہارے لئے آخرت میں زینت ہوگی۔
قال امیر المومنین علیه السلام لا تختموا بغیر الفضه وعن ابی عبدالله قال لا تجعل فی یدک خاتما من ذهب	امیر المومنین نے فرمایا چاندی کے بغیر کوئی انگوٹھی نہ پہنو۔ اور امام جعفر سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی نہ پہننا۔

تفسیر صافی صفحہ ۴۵۱

ویمکن التوفیق بین ماروواہ فی الکافی ان المصدقه به کان حلة و بین ما رواہ غیرہ ...... انه خاتم لعله تصدق فی نوعه مرة بالحلة واخری بالخاتم.	اصول کافی کی روایت کو چادر صدقہ میں دی تھی اور دوسروں کی روایت کہ وہ انگوٹھی تھی۔ ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ایک بار چادر دی، دوسری مرتبہ انگوٹھی دی۔

ان روایات کا سرسری جائزہ لیجئے:

(۱) انگوٹھی عقیق کی تھی: (۲) انگوٹھی چاندی کی تھی۔

(۳) انگوٹھی نہیں چادر تھی۔ (۴) انگوٹھی چاندی کی تھی یا سونے کی تھی۔

(۵) انگوٹھی نہیں چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔

(۶) چادر تھی جو نماز کی حالت میں پھینک دی گئی۔

(۷) انگوٹھی چاندی کی تھی جس کے حلقے کا وزن ۴ مثقال اور نگینہ کا وزن ۶۰۴ اونٹ کے بوجھ کے برابر تھا جو ایک کافر نے پہن رکھی تھی اور حضرت علی نے اسے قتل کر کے اس کے ہاتھ سے اتار لی۔

ان متضاد بیانات اور ناممکن الوقوع حالات میں سے حقیقت تلاش کیجئے ممکن ہے کسی نکتہ سنج کو حقیقت کی کوئی جھلک نظر آجائے۔ آخر دنیا میں کیا نہیں ہوتا۔

Scanned with Car

آیئے دیکھیں کہ وہ سائل کون تھا جو تاجری اور موقع شناس واقعہ ہوا ہے۔

اصول کافی صفحہ ۱۷۸ اور تفسیر صافی صفحہ ۲: ۴۵۰

والسائل الذی سأل امیر المومنین علیه السلام من الملائکة. (وہ سائل فرشتہ تھا)

اور الصافی شرح اصول کافی ۳: ۲۹۷ پر خلیل قروینی نے لکھا ہے۔

سائل کہ سوال کرد امیر المومنین را از ملائکہ بود۔

زکوٰۃ وصدقہ شریعت کی رُو سے صرف دے دینا کافی نہیں، بلکہ صحیح محل پر دینا ضروری ہے۔ ورنہ وہ صدقہ مقبول نہیں، مردود ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؓ عالم ما کان و ما یکون تھے تو کیا انہیں علم نہ ہوا کہ یہ فرشتہ ہے، انسان نہیں۔ اور اگر علم ہو گیا تو کیا انہیں شریعت کے متعلق اتنی واقفیت بھی نہ تھی کہ فرشتہ کو اس کی احتیاج نہیں لہٰذا یہ محل صدقہ نہیں اور کیا انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ یہ عمل مقبول نہیں اگر علم تھا تو یہ نیکی شمار ہو گا یا فعل عبث۔ ظاہر ہے کہ غیر محل پر صدقہ دینا فعل عبث ہے، ناجائز ہے، نامقبول ہے، کوئی نیکی نہیں۔ تو ایسا فعل حضرت علی کی فضیلت کا باعث کیونکر بنا؟

اب آیئے آیت کے چند الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ آیت میں دوستی کے قابل اہلِ ایمان کے اوصاف میں سے دو وصف بیان ہوئے ہیں۔ یقیمون الصلوٰة ویوءتون الزکوٰة.

جس طرح اصطلاح شریعت میں صلوٰۃ ایک خاص مقررہ ہیئت سے عبادت کرنے کا نام ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی اصطلاح شریعت میں اس صدقہ کو کہتے ہیں جو اس مال کا اڑھائی فیصد ہے جو آدمی کے پاس سال بھر جمع رہے۔ اگر زکوٰۃ کا مدلول انگوٹھی یا چادر ہے تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ حضرت علی کے پاس حضور ﷺ کے زمانے میں کبھی نصاب کے مطابق مال جمع بھی رہا ہے۔ پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ اگر ایک ہزار دینار کی چادر تھی تو کتنے مال کا اڑھائی فیصد بنتا ہے۔ اگر ان کے پاس مال ہی نہ تھا تو زکوٰۃ کس کی، اگر زکوٰۃ نہیں تھی تو آیت قرآنی کا مدلول کیونکر بنا۔

Scanned with Car

حضورﷺ کے زمانے میں تو حضرت علی کے تمول کے حالت یہ بیان ہوئی ہے کہ نکاح کے وقت سارا خرچ حضرت عثمان نے دیا۔ ان کے پاس لے دے کے صرف ایک زرہ تھی اور آپ کے عہد خلافت کی حالت اصول کافی باب سیرۃ الامام میں یوں درج ہے:

"عن حماد بن عثمان قال حضرت ابا عبدالله عليه السلام فقلت له اصلحک الله ذکرت ان علی بن ابی طالب کان یلبس الخشن یلبس القمیض باربعة دراهم وما اشبه ذالک ونری علیک اللباس الجدید فقال له ان علی ابن ابی طالب کان یلبس ذٰلک فی زمان لا ینکر علیه ولو لبس مثل ذٰلک الیوم شهر به فخیر لباس کل زمان لباس اهلة."

"خلاصہ یہ کہ امام جعفر نے تصدیق کی حضرت علی ایک روپیہ یا کم وبیش قیمت کی قمیض پہنا کرتے تھے۔ تو ایک ہزار دینار طلائی کی قیمت کی چادر کس مال کی زکوٰۃ کے طور پر دے دی"۔

یہ تو بالکل گورکھ دھندا سا بن جاتا ہے کاش کوئی اسے حل کر سکے۔

خاتم کے واقعہ میں مزید رنگ بھرنے کے لئے شیعہ کتب میں تقابل بیان ہوا ہے۔ اس کا جائزہ لینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر صافی ۲:۴۵۲

"روی عن عمر ابن الخطابؓ انه قال والله لقد تصدقت باربعین ختما وانا راکع لینزل فی ما نزل فی علی فما نزل".

"یعنی حضرت عمرؓ نے حالت رکوع میں چالیس انگشتریاں صدقہ کیں کہ میرے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہو جائے۔ جیسی حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی مگر ناکامی ہوئی۔"

Scanned with Car

اور تفسیر منہج الصادقین ۲:۲۶۳

''چوں صحابہ آنرا دید ہر کس کہ انگشتری داشت صدقہ بداد چہار صد انگشتری باعرابی رسید اعرابی شاد شد۔''

''صحابہؓ نے حضرت علیؓ کی ریس کرتے ہوئے انگشتریاں صدقہ میں دے دیں اور اس طرح بدو کو ۴۰۰ انگشتریاں مل گئیں۔''

(یہ نہیں بتایا کہ صحابہ نے بھی اپنے حق میں آیت نازل ہونے کے لئے یہ کام کیا تھا یا ویسے ہی ان کا جذبہء ایثار جوش میں آ گیا۔)

تقابل تو خوب ہے مگر اس سے کئی اور نتائج بھی نکلتے ہیں۔ مثلاً

(۱) حضرت عمرؓ کے حق میں آیت نازل نہ ہوئی۔ بھلا کیونکر ہو سکتی تھی۔ ان کی انگوٹھی ۶ ماشہ کی نہیں تو ایک تولہ کی ہوگی۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتی۔ ۶۰۴ اونٹوں کے بوجھ کے برابر یا اس سے زیادہ وزنی ہوتی تو نزول آیت کی توقع کرنا بھی بجا تھا۔ ایک ننھی منّی انگوٹھی خواہ وہ تعداد میں چالیس سہی آدھ سیر سے زیادہ پھر بھی نہیں ہو سکتی۔ اس پر آیت کے نزول کی امید رکھنے میں کیا تک ہے۔

(۲) حضرت عمرؓ کی وہ انگوٹھیاں اپنی ذاتی ہونگی کسی کافر کے ہاتھ سے اتار کے دیتے تو کوئی بات بھی تھی۔ پھر یہ کہ انہوں نے صدقہ دیا زکوۃ تھوڑی ہی دی اور اگر زکوۃ دیتے تو اس مال کی دیتے جو ان کے پاس سرے سے موجود ہی نہ ہوتا۔ تب ممکن ہے آیت نازل ہو جاتی

(۳) صحابہ کا صدقہ اعرابی کو ملا یعنی شرعاً اپنے محل پر صرف ہوا۔ لہٰذا مقبول ہوا اور حضرت علی نے زکوۃ دی فرشتے کو ظاہر ہے غیر محل پر صرف ہوئی اور غیر محل پر زکوۃ کب مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے صدقہ مقبول اور غیر مقبول کا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خاتم یا حلہ کا واقعہ فرضی ہے اس کا سارا تانا بانا فرضی ہے اور کسی صورت

Scanned with Car

میں آیت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا اور یہ کہنا کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی محض افسانہ ہے۔

اہل سنت نے جہاں کہیں ایسی روایات کا ذکر کیا ہے ان میں راوی لازماً شیعہ یا مجہول ہے وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں وضاحت کردی ہے۔ پھر ان روایتوں میں سائل کا فرشتہ ہونا کہیں مذکور نہیں۔

سائل کے متعلق ایک اور موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ وہ فرشتہ امتحان کے لئے آیا تھا۔ یہ موقف دو اعتبار سے بودا نظر آتا ہے۔ اول جب مدعیان کو یہ تسلیم ہے کہ حضرت علی معصوم ہیں۔ عالم ما کان و مایکون ہیں تو امتحان کا مقصد کیا ٹھہرا۔

دوم یہ کہ امتحان کے لئے جن مواقع پر فرشتوں کا آنا فرض کرلیا گیا ہے وہاں تو فرشتوں نے کوئی دنیوی چیز اپنے قبضہ میں نہیں کی، مگر یہ فرشتہ تو انوکھا نکلا کہ چادر یا انگوٹھی لے کر چلتا بنا۔ نہ جانے انہیں کہاں پھینکا ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں فرشتے کے کام کی تو تھیں نہیں۔ چادر یا انگوٹھی آدمی کے کام تو آنہ سکی کیونکہ سائل فرشتہ تھا۔ اور فرشتے کے لئے بیکار تھی کہ اسے احتیاج نہیں تھی۔ اللہ جانے رکوع کی حالت میں دی ہوئی زکوۃ کس کھاتے لگی۔

ربط آیات اور شان نزول بیان کرنے کے بعد اب اس آیت کی تفسیر کا ذکر کرنا ضروری ہے چونکہ انما ولیکم اللہ سے لے کر ان حزب اللہ ھم الغالبون تک ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے۔ اس لئے ان دو آیات کی تفسیر یک جا بیان کی جاتی ہے۔

دوسری آیت کے آخر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والوں کو حزب اللہ کیا گیا ہے اور ان کے غلبہ کا یقینی ہونا تاکید سے بیان ہوا ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے حزب اللہ کا سرٹیفکیٹ اللہ ورسول ﷺ سے محبت اور ان کی اتباع کی بناء پر دیا گیا۔ لہٰذا رسول ﷺ کے غلبہ میں تو شبہ ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو رسولوں کے غالب رہنے کی بار بار خبر دی ہے اور دوسری طرف کسی رسول کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ وہ مغلوب یا اپنے مشن میں ناکام

Scanned with Car

رہا ہو، چنانچہ ارشاد باری ہے:

۱. وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ اَرْضِنَا اَوْلَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْد. وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ	اور کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے، یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔ پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لئے) وحی نازل فرمائی کہ ان ظالمون کو ضرور ہلاک کردیں گے۔ اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس زمین پر آباد رکھیں گے اور یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے وعید سے ڈرے۔
۲. وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ.	اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جائیں گے اور (ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔
۳. وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلاً اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوْهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ.	اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبران کی قوموں کے پاس بھیجے اور ان کے پاس دلائل لے کر آئے۔ سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے اور اہلِ ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

Scanned with Car

٤. اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ. وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْم.	ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والونکی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (فرشتے جو اعمالنامے لکھتے تھے) کھڑے ہوں گے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکیم ہے۔
٦. اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَالَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ	اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی بھی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے (اور غالب کردے)
٧. اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ. كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ. اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ. لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ	ان پر شیطان نے پورا تسلط کرلیا ہے سو اس نے ان کو اللہ کی یاد بھلادی۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے۔ خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں یہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اوان کو

Scanned with Car

الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِنْهُ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔	ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے۔ خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

تفسیر ابن کثیر ۲:۷۱ میں اسی حقیقت کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

فکل من رضی بولایة الله ورسوله والمومنین فهو مفلح فی الدین والاخرة ومنصور فی الدنیا والاخرة ولذا قال ومن یتول الله رسوله والذین امنوا فان حزب الله هم الغالبون.	اور ہر وہ شخص جو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی دوستی پر راضی ہوگیا وہ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والا ہے اور دنیا اور آخرت میں مدد پانے والا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ، اس کے رسول اور اہلِ ایمان سے دوستی رکھے گا سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب رہے گا۔

ان آیات میں سابقہ رسولوں اور ان کے متبعین کو غلبہ کی بشارت دی گئی ہے، بلکہ یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے اور ساتویں آیت میں تو وضاحت سے دو جماعتوں کا ذکر ہے ایک حزب اللہ اور دوسری حزب الشیطان۔ رسولوں اور ان کے متبعین کی جماعت ہی حزب اللہ ہے اور اسی کے لئے غلبہ مقدر ہو چکا ہے۔ اس جماعت کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔

(۱) یہ جماعت ہمیشہ غالب رہے گی۔

(۲) انکی محبت اور دوستی اللہ و رسول ﷺ کے بغیر کسی سے نہ ہوگی مقابلے میں خواہ ماں باپ ہوں یا اقرباء۔

(۳) وہ جماعت اللہ کی پسندیدہ ہے اور اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔

Scanned with Cam

(۴) ان کے دل قرآن کے نور سے منور ہوں گے۔

(۵) یہ جماعت جنتی ہے۔

اس عمومی قانون کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ.	وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (اسلام) دیکر (دنیا میں) بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔

اور حضور ﷺ کے متبعین کو حکم دیا:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ	اور تم ان (کفار) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ غلبہ اجتماعی قوت سے ہوتا ہے اور اجتماعی قوت کا مدار اتحاد و اتفاق اور باہمی الفت پر ہے لہٰذا حضور ﷺ کی بعثت کے دوران یہ مقصد بیان ہوئے حضور ﷺ نے قبائل عرب میں ایسا اتحاد قائم کیا۔ جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ اوس وخزرج جو صدیوں سے آپس میں برسر پیکار تھے ایسے شیر و شکر ہوئے کہ دوئی کا نشان مٹ گیا۔ اور اجتماعی قوت کا اظہار غزوہ تبوک تک اس انداز میں ہوا کہ آج تک ارباب سیاست انگشت بدنداں ہیں مگر عملاً یہ تمام پیشگوئیاں خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پوری ہوئیں۔ اس وقت کی منظم اور جابر حکومتوں ایران وروم کو خلفائے ثلاثہ نے مغلوب کیا۔ لہٰذا یہی جماعت حزب اللہ ہے۔ ان آیات کی مصداق یہی جماعت ہے۔ ان کا ہاتھ رسول ﷺ کا ہاتھ ہے جس نے کفر کی کمر توڑ کے رکھدی اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی عملی تفسیر کر کے دنیا کو دکھادیا۔ تمام صحابہ اور اہل بیت کی جماعت حزب اللہ ہے جس نے خلفائے ثلاثہ کی قیادت میں کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کی عملی تفسیر کر کے دکھادی۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے۔ اور ان آیات کا مصداق یہی ہے۔ لہٰذا دین حق مسلک اہل سنت والجماعت یہی ہے۔

Scanned with Car

ان آیات کی روشنی میں مذہب شیعہ کے عقائد کا جائزہ لیا جائے تو عجیب مایوسی ہوتی ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ سلمان فارسیؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ کے سوا سب صحابہؓ مرتد ہو گئے۔ اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو نبی کریم ﷺ کی کامیابی کا ثبوت کہاں سے لائیں گے۔ حضور ﷺ کی ۲۳ برس کی کوشش کا ماحصل صرف تین آدمی ہیں؟

پھر حضور ﷺ کے بعد غلبہ تو خلفائے ثلاثہ کو ہی حاصل ہوا۔ اگر معاذ اللہ یہ مرتد تھے تو غلبہ تو کفر کو ہوا۔ پھر کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کیا نری شاعری ہے۔ اور غلبہ جب حزب اللہ کے لئے مقدر ہو چکا ہے تو ان کے مخالفین کی جماعت کا نام کیا رکھو گے۔ ان کے غلبہ سے انکار تو کیا ہی نہیں جا سکتا یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے۔

پھر اگر خلافت بلافصل کے دعویٰ کو دیکھا جائے تو اس خلافت میں غلبہ چھوڑ امن بھی نصیب نہیں ہوا۔ تو فان حزب الله هم الغالبون کی تفسیر کہاں تلاش کرو گے۔

پس حق یہی ہے کہ غلبہ صحابہ کرام کو ہی حاصل ہوا۔ جن کی قیادت خلفائے ثلاثہ نے کی۔ یہی جماعت حزب اللہ ہے۔ ان آیات کا مصداق یہی جماعت ہے اگر خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کو حزب اللہ نہیں مانو گے تو حزب الشیطان کی زد میں مغلوبین لازماً آئیں گے۔ مگر اس توہین کا تصور وہی کر سکتا ہے جسے قرآن کی حقانیت پر ایمان نہ ہو۔

اس تفصیل سے آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ .... الخ ۔ کی کافی وضاحت ہو گئی کہ مرتدین کے خلاف لڑنے والی یہی خلفائے ثلاثہ کی جماعت تھی۔ یہی اذلة علی المومنين تھی یہی اعزة علی الکافرین۔ یہ اللہ کی پسندیدہ جماعت تھی۔ کفار اور مرتدین پر غلبہ اسی جماعت کو حاصل ہوا۔ آیت کی مصداق یہی جماعت تھی۔ اور یہی اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور یہی حق ہے۔

اس مقام پر اس دعویٰ کی تردید ذرا اور تفصیل سے کی جاتی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ آیت کا مصداق حضرت علیؓ ہیں۔ انہوں نے جمل اور صفین میں جنگ کی۔

Scanned with Car

حقیقت یہ ہے کہ قرآن نے ایسی جنگوں کے متعلق وضاحت فرمادی کہ:

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ	سو اگر (اس کے بعد بھی) توبہ کریں تو ان کے لئے (دونوں جہان میں) بہتر ہوگا۔ اور اگر روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا اور ان کا دنیا میں کوئی یار ہے نہ مددگار۔

صاف ظاہر ہے کہ مرتدین سے صلح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صورتیں دو ہوں گی یا تو وہ تائب ہو کر صحیح مسلمان بن جائیں یا انہیں قتل کر کے انکا صفایا کر دو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جنگ صفین کا نتیجہ کیا نکلا۔

(۱) کیا حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کی؟ اگر کی تو کیوں؟ اگر نہیں کی تو امیر معاویہؓ تائب ہوئے، اگر نہیں تو کیا حضرت علیؓ نے انہیں قتل کر کے ان کا خاتمہ کیا؟

اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو آیت کا مصداق حضرت علیؓ کیونکر ٹھہرے؟

پھر آیت میں اعلان ہے کہ حزب اللہ غالب رہے گا۔ تو کیا ۲۴ برس تک امیر معاویہؓ کے غلبہ کا انکار کیا جاسکتا ہے۔ اگر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر امیر معاویہؓ تائب بھی نہ ہوئے اور حضرت علیؓ ان کا خاتمہ بھی نہ کر سکے تو کس دلیل سے انہیں آیت کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔

آیت مندرجہ بالا فان یتوبوا۔ الخ۔ کا ترجمہ شیعہ تفسیر منہج الصادقین کے الفاظ میں پڑھیے:

"پس اگر توبہ کنند از نفاق باشد آں بازگشت بتو مر ایشاں را۔ و اگر برگردند از توبہ و مصر باشند بر نفاق عذاب کنند خدا ایشاں را عذابِ دردناک در دُنیا بکشتن و در آخرت بسوختن و نیست ایشاں را در زمین ہیچ دوستے و متولی امرے دیارے و مددگارے کہ عذاب از ایشاں باز دارد۔"

اور شیعہ تفسیر صافی صفحہ ۱۶۷ میں یہ ترجمہ درج ہے۔

Scanned with Car

فان یتوبوا یک خیر الھم وان یتولوا بالاصرا ر علی النفاق یعذبھم الله عذابا الیما فی الدنیاوالأخرة ای بالقتل والنار وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر ای فینجیھم من العذاب	سواگرتوبہ کرلیں تو ان کے لئے بہتر ہوگااوراگر نفاق پر اصرار کرکے روگردانی کریں اللہ تعالیٰ انہیں دنیااور آخرت میں دردناک سزادے گا۔ یعنی قتل اور جہنم کی سزا اور دنیا میں کوئی ان کا دوست ہوگا نہ مددگار یعنی جوانہیں سزا سے بچائے

ظاہر ہے کہ اس آیت کے مطابق منافقین کے خلاف جنگ کا نتیجہ یا توان کی توبہ کی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے یاان کے قتل کی صورت میں اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی جنگ میں ان میں سے کوئی صورت بھی پیش نہیں آئی۔لہٰذا اس آیت کو جنگ جمل یا صفین پر فٹ کرنا بالکل بے جوڑ کی بات ہے۔

جس کامل آیت کا یہ ٹکڑا ہے اس کے پہلے حصے پر غور کرنے سے کئی امور کی وضاحت ہوجاتی ہے۔الفاظ ہیں:

یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَهَمُّوۡا بِمَالَمۡ يَنَالُوۡا وَمَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ	وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات نہیں کی۔ حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور (وہ بات کہہ کر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی) کافر ہوگئے اورانہوں نے ایسی بات کاارادہ کیا تھا جوان کے ہاتھ نہ لگی اور یہ کہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ انہیں اللہ اور رسول ﷺ نے رزق خداوندی سے مالدار کردیا۔

اگر بقول شیعہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کی آنکھ بند ہوتے ہی خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ مرتد ہوگئے اور نفاق کی زندگی بسر کرنے لگے تو وہ وکفروا بعد اسلامھم کے مصداق بن گئے تو آیت میں ان کے متعلق ارشاد ہے۔

Scanned with Car

(۱) وھموا بمالم ینالوا یعنی جس کام کا قصد کیا اس میں ناکام ہوئے، اپنے دینوی مقصد میں انہیں کبھی کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے کس امر کا قصد کیا اور اس میں ناکام ہوئے۔ کیا انہیں خلافت ملنا ان کی ناکامی کی دلیل ہے۔ یہ جو غصب فدک کا قصہ گھڑ لیا گیا ہے یہ ان کی ناکامی کی دلیل ہے۔ یہ ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ کا ان کے ساتھ متفق ہو جانا یہ ان کی ناکامی کی دلیل ہے۔ اگر ہر پہلو میں ان کی کامیابی سامنے آتی ہے تو آیت کی مصداق تلاش کیجئے۔ ذرا پلٹ کے اپنے اس دعوی پر غور کرو کہ "خلیفہ بلافصل" کی خلافت چھین لی گئی۔ پھر اسے کیا کہیں گے؟ حصول فدک کے لئے کتنا زور مارا مگر نہ ملا تو اسے کیا کہیں گے؟ اس لئے آیت کے مفہوم پر غور کیا جائے تو یہ سب افسانے ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا حقیقت ظاہر ہے کہ نہ وہاں ارتداد و نفاق کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ یہاں خلافت کے لئے جتن کرنے اور خلافت کے غصب ہو جانے کا حقیقت سے کوئی تعلق ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر حقائق سے صرف نظر کر کے فرضی داستانوں پر یقین کر لیا جائے تو معاذ اللہ فرمان خداوندی بے معنی ثابت ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا حصہ ہے یعذبھم اللہ عذاباً الیما فی الدنیا ان کی دنیوی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر کے ان کا خاتمہ کیا جائے گا۔ تو کیا بقول شیعہ تمام مرتد ہونیوالے صحابہ کو قتل کیا گیا اور بچ گئے تو وہی تین چار جو ارتداد سے بچے۔ اگر ایسا نہیں تو آیت کا مصداق کون ہے؟

(۳) ومالھم فی الارض من ولی ولا نصیر۔ تیسری صورت بتائی کہ دنیا میں کوئی ان کا یار و مددگار نہ ہوگا۔ مگر تاریخی حقیقت یہ ہے کہ پورا ملک اور ساری آبادی ان کے ساتھ اور ان کی مہموں میں ممد و معاون رہی اور دوسری طرف بقول شیعہ حالت یہ ہے کہ چالیس روز تک سارے شہر میں پھرایا گیا مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ اس

Scanned with Car

عقدے کا حل تو تلاش کیا ہوتا۔

اس آیت کی تفسیر کہئے یا تائید یا تفصیل ایک اور آیت سے ہوتی ہے۔

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَآ اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا	یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں۔ اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم ان پر آپ کو مسلط کریں گے۔ پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے۔ پھر وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی اور اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے۔ جو پہلے گزرے ہیں۔ اور آپ اللہ کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے ردوبدل نہ پائیں گے۔

اس آیت سے منافقین کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) جن کے افعال و اعمال سے نفاق ظاہر ہو جاتا ہے۔

(۲) جن کے دلوں میں نفاق چھپا ہوا تھا۔

(۳) جو افواج اسلامی کے خلاف بری خبریں پھیلاتے تھے۔

آثار و علامات گو مختلف ہیں مگر نفاق سب میں قدر مشترک ہے۔ ان کے متعلق ارشاد ہے کہ اگر یہ نفاق سے باز آجائیں تو بہتر ورنہ:

(۱) ہم آپ کو انہیں قتل کر دینے کا حکم دیں گے۔

(۲) یہ لوگ مدینہ میں آپ کے قرب و جوار میں قیام نہیں کر سکیں گے۔

(۳) اگر تھوڑی سی مدت کے لئے رہ بھی گئے تو ملعون ہو کر، رسوا ہو کر رہیں گے۔

(۴) پھر مدینہ سے باہر بھی جہاں پائے جائیں گے قتل کر دیئے جائیں گے۔

Scanned with Car

(۵) یہ سنت اللہ ہے تو ہمیشہ سے جائز ہے لہذا منافقین مدینہ کے حق میں بھی اللہ کے اس طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

شیعہ کی مستند تفسیر صافی سے اس آیت کے متعلق ایک جھلک دیکھ لیجئے۔

"لنغرینک بهم ای لنامرنک بقتالهم و اجلائهم سن الله ذالک فی الامم الماضیة وهو ان یقتل الذین نافقوا الانبیاء وسعوا فی وهنهم بالارجاف" (صفحہ ۳۶۷)

"یعنی ہم آپ کو یقیناً ان کے قتل کرنے اور جلاوطن کر دینے کا حکم دیں گے۔ اللہ کا یہ طریقہ پہلی امتوں میں بھی رہا ہے کہ جو لوگ انبیاء سے منافقت کرتے ہیں ان کو قتل کیا جاتا ہے۔ یہ منافقین بری خبریں پھیلا کر انبیاء اور مسلمانوں کو پریشان کرتے ہیں"۔

پھر تفسیر شیعہ منہج الصادقین سے اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

"اگر منتھی نشوند منافقاں و .... اسلام در جفان از امور منهیه هر آئینه ترا بقتال ایشاں تحریص کنیم و بعد ازاں مجاورت و ہمسائیگی نکنند با تو در مدینہ مگر زمانہ اندک ویا مجاورت اندک چه در اندک فرصتے مستاصل گردند .... ہر گاہ یافت شوند ایشاں کشتہ شوند و سنت نہادہ است خدا قتل منافقاں را یعنی مقرر کردہ در امم ماضیہ کہ انبیاء بکشتند منافقاں عہد خود را۔"

عجیب اتفاق ہوا کہ میں نے قرآن کریم کی یہ آیتیں ایک موقعہ پر ملک العلماء مولوی فیض احمد شیعہ اور سلطان المناظرین مرزا احمد علی لاہوری کے سامنے پیش کر کے ان کی امور کی وضاحت طلب کی کہ:

(۱) خلفائے ثلاثہ بقول آپ کے جب منافق تھے تو انہیں کیوں نہ قتل کیا گیا۔

(۲) انہیں مدینہ سے کیوں نہ نکالا گیا کہ ان کے لئے مجاورت نبوی ممنوع تھی۔

Scanned with Car

(۳) جومجاورت خلفائے ثلاثہ کو حاصل ہوئی یہ زمان اندک ہے۔ یا مجاورت اندک ہے۔
زندگی بھر ساتھ رہے، برزخ میں بھی ساتھ ہیں۔ پھر اس اندک کی پیائش کس
پیمانے سے کی گئی ہے۔

پھر اس کے برعکس نہ آپکے عقیدہ اور واقعات کے مطابق:

(۱) حضرت علیؓ مدینہ سے دور باہر شہید ہوئے۔

(۲) حضرت امام حسینؓ بھی مدینہ سے باہر دیار غیر میں شہید ہوئے۔

تو اس وثوق سے اللہ تعالیٰ کی پیش گوئی اور اس کی غیر متبدل سنت کا عقدہ حل فرمایئے۔

مولوی فیض احمد صاحب کوئی دلیل تو نہ دے سکے۔ البتہ خفت مٹانے کے لئے فرمانے لگے دیکھو یہ حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کو منافق کہتا ہے۔ میں نے کہا میرا عقیدہ یہ ہے کہ ان مقدس ہستیوں کو جو شخص منافق کہے یا سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے میں نے آپ سے آپ کے عقیدہ اور مذہب کی وضاحت طلب کی ہے اس کا جواب دیجئے۔ مگر جواب کہاں؟

مرزا احمد علی صاحب نے جواب بتایا کہ خلفائے ثلاثہ ان منافقین میں سے تھے جو ایذا نہ دیتے تھے اور یہ حکم ایذا دینے والے منافقوں کے لئے ہے۔

اس پر میں نے سوال کیا کہ آیت میں سے وہ الفاظ پیش کریں جن سے آپ کی بیان کردہ تخصیص ثابت ہوتی ہے۔ آیت میں تو عموم ہے یہ حکم تو سب منافقین کے لئے ہے کہ قتل ہوں یا مدینہ سے اخراج ہو۔

اس پر مرزا صاحب کہنے لگے کہ دیکھو حضرت عمرؓ مارے گئے۔ حضرت عثمانؓ مارے گئے۔

میں نے کہا مرزا صاحب! آپ علم کے زور سے کیا کہہ رہے ہیں۔ ذرا الفاظ قرآن پر غور کریں ارشاد ہے۔ لنغرینک ثم لا یجاورونک مخاطب نبی کریم ﷺ ہیں کہ ہم آپ کو ان کے قتل کا حکم دیں گے۔ پھر یہ آپ کے پڑوس میں نہیں رہیں گے۔ تو کیا حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو نبی کریم ﷺ نے قتل کیا تھا؟ اللہ نے ان کو حکم دیا تھا کہ ان کو قتل کریں۔ قتل کے بارے

Scanned with Car

میں تو آپ نے اپنی قرآن فہمی کا ثبوت دے ہی دیا۔ اس مجاورت کے عقدے کا حل بھی بتا دیں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو مدینہ سے نبی کریم ﷺ نے کب خارج کیا تھا۔ کیا حضرت عمرؓ کی قبر مدینہ سے کہیں باہر ہے؟ کیا جنت البقیع مدینہ کی حدود سے خارج ہے۔ ان کو تو ایسی مجاورت حاصل ہوئی اور اس مجاورت کا سلسلہ یہاں تک دراز ہوا کہ برزخ میں بھی مجاورت ختم نہیں ہوتی۔ موت سے تو کسی کو مفر نہیں اس موت کے ساتھ جو قیود بیان ہوئی ہیں ان پر آپ کی نگاہ کیوں نہیں اٹکتی۔ پھر منافقین کی جو علامات بیان ہوئی ہیں کہ جس چیز کا قصد کریں گے انہیں نہیں ملے گی۔ ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا۔ کیا حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ یہی حالات پیش آئے۔

اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ شیخین کے ساتھ اللہ نے جو وعدہ کیا تھا پورا کر دکھایا:

والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلمو لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃً ولاجر الاٰخرۃ اکبر۔	یعنی مظلوم مہاجرین جنہوں نے راہ اللہ میں ہجرت کی ان کو ہم دنیا میں نہایت عمدہ جگہ دیں گے۔ آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔

زندگی میں امت مسلمہ کی قیادت اور حضور ﷺ کا قرب اور بعد موت روضہ رسول ﷺ جس کی شان عرش معلیٰ سے بھی بلند ہے اور جوار رسول ﷺ نصیب ہوا۔ دوسری طرف بقول آپ کے خلافت بلافصل کا قصد کیا، مگر نہ ملی۔ ائمہ نے امامت کا قصد کیا نہ ملی اور جوار رسول ﷺ سے بھی محروم رہے۔

اس پر مرزا احمد علی صاحب نے میزان الاعتدال کی ایک عبارت پڑھی کہ حضرت عمرؓ نے کہا: یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین۔ میں نے کہا کتاب دکھایئے، کیونکہ اس وقت میرے پاس یہ کتاب نہ تھی، مگر انہوں نے انکار کر دیا آخر ثالث کے ذریعے کتاب حاصل کی گئی تو دیکھا کہ مرزا صاحب کی پیش کردہ عبارت کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں۔

وھذا محال اخاف ان یکون کذبا یعنی فاروق کی زبان سے ایسی بات نکلنا محال ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے یہ قول عمر کا نہیں تو معلوم ہوا۔ لا تقربو الصلوٰۃ پر

Scanned with Car

رک جانے کی تکنیک سے فائدہ اٹھانے میں ''اہل علم'' کا کچھ نہیں بگڑتا۔

پھر مرزا صاحب نے ابن کثیر کے حوالہ سے فرمایا۔

قال عمر لحذيفة انشدک الله منهم انا	حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کیا میں ان میں سے ہوں؟

یہاں پھر وہی تکنیک اختیار کی واقعی ''اوڑھ لی لوئی تو کیا کرے گا کوئی''

ابن کثیر ۲: ۳۸۵ پر پوری عبارت یہ ہے۔

"وذكر لنا ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه كان اذا مات رجل فمن يرى انه منهم نظر الى حذيفة فان صلى عليه والا تركه وذكر لنا ان عمر قال لحذيفة انشدک الله منهم انا قال لا"

''یعنی ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی آدمی مر جاتا اور اس کے متعلق خیال ہوتا کہ منافق ہے تو آپ حضرت حذیفہ کی طرف دیکھتے اگر حضرت حذیفہ اس کی نماز جنازہ پڑھتے تو حضرت عمرؓ بھی پڑھ لیتے ورنہ نہ پڑھتے اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کیا مجھ میں کوئی علامت نفاق کی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ کوئی نہیں۔ یعنی آپ علامت نفاق سے پاک ہیں''۔

معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ کا جواب "قال لا" مرزا صاحب کو نظر آیا۔ یا مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں سے پہلے ہی یہ الفاظ کھرچ دیئے تھے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ بہر حال مرزا صاحب کی ''دیانتداری'' کا خوب شہرہ ہوا۔

پھر اس روایت میں امنھم انا کے الفاظ کے مفہوم میں ہمزہ استفہام کو آپ گول کر گئے اور حضرت عمرؓ کے استفسار کو اقرار بنا دیا اور استفسار کی بنیاد کمال احتیاط اور کمال تزکیہ کے بغیر اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ مگر مرزا صاحب نے کوئی بڑی بددیانتی نہ کی صرف ایک چھوٹا سا ہمزہ ہضم کر گئے۔ اور

Scanned with Car

یہ سمجھا کہ سننے والے بھلا اتنی باریکیوں میں کہاں جاتے ہیں۔

بات اتنی ہے کہ صالح انسان خوف الٰہی ورع تقویٰ کی وجہ سے اپنے عیب بھی دوسروں سے پوچھتے رہتے ہیں۔ مگر جہاں سارا کاروبار ہی تقیہ پر مبنی وہاں تقویٰ کو کون پہچانے۔

پھر مرزا صاحب نے امام غزالی کی احیاء العلوم سے ایک اقتباس پیش کیا۔

وکان عمرؓ یسأل حذیفة ویقول له انت صاحب سرّ رسول الله فی المنافقین فهل تری علیّ شیئاً من اٰثار النفاق.

پہلی بات تو یہ ہے کہ میزان الاعتدال میں اس قسم کی روایت کی تردید آچکی ہے کہ یہ جھوٹی روایت ہے۔ پھر یہ احیاء العلوم میں یہ بات کہیں عقائد کے باب میں نہیں آئی کسی صحابی پر کفر ونفاق کا فیصلہ دینے کے لئے دلائل قطعیہ درکار ہیں۔ ایک روایت وہ بھی جھوٹی، کیا فیصلہ بنیاد بن سکتی ہے۔ احیاء العلوم میں تزکیہ نفوس کے سلسلے میں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کو نفاق کے بارے میں اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اور احتیاط کرنی چاہیے کہ اس میں نفاق کی کوئی علامت تو نہیں پائی جاتی۔ نفاق کی کئی علامات ہیں مثلاً نماز نہ پڑھنا یا ریا کی خاطر پڑھنا، خیانت کرنا، جھوٹ بولنا، تقیہ کرنا، کتمان حق، دوسروں پر لعن طعن کرنا، اخیار کو گالی دینا، وعدہ خلافی کرنا، وغیرہ۔ حضرت فاروق اس معاملے میں اتنے محتاط تھے کہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ اس قسم کی کوئی علامت نفاق تو مجھ میں نہیں پاتے۔ کیونکہ بعض اوقات انسان کو اپنی خامیوں اور نقائص کا علم اور احساس نہیں ہوتا۔

پھر یہ کہ نفاق دو قسم کا ہے۔ اعتقادی اور عملی، اعتقادی نفاق کفر ہے اور اس کی واقفیت دوسروں کو ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ دوسروں کو اس کے دل کا حال کیونکر معلوم ہوا اور اس کے متعلق تو دوسرے سے پوچھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ نفاق کی ظاہری علامات کے متعلق پوچھا جا سکتا جو روزمرہ کے افعال واعمال سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ اس لئے فاروق اعظم کا سوال ہو بھی تو ان ظاہری علامات کے متعلق ہے اور یہ کمال احتیاط اور تزکیہ نفس کی دلیل ہے۔

اس آیت کے متعلق ایک شیعہ عالم حکیم امیر الدین نے اپنی مایہ ناز کتاب ''فلک النجاۃ'' میں

Scanned with Car

لکھا ہے کہ یہ آیت منافقوں کے متعلق ہے جو جنگ کے متعلق بری خبریں پھیلاتے تھے اور عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے، ایذا رسانی کرتے تھے۔ پھر وہ لوگ ان شرارتوں سے باز آ گئے۔ لہذا ان کو مدینہ سے خارج کرنا قتل کرنا مشروط تھا۔ جب وہ باز آ گئے تو یہ حکم بھی ختم ہو گیا۔ نیز جو منافق خفیہ تھے ان کا علم خود رسول ﷺ کو بھی نہیں تھا ان کو مومن خیال کرتے تھے۔ جیسا قرآن میں ہے:

لا تعلمهم نحن نعلمهم (۸۶:۱)۔

حکیم صاحب کی اس نادر تحقیق سے ایک عجیب نکتہ حاصل ہوا کہ نفاق فی نفسہ بری چیز نہیں البتہ نفاق کے آثار یعنی جھوٹی خبریں پھیلانا اور عورتوں سے چھیڑ چھاڑ بری چیز ہے۔ جب یہ برائی ختم ہو گئی تو نفاق بیشک رہے اللہ کو پسند ہے نہ مدینہ سے اخراج کی ضرورت، نہ قتل کرنے کا حکم۔ یعنی سایہ کو ختم کرو دیوار قائم رہے۔ دھوئیں کو ختم کرو، آگ جلتی رہے۔ بات یہ ہے کہ یہ تینوں امور تو اثر نفاق ہیں باعتبار ذات کے تو منافق کی ایک ہی قسم ہے باعتبار صفات کے تو تین قسم ہو گئے۔ قرآن کا اعلان یہ ہے کہ منافق اپنے نفاق سے باز نہ آیا تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ اسے آپ کا جوار نصیب نہ ہو گا، وغیرہ۔

رہی دوسری بات کہ رسول ﷺ کو منافقوں کا علم نہیں تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ آپ کے پاس یہ اطلاع کس ذریعہ سے پہنچی کہ خلفائے ثلاثہ منافق تھے۔ اپنے رسول ﷺ سے بڑھ کر آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خصوصی مراسم ہیں کیا؟ مگر آپ کے ہاں تو صورتِ حالات اس سے بھی عجیب تر ہے مثلاً:

(۱) اصول کافی ۲: ۳۲۲ طبع جدید معہ فارسی۔

عن ابی عبدالله علیه السلام قال انا لنعرف الرجل بحقیقة الایمان و حقیقة النفاق.	امام جعفر فرماتے ہیں کہ ہم ہر آدمی کو جانتے ہیں کہ مومن ہے یا منافق ہے۔ ہم حقیقت ایمان اور حقیقت نفاق سے واقف ہیں۔

یعنی امام ہر شخص کے متعلق جانتے ہیں کہ مومن ہے یا منافق۔

Scanned with Car

(۲) معانی الاخبار ا:۱۴۲

عن عبدالله بن سنان قال کنا جلوسا عند ابی عبدالله علیه السلام اذ قال رجل من الجلساء جعلت فداک یا بن رسول الله اتخاف علیّ ان اکون منافقا فقال اذ خلوت فی بیتک نهارا او لیلا الیس تصلی قال بلی لمن تصلی قال لله عز وجل قال فکیف تکون منافقا و انت تصلی لله عز و جل	عبداللہ بن سنان نے کہا ہم امام جعفر کے پاس بیٹھے تھے، ہم میں سے ایک آدمی نے کہا میں قربان جاؤں کیا آپ کو میرے متعلق اندیشہ ہے کہ میں منافق ہوں۔ امام نے فرمایا کیا تو اپنے گھر میں دن یا رات کے وقت اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے؟ کہا ہاں پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تم اللہ کیلئے نماز پڑھتے ہو تو منافق کیسے؟

امام نے معیار تو خوب بتایا مگر اس معیار پر شیعہ کو پرکھیں تو معاملہ چوپٹ نظر آتا ہے اور اگر اس معیار پر صحابہ بالخصوص خلفائے ثلاثہ کو پرکھیں تو نفاق کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ ممکن ہے شیعہ حضرات امام جعفر کے معیار کو غلط سمجھتے ہوں جبھی تو خلفائے ثلاثہ کو منافق کہتے ہیں۔

(۳) عن ابی جعفر علیه السلام قال حج النبی صلی الله علیه وسلم فاقام بمنٰی ثلاثا یصلی رکعتین ثم صنع ذٰلک ابو بکر و صنع ذٰلک عمر و صنع ذٰلک عثمان ستة سنین.

پھر امام نے امیر معاویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بھی ایسا کیا پھر فرمایا:

"اما تعلمون ان رسول الله ﷺ فی هذاا لمکان رکعتین و ابو بکر و عمر وصلی صاحبکم عثمان ستة سنین کذلک افتأمرونی ان اُوَدِّع سنة رسول الله ﷺ وما صنع ابو بکر وعمرؓ و عثمان ستة سنین۔"

"خلاصہ یہ ہے کہ منیٰ کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر حضرت ابو

Scanned with Car

بکرؓ نے پھر حضرت عمرؓ نے یہی معمول رکھا پھر حضرت عثمان نے بھی یہی معمول چھ سال رکھا۔ کیا تم مجھے کہتے ہو کہ میں نبی کریم ﷺ کی سنت اور خلفائے ثلاثہ کا طریقہ چھوڑ دوں۔"

اس روایت سے کئی امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱) امام جعفر نے خلفائے ثلاثہ کی نماز کا اعتراف کیا۔ لہٰذا امام کے مقرر کردہ معیار کے مطابق منافق وہی کہہ سکتا ہے جو امام کو جھوٹا سمجھتا ہو۔

(۲) امام نے سنت خلفاء کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔

(۳) امام نے واضح کیا خلفائے ثلاثہ حضور ﷺ کے سچے متبع تھے۔ حضور ﷺ کی ہر حرکت کی تقلید کرتے تھے۔ لہٰذا ان کے طریقہ کو چھوڑنا گویا نبی کریم ﷺ کے طریقہ کو چھوڑنا ہے۔

(۴) امام نے امیر معاویہ کا ذکر بھی اسی اتباع کے سلسلے میں کیا۔ لہٰذا انہیں منافق سمجھنا بھی امام کو جھٹلانا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی نماز کا کیا کہنا۔ حضور ﷺ نے خود انہیں نماز کے لئے امام مقرر کیا۔ اور نبی اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتا بلکہ بامر الٰہی کرتا ہے۔ لہٰذا ابوبکرؓ کو خود اللہ تعالیٰ نے امام مقرر کیا۔

حضرت علیؓ عمر بھر حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے اور اس حقیقت کا اعتراف حضرت علیؓ کی طرف منسوب نہج البلاغہ کی شرح درۃ النجفیہ میں موجود ہے دیکھئے صفحہ ۲۲۴۔

"والصحیح عندی وھو الاظھر اشھر انھا لم تکن اٰخر الصلٰوۃ فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالناس جماعۃ وان ابا بکر صلی بالناس بعد ذٰلک یومین ثم مات."

"میرے نزدیک صحیح اور مشہور ترین بات یہ ہے کہ یہ نماز رسول کریم ﷺ کی حیات

Scanned with Car

میں ابوبکرؓ کی آخری نماز نہیں تھی جو انہوں نے امام کی حیثیت سے پڑھائی۔ بلکہ ابوبکرؓ نے حیات نبوی ﷺ میں اس کے بعد بھی دو دن لوگوں کو نماز پڑھائی، اس کے بعد حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔"

اس فیصلہ کی روشنی میں ذرا پلٹ کے امام جعفر کے مقرر کردہ معیار پر نگاہ کریں تو اس میں کوئی معقولیت نظر آتی ہے کہ شیعہ تو گھر میں رات یا دن میں کوئی ایک نماز پڑھ لے (خواہ بھولے سے) تو وہ منافق نہیں ہو سکتا۔ مگر ابوبکرؓ کو نبی کریم ﷺ بحکم اللہ امام مقرر کریں وہ ساری عمر مسجد نبوی میں نماز پڑھائی، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ہمیشہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھائیں پھر بھی وہ منافق۔ امام جعفر کے معیار کو مردود قرار دے کر یا تو کوئی اپنا معیار وضع کیجئے یا امام کی مخالفت سے باز آجایئے۔

خلفائے ثلاثہ کے متعلق دو قسم کا بہتان لگایا جاتا ہے وہ قابل غور ہے۔

(۱) خلفائے ثلاثہ ابتدا ہی سے منافقانہ ایمان لائے تھے تو دیکھنا یہ ہے کہ بعد وفات رسول اللہ علی الاعلان مرتد ہو گئے تھے یا اسی طرح منافق ہی رہے۔

(۲) ابتدا میں تو صحیح ایمان لائے تھے مگر بعد وفات رسول ﷺ مرتد ہو گئے۔

صورت اول کے متعلق مزید یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے منافقانہ ایمان کا علم رسول کریم ﷺ کو تھا یا نہیں۔

اگر علم تھا تو لنغرینک ثم لا یجاورونک فیھا پر عمل کیوں نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کرنے کے باوجود حضور ﷺ کو ان پر تسلط ہی نہ دیا۔ یا تسلط ملنے کے باوجود حضور ﷺ نے اللہ کے حکم کی پروا نہ کرتے ہوئے نہ انہیں قتل کیا نہ اخراج مدینہ کا اقدام کیا۔ پہلی صورت میں اللہ کی یقین دہانی محض دل بہلاوا ثابت ہوتی ہے۔ دوسری صورت میں اللہ کا رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ثابت ہوتا ہے۔ کون مسلمان ہے جو ان میں سے کوئی صورت قبول کرنے یا اس کا تصور کرنے کے لئے بھی تیار ہو۔

Scanned with Car

ع   یہ ان کا کام ہے جن کے حوصلے ہیں زیاد

منافقوں کے لئے دو سزائیں ہیں۔ قتل، جلاوطن کرنا، اگر بنظر غور دیکھا جائے تو دونوں سزائیں برابر ہیں۔ وطن سے اخراج بھی قتل کے برابر ہے۔ کما قال تعالیٰ ولوا انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ۔

اللہ کے اعلان لئن لم ینتہ .... الخ میں دونوں سزائیں مطلق نفاق کے جُرم کی تھیں یا نفاق کے ساتھ ارجاف مدینہ اور عورتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی قید سے تھیں؟

اگر منافق ان دونوں جرموں سے باز آجائے تو سزا واپس۔ تو معلوم ہوا کہ سزا نفاق کی نہیں بلکہ ان دو جرموں کی ہے۔ نفاق کا جرم تو قابل معافی ٹھہرا۔ لہٰذا یہ دو جرم جب بھی ہوں ان کی یہی سزا ملنی چاہیے۔ مگر یہ حکم عام نہیں، بلکہ زمانہ رسول ﷺ کے لئے ہے۔ رسول کریم ﷺ خود مخاطب ہیں اور یہ سزا نفاق کی ہے۔ ارجاف ہو یا نہ ہو اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضور ﷺ نے خلفائے ثلاثہ کو قتل نہیں کیا۔ انہیں مدینہ سے خارج نہیں کیا، بلکہ انہیں ایسا جوار نصیب ہوا جو رُوئے زمین میں کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اس لئے انہیں منافق کہنا خدا کے کلام کی تکذیب ہے۔ رسول ﷺ کی رسالت کی توہین ہے۔

رسول کریم ﷺ کا اپنی حیات دنیوی میں خلفائے ثلاثہ کو قتل نہ کرنا اور مدینہ سے نکالنے کا حکم نہ دینا ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں جوار فی المدفن کو بے اثر بنانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ کا مکان تھا۔ انہوں نے اجازت دے دی اس لئے لا یجاورونک پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

چلئے رسول کریم ﷺ نے اللہ کے حکم کی پروا نہ کرتے ہوئے (معاذ اللہ) خلفائے ثلاثہ کو مدینہ سے نہ نکالا بلکہ ثانی اثنین کو اپنے مصلی پر کھڑا کر کے گئے۔ مگر آپ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد اللہ کو تو اپنی بات کی لاج رکھنی چاہیے تھی۔ اور شیخین کو حضور ﷺ کے پاس نہ دفن ہونے دیتا۔ اگر حضرت عائشہ بھی ایسی جابر تھیں کہ اللہ کی بات نہ چلنے دی اور اللہ بھی لا

Scanned with Car

یجاوررونک کہنے کے باوجود حضرت عائشہؓ کے سامنے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تفسیر بن گیا۔ (العیاذ باللہ)

پھر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کو علم تھا کہ حضرت عائشہؓ اجازت دے دیں گی؟ اگر علم تھا تو ثم لا یجاوررونک کا اعلان کیوں کیا؟ اس جگ ہنسائی کی ضرورت کیا تھی؟ اور اگر علم نہیں تھا تو ایسے بھولے بھالے سیدھے سادھے اللہ سے کسی بھلائی کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اللہ تو وہ چاہئے جو علیم بھی ہو، خبیر بھی ہو، علام الغیوب بھی ہو اور علیم بذات الصدور بھی ہو۔ تاکہ تدبیر کائنات کے منصب کا حق ادا کر سکے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے بڑے دھڑلے سے اعلان تو فرمادیا کہ لـنـغـریـنـک ثـم لا یجاوررونک مگر حضور اکرم ﷺ کی حیات دنیوی میں اللہ اور رسول ﷺ دونوں خلفائے ثلاثہ کے مقابلے میں دبے رہے۔ اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد اکیلا اللہ اکیلی عورت حضرت عائشہؓ کے سامنے بے بس ہو گیا۔ کون سمجھے اور کون مانے۔

صاحب فلک النجاۃ نے ۱:۸۶ پر جہاں فرمایا کہ منافق ایذا رسانی سے باز آ گئے اس لئے سزائیں نہ دی گئیں وہاں یہ بھی فرمایا کہ یہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔

۱. قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یَا اِبْرَاهِیْمُ. لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ.	یعنی حضرت ابراہیم کے والد نے کہا کہ اے ابراہیم اگر تو ہمارے بتوں کے معاملہ میں اپنی روش سے باز نہ آیا تو میں تمہیں سنگسار کر دونگا۔
۲. قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یَا نُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ.	قوم نوح نے حضرت نوحؑ سے کہا کہ اگر تم باز نہ آئے تو رجم کئے جاؤ گے۔
۳. قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یَا لُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ.	قوم لوط نے کہا کہ اے لوط اگر تم باز نہ آئے تو تم شہر بدر کر دیئے جاؤ گے۔

Scanned with Car

۴. وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ	یعنی اگر عیسائی یہ کہنے سے باز نہ آئے کہ اللہ تین میں تیسرا ہے تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا

اصل معاملہ یعنی منافقین کو سزا دینے کا حکم اور یہ مثالیں سامنے رکھی جاتیں تو صورت کچھ اس قسم کی نظر آتی ہے جیسے کہا گیا ہے، ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ کوئی پوچھے کہ:

(۱) کیا حضرت ابراہیمؑ اپنی روش سے باز آ گئے؟ ظاہر ہے کہ باز نہ آئے مگر سزا بھی نہ ملی۔

(۲) اسی طرح حضرت نوحؑ کیا باز آ گئے؟ ظاہر ہے کہ باز نہ آئے مگر رجم بھی نہ ہوا۔

(۳) اسی طرح حضرت لُوطؑ کیا اپنی روش سے باز آ گئے؟ باز بھی نہ آئے اور اخراج بھی عمل میں نہ آیا۔

تو ان آیات کو منافقین عہد رسول کریم ﷺ کے معاملے میں استدلال کے طور پر پیش کرنا علم کی کونسی قسم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ تینوں اعلان کفار کی طرف سے ہوئے مگر لنغرینک ثم لا یجاورونک کا اعلان رب العالمین کی طرف سے ہو رہا ہے۔ کافر تو اپنے اعلان کے باوجود قتل رجم یا اخراج کچھ بھی نہ کر سکے۔ کیا قادر قیوم اللہ بھی اسی طرح عاجز آ گیا۔

یہ آیات تو رسول کریم ﷺ کی تسلی کے لئے ہیں کہ آپ دیکھیں میرے رسولوں کے مقابلے میں کفار شیخیاں بگھارتے رہے مگر ہم نے ان کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ یہی صورت آپ کے مخالفوں کے ساتھ پیش آئے گی۔ آپ بے فکر رہیں۔

چوتھی آیت اہل کتاب نصاریٰ کے حق میں ہے ان کے متعلق جب صاف حکم آ گیا کہ:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ	اہل کتاب جو کہ نہ اللہ پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول

Scanned with Car

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ.	نے حرام فرمایا ہے۔اور نہ سچے دین اور اسلام کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔

اور اللہ کے اس حکم کی تعمیل ہو کے رہی اور نصاریٰ اس ذلت سے نہ بچ سکے۔کفار کی جن دھمکیوں کا ذکر اوپر تین انبیاء کے حق میں کیا گیا ہے یہ صورت تو تمام انبیاء کو ہی پیش آتی رہیں کما قال تعالیٰ و قال الذین کفروا لرسلهم لنخرجنكم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا یہ قضیہ مالعتہ الجمع ہے یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے دین پر بھی رہو اور وطن میں بھی مقیم رہو۔ واقعی بڑی دھونس دکھائی مگر جواب ملا۔

لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ . کہ ہم یقیناً ان ظالموں کا خاتمہ کر دیں گے اور اے ہمارے رسل تمہیں ان کی جگہ پر آباد کریں گے۔

مگر معاملہ رسولوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا، بلکہ فرمایا: ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ۔ یہ انعام تو آپ کے متبعین کو بھی ملے گا جو میری ذات پر اور میرے سامنے جواب دہی پر کامل یقین رکھتے ہوں۔یعنی کامل الایمان متبعین کو یہ انعام عطا کریں گے۔اس آیت نے تو حقائق کا ایک وسیع باب کھول دیا، مگر یہاں اجمالی ذکر پر ہی اکتفا کی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کے عہد میں عرب کے پڑوس میں کہیے بلکہ روئے زمین پر دو ہی منظم اور مستحکم حکومتیں تھیں یعنی ایران و رُوم اور ان دونوں حکومتوں نے حضور ﷺ کو جو دھمکیاں دیں تاریخ میں محفوظ ہیں۔کسریٰ ایران نے حضور ﷺ کے نامہء مبارک کا جواب دیتے ہوئے جو الفاظ کہے اور جو رویہ اختیار کیا یہ تو دھمکی کی حدود سے بھی تجاوز کر کے عملی اقدام کے ضمن میں آجاتا ہے۔

مگر چشم فلک نے دیکھ لیا کہ جو نفوس قدسیہ لمن خاف مقامی و خاف وعید کے مصداق تھے،انہوں نے ان دونوں سلطنتوں کو مغلوب کر کے اللہ تعالیٰ کے ولنسکننکم الارض کی عملی تفسیر کر کے دکھا دی۔مگر یہ بھی ڈھونڈیئے یہ کون تھے؟ یہ حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ

Scanned with Car

تھے جنکے قائد خلفائے ثلاثہ تھے جنہوں نے مصر، شام، ایران، عراق، روم، حبشہ تک دین حق پھیلایا اوراس دارالاسباب میں لنھلکن الظالمین کے وعدہ خداوندی کے پورا ہونے کا سبب بنے۔

یہی تو رسول کریم ﷺ کی دعوت کو رُوئے زمین پر پھیلانے والے تھے۔ یہی تو حضور ﷺ کے سچے جانشین اور خلفائے برحق تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے جو وعدے کئے وہ انہی خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ سے پورے ہوئے آیات قرآنی کی مصداق یہی جماعت ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

مگر عجب ستم ظریفی ہے ان تمام حقائق سے آنکھ بند کر کے لوگ یہ کہنے میں باک نہیں سمجھتے کہ یہ سب منافق تھے یا مرتد تھے۔ مگر اس امت کی بدنصیبی کا ٹھکانا کہ اللہ کا آخری رسول ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے مصلیٰ پر ایک منافق کو (نعوذ باللہ) امت کی امامت کے لئے کھڑا کر گیا۔ اور کسی "مسلمان" نے عمر بھر اس کے خلاف لب کشائی نہ کی۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں ۔۔۔ تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانے میں

صاحب فلک النجاۃ نے منافقین کو سزا دینے کے لئے ایذاء رسانی کی قید تو لگا دی اور یہ ثابت کر دیا کہ رسول کریم ﷺ نے انہیں اس لئے جوار رسول ﷺ سے محروم نہ کیا کہ وہ ایذاء رسانی سے باز آ کر اس سزا کی زد سے بچ گئے۔

مگر دوسری طرف جب خلفائے ثلاثہ کی ایذا رسانی کا قصہ چھیڑتے ہیں تو وہ داستان ختم ہونے کو نہیں آتی اور ایذائیں بھی شدید کہ خلفائے ثلاثہ کے بغیر روئے زمین پر اس کی نظیر نہیں ملتی۔

مثلاً مشتے نمونہ از خروارے یہ ہے کہ

(۱) حضرت علیؓ سے خلافت چھین لی۔

(۲) حضرت فاطمہؓ سے باغ فدک چھین لیا۔

(۳) حضرت علیؓ کی گردن میں رسی ڈال کر جبراً بیعت لی۔

(۴) جنازہ رسول ﷺ نہ پڑھا۔

(۵) سنت رسول ﷺ کو بدل دیا۔

(۶) قرآن میں پانچ قسم کی تحریف کر دی۔

ان دعاوی کی حقیقت خواہ کچھ بھی نہ ہو مگر شیعہ کے عقائد اور مسلمات میں داخل ہیں۔اس لئے آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ایذا رسانی سے باز آگئے۔ظاہر ہے کہ ایذا رسانی بقول شیعہ جاری رہی مگر اللہ تعالیٰ ثم لا یجاورونک کا اعلان کرنے کے بعد بھی اور خلفائے ثلاثہ کی ایذا رسانی جاری رکھنے کے باوجود بھی انہیں جوار رسول ﷺ سے محروم نہ کر سکا۔اگر صاحب فلک النجاۃ کا دعویٰ تسلیم کریں تو اللہ کو عاجز ماننا پڑتا ہے اور اگر ومن اصدق من اللہ قیلا پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ کے اعلان کو صحیح تسلیم کریں۔تو صاحب فلک النجاۃ اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو جھوٹا سمجھے بغیر چارہ نہیں۔

پھر ایک اور نکتہ بیان فرمایا کہ (۸۵:۱)

"شیخین کو روضہء رسول ﷺ میں دفن ہونے سے جو شرف حاصل ہوا وہ کعبہ میں بتوں کو بھی حاصل تھا مگر وقت آنے پر بتوں کو نکال دیا گیا۔اسی طرح وقت آنے پر شیخین کو بھی نکال دیا جائے گا۔یعنی زمانہء رجعت میں امام مہدی انہیں نکال دیں گے۔"

نکتہ تو بڑا باریک ہے، بلکہ باریک تر از مو ہے۔مگر پہلے تو اپنے امام مہدی کی تلاش کیجئے۔امام کی آمد ہی ملتوی پر ملتوی ہوتی جا رہی ہے اور اللہ کو بدا پر بدا ہوتا جا رہا ہے۔اس التوا کے ختم ہونے کی کوئی ضمانت ہے؟ خود امام کی آمد کا معاملہ ایسا دلچسپ ہے کہ تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب تحذیر المسلمین کا مطالعہ فرمائیں۔

پھر آپ کی بات میں وزن تو اس وقت پیدا ہوگا جب امام غائب آیا اس نے اپنے انقلابی کام کا آغاز کیا، قبریں اکھیڑیں، مردے نکالے، نعشیں جلائیں اور اس سلسلے میں شیخین کی طرف بھی دست کرم بڑھایا۔پھر آپ کہہ سکیں گے کہ لو دیکھ لو ہماری تحقیق درست نکلی۔فی الحال تو آپ اپنے عظیم راویوں کی طفل تسلیوں پر ہی گزارہ کریں۔

Scanned with Cam

معلوم ہوا کہ بات بنانے کے لئے متعدد روپ بدلے گئے مگر ریت پر کبھی قلعے تعمیر ہوئے ہیں؟ صحابہ کرام کو منافق ثابت کرنے کے لئے تو پورے قرآن کے خلاف جنگ لڑنی پڑے گی۔ مگر پھر بھی خالق کے مقابلے مخلوق کی کیا حیثیت ہے۔ قرآن نے چار ایسے محل بیان فرمائے ہیں جن پر رسول کریم ﷺ کو تلوار اٹھانے کا حکم ملا۔

(۱) مجاہر، جیسے عرب، ایران وغیرہ۔ (۲) دشمن اہل کتاب، جیسے رُوم ومصر وغیرہ۔
(۳) منافقین۔ (۴) باغی مرتد۔

اگر خلفائے ثلاثہ ان میں سے کسی شق میں آتے تو نبی کریم ﷺ کی تلوار سے نہ بچ سکتے۔ اس کے برعکس ہوا یہ کہ خلفائے ثلاثہ کو اللہ و رسول ﷺ نے یہ کام سونپا کہ اس کام کو تکمیل تک پہنچائیں۔ چنانچہ خلفائے ثلاثہ نے ان سب کے خلاف تلوار اٹھائی۔ کسی کو مغلوب اور زیرنگین کیا، کسی کو تہ تیغ کیا اور اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی لیظهره علی الدین کله کو پورا کر کے دکھادیا۔

پھر مناظر شیعہ نے چاند کے چہرہ پر خاک پھینکتے ہوئے حضرت عمر کے خلاف معالم التنزیل اور مظہری کا حوالہ پیش کیا۔

وهو هذا وقد كان اصحاب رسول الله ﷺ خرجوا وهم لا يشركون في الفتح لرؤيا راى ﷺ فلما رأو ما رأو من الصلح والرجوع دخل الناس من ذلك عظيم قال عمر والله ما شككت مذ اسلمت الا يومئذ.	(مہم حدیبیہ پر) اصحاب رسول مدینہ سے نکلے تو ان کو مکہ کی فتح ہونے میں ذرا برابر شک نہ تھا۔ اس خواب کی بنا پر جو نبی کریم ﷺ نے دیکھا تھا۔ مگر جب صلح اور واپسی کا معاملہ پیش آیا تو وہ بہت غمگین ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب سے اسلام لایا ہوں (کسی خبر یا حکم میں) ایسا شک نہیں ہوا جیسا آج (فتح مکہ کی خبر میں) شک ہوا۔

درمنثور میں یہ روایت یوں ہے (۶:۷۷)

قال الزهری فقال عمر ما	زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب سے

Scanned with Car

شککت منذ اسلمت الا یومئذٍ قال عمرؓ لرسول اللہ ﷺ اولیس کنت تحدثنا انا سنأتی البیت ونطوف بہ قال بلیٰ افاخبرتک انک تأتیہ العام قلت لا. قال فانک اتیہ ومطوف بہ.	اسلام لایا ہوں مجھے ایسا شک نہیں ہوا جیسا آج۔ حضرت عمرؓ نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب بیت اللہ میں جا کر طواف کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں کہا تھا۔ مگر کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال طواف کرو گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا تم طواف بھی کرو گے اور مکہ بھی فتح ہوگا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی نقل زہری نے کی ہے۔ اور زہری منفرد ہے اور کسی نے یہ روایت نقل نہیں کی اور شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ زہری شیعہ تھا۔ اس لئے اسکی کیا ضمانت کہ یہ تقیہ سے خالی ہو؟ اس لئے حجت نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شککت کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ مشکوک فیہ تلاش کیا جائے مکالمہ سے ظاہر ہے کہ مشکوک فیہ طواف بیت اللہ ہے یا فتح مکہ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے سوال سے ظاہر ہے اگر کسی کو دعویٰ ہو کہ مشکوک فیہ نبوت ہے تو ثبوت پیش کرے۔ نرا دعویٰ بلا دلیل کس کام کا؟

حقیقت صرف اتنی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا خواب بیان فرمایا۔ پھر مکہ کی طرف روانگی ہوئی تو صحابہ نے سمجھا حضور ﷺ کی روانگی وحی کی بنا پر ہے۔ حالانکہ آپ کی روانگی از قبیل مسارعۃ الی الخیر تھی۔

پھر صحابہؓ نے خواب اور روانگی کو ملا کر یہ سمجھا کہ اسی سال فتح مکہ ہوگی۔ اس لئے جب صلح ہو گئی اور واپسی کی ٹھہری تو صحابہ ملول ہوئے۔ حضور ﷺ نے جب وضاحت فرمادی کہ میرے خواب میں کہیں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اسی سال ہوگی۔ تو سمجھ گئے کہ یہ ہماری اجتہادی غلطی تھی۔ اور دفور محبت میں ایسا ہو جانا کوئی بعید نہیں کہ آدمی پوری بات پر غور نہیں کرتا اور اپنی پسند کے کسی ٹکڑے پر ہی ذہن جم جاتا ہے۔

Scanned with Cam

پھر روایت میں حضرت عمرؓ کی طرف سے مشکوک فیہ کا اظہار کر دیا گیا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ اسی سال مکہ فتح ہوگا اور طواف کریں گے۔ مگر وہ نہ ہوا۔

پھر جب حضورﷺ نے سوال کیا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سال ہوگا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا 'لا'۔ ظاہر ہے کہ شک رفع ہوگیا۔ شک کی بنیاد تھی اپنی رائے اور رائے کی غلطی کی بنیاد تھی وفور شوق میں حضورﷺ کی پوری بات پر غور نہ کرنا اور مشکوک فیہ تھا، طواف بیت اللہ یا فتح مکہ، لہٰذا اس روایت کی بنا پر حضرت عمرؓ کے ایمان کو مشکوک ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کوہ کندن اور کاہ برآوردن سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

چند الفاظ کی وضاحت

اب تک ہم نے آیت انما ولیکم اللہ .... الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں شیعہ مفسرین اور علماء کے اقوال پیش کئے۔ اب اس آیت کی حقیقی تفسیر کے لئے چند کلیدی الفاظ کی تشریح کرتے ہیں۔

ولی:۔ آیت میں لفظ "ولی" حاکم یا متصرف کے معنوں میں نہیں اور شیعہ یہیں سے اپنے مفروضہ محل کی تعمیر شروع کرتے ہیں کہ ولی کے معنی حاکم اور دلیل دیتے ہیں۔

ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل (الحدیث۔ ترمذی)

(۱) نکاح میں ولی بمعنی وارث قریبی مراد ہوتا ہے۔ حاکم و متصرف عام مراد نہیں ہوتا۔ حکومت و ریاست تو عام ہوتی ہے۔ فرض کیجئے نکاح میں، مہر میں، میراث میں، تنازعہ ہو جائے تو فیصلہ وہی ولی یا خاوند کرتا ہے یا حکومت کی عدالت میں جانا پڑتا ہے۔ اگر ولی ہی حاکم ہے تو ایک اور حکومت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی کیا ضرورت ہے۔

(۲) آیت میں ولی کے ساتھ ضمیر 'کم' بھی موجود ہے۔ تو ان مخاطبین کے حاکم ہونے چاہئیں آنے والی نسلوں اور کفار کے حاکم نہیں کیونکہ شیعہ یہاں حصر حقیقی مانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ ورسولﷺ اور حاکم وقت تو ساری رعایا کا حاکم ہوتا ہے۔

Scanned with Car

(۳) والمومنون:۔ صیغہ جمع کا ہے۔اس سے مفرد یعنی حضرت علی کی ذات مراد لینا
کیونکر درست ٹھہرا؟ جب کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود نہیں۔

شیعہ اس کا حل یہ بتاتے ہیں کہ جمع کی ضمیر اس لئے لائی گئی ہے کہ اس میں آئندہ گیارہ امام بھی داخل ہیں۔خوب سوجھی۔مگر علم کی بات کرنے اور تک بھڑانے میں فرق ہے۔علم کہتا ہے کہ مرجع ضمیر غائب کا ذات ہوتی ہے جو موجود ہو اور گیارہ امام تو اس وقت تصورات کی دنیا میں بھی نہیں تھے۔

پھر "کُم" کی ضمیر چاہتی ہے کہ صرف تم مخاطبین کے "حاکم" ہوں گے تو کیا ان مخاطبین کے حق میں کہیں مرزا غالب کی دعا قبول ہوگئی کہ ؎

تم سلامت رہو ہزار برس　　　　ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

کاش ایسا ہو جاتا اور ہم گناہ گار بھی آج ان مقدس صورتوں کو دیکھ لیتے اور امام مہدی تک پیدا ہونے والے تمام مسلمان تابعین شمار ہوتے۔کیونکہ اس حساب سے ان کی عمریں ایک لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو اٹھاسی برس سے زیادہ بنتی ہیں۔

(۴) اگر ولی بمعنی حاکم ہے اور المومنون میں باقی گیارہ ائمہ شامل ہیں تو بات ایک اور طرف سے بگڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔یعنی پہلے امام حضرت علی کو تو حکومت ملی، گو بقول شیعہ برائے نام سہی۔اور دوسرے امام حضرت حسن کو ملی اور انہوں نے اپنے آزاد ارادہ اور پسند سے حکومت سے دست بردار ہونے کا اعلان فرمادیا۔باقی میں سے نو کو تو سرے سے حکومت ملی ہی نہیں اور دسویں کے متعلق کچھ کہا نہیں جاسکتا تو پھر اللہ نے اماموں کو کونسی حکومت دینے کا اعلان فرمادیا۔یوں گھر بیٹھے جس کا جی چاہے کہتا رہے کہ میں حاکم ہوں،مگر ایسے حاکم کی سلطنت کی وسعت بھی اس کے اپنے وجود کے برابر ہی ہوسکتی ہے۔

(۵) ربط آیات اور شان نزول کے ضمن میں گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت

Scanned with Car

عبادہ بن صامت کے حق میں نازل ہوئی۔ اہلِ ایمان کو یہود کی دوستی سے منع کیا گیا

اب ان آیات میں ذرا حاکم کے معنی فٹ کر کے مفہوم سمجھئے۔

ا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَـــاءُ بَـعْـضٍ. تو معنی یہ ہونگے کہ اے اہل ایمان! یہود و نصاریٰ کو اپنا حاکم و متصرف نا بنانا۔ وہ تو ایک دوسرے کے حاکم ہیں۔

ب. یَـا اَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِباً مِنَ الَّـذِیْـنَ اُوْتُـوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَاءَ. یعنی اہل ایمان جو لوگ تمہارے دین سے تمسخر کریں۔ اہل کتاب ہوں یا کفار ان کو اپنا حاکم نہ بنانا۔ گویا دین سے تمسخر نہ کریں تو بے شک انہیں اپنا حاکم بنا لینا خواہ اہلِ کتاب ہوں یا کفار ہوں۔

ج. اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ. یعنی اے یہودیو! تمہارا خیال ہے کہ آدمیوں کو چھوڑ کر تم اللہ پر حاکم و متصرف ہو۔

د. قَاتِلُوْا اَوْلِیَاءَ الشَّیْطٰنِ. یعنی شیطان کے حاکموں اور بادشاہوں سے جنگ کرو۔

ر. یـا اَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَاءَ کُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَاءَ. یعنی اے ایمان والو! اپنے باپوں اور بھائیوں کو اپنا حاکم نہ بنانا۔

غرض قرآن مجید میں بیسیوں آیتیں ایسی آتی ہیں جن میں ولی یا اولیاء کا لفظ موجود ہے اگر وہاں ولی کے معنی حاکم کریں تو بات ہی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا شان نزول، سیاق و سباق اور لغت کا فیصلہ یہی ہے کہ یہاں ولی کے معنی دوست کے ہیں۔ اس کے معنی حاکم لینا قرآن کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش ہے۔

زکوٰۃ:۔ دوسرا لفظ زکوٰۃ قابل غور ہے۔ یہ لفظ خاص ہے صدقہ خاص سے اگر یہاں یـنـفـقـون یا اسی قبیل کا کوئی اور لفظ ہوتا تو صدقہ نفلی کا بھی احتمال تھا۔ مگر

Scanned with Cam

یہاں صدقہ نفلی مراد نہیں لیا جا سکتا۔

تفسیر قرطبی ۱:۱۷۹

عن الضحاک لننظرا الی الزکوٰۃ لایأتی الا بلفظها المختص بها وهو الزکوٰۃ فاذا جاءت بلفظ غیر زکوٰۃ احتملت الفرض والتطوع.

''ضحاک فرماتے ہیں زکوٰۃ کا لفظ فرضی صدقہ کے لئے ہے اگر لفظ غیر زکوٰۃ آجائے تو احتمال ہے فرض اور نفلی صدقہ دونوں کا۔''

پھر قرینہ صلوٰۃ بھی موجود ہے جو اصطلاح ہے ہیئت خاص کے لئے۔ اس لئے زکوٰۃ سے فرضی اور اصطلاحی زکوٰۃ ہی مراد ہے۔ اب اس لفظ کو حضرت علی کے لئے تسلیم کیا جائے تو:۔

(۱) ثابت کیا جائے کہ حضرت علی پر زکوٰۃ واجب تھی۔

(۲) زکوٰۃ کا مصرف قرآن میں مذکور ہے غیر محل پر زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوتی۔ حضرت علی نے فرشتہ کو زکوٰۃ دے کر قرآن کی مخالفت کیسے کر ڈالی۔

وهم راکعون:۔ شیعہ اس '' و '' کو واوٴ حالیہ بناتے ہیں۔ اس صورت میں حال واقع ہوگا۔ دونوں فعلوں پر یعنی یقیمون الصلوٰۃ ویوءتون الزکوٰۃ فعل دو ہیں فاعل ایک ہے تو معنی یہ ہوئے کہ حضرت علی رکوع کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہ جملہ کہ ''رکوع کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں'' ایک معمہ بن گیا۔ رکوع تو نماز کا ایک رکن ہے۔ یعنی کل کا ایک جزو ہے۔ تو معاملہ یہ بنا کہ جزو کی حالت میں کل کرتے ہیں۔ بھلا اس میں کوئی تک ہے۔

اگر صرف فعل زکوٰۃ سے حال مراد لیں تو اس کے لئے قول راجح درکار ہے۔ اور جس قول کا سہارا لے کر یہ بنایا جاتا ہے وہ قول خود مرجوح اور ضعیف ہے۔ لہٰذا صحیح نہ ہوا۔ اس کی صحیح صورت یہ ہوگی کہ مسلمانوں کے دوست اللہ، رسول ﷺ اور اہلِ ایمان ہی ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، خشوع و

Scanned with Car

خضوع والے ہیں۔نماز عجز و نیاز سے پڑھتے ہیں۔

واؤ کو حالیہ بنا کر اس میں رنگ بھرنے کے لئے جو افسانہ تیار کیا گیا اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔مگر اس سے اب غرض یہ ہے کہ اس افسانہ سے حضرت علی کی فضیلت نہیں بلکہ افضلیت ثابت کی جائے۔

پھر فاروق اعظم اور صحابہ کرام کے انفاق کی یہی صورت اور اس کی عدم مقبولیت کیلئے روایات تراش لی گئیں۔مگر رب العالمین کے مقرر کردہ پیانوں کے مقابلے انسانوں کے پیانے اور وہ بھی فرضی بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ارشاد باری ہے۔

(۱) لَا یَسْتَوِی مِنْکُم مَن اَنْفَقَ مِن قَبلِ الفَتحِ و قَاتَل اُو لٰئِکَ اَعْظَم درَجة مِن الَّذِیْنَ انفقُوا مِن بَعد وَقَاتلُوا

"تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ اللہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا وہ ان لوگوں کے مقابلے میں بلند ترین درجہ رکھتے ہیں، جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا۔"

اب اس خدائی پیانے سے پیائش کر کے دیکھئے تو کافر کے ہاتھ سے اتاری ہوئی انگشتری فرشتے کو دے دینے کی اور وہ بھی فتح مکہ کے بعد کیا حیثیت رہ جاتی ہے جو جہاد تو کیا انسانوں کے کام بھی نہ آئی۔پھر فرمایا:۔

۲. ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یوتوا اولی القربیٰ والمسکین والمهاجرین فی سبیل الله.	اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہلِ قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔

یہ آیت سورۃ نور کی ہے جس میں واقعہ افک بیان ہوا ہے جس کا تعلق حضرت عائشہؓ سے ہے۔اس صورت میں جہاں حضرت عائشہ کی برأت بیان ہوئی، وہاں آپ کے والد حضرت

Scanned with Car

صدیق کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے اور اس آیت کا صدیق اکبر کے حق میں نازل ہونا حدِ تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی ان المراد من قوله اولوا الفضل منکم. ابو بکر. وهذه الأيته تدل علی انه رضی الله عنه کان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ...... ان اختصاص هذه الأيته بابی بکر بالغ الی حد التواتر فلو جاز منعه لجاز منع کل تواتر.	تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی اور آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ رسولِ اللہ ﷺ کے بعد صدیق اکبر افضل الناس ہیں .... اور اس آیت کا صدیق اکبر کے ساتھ مختص ہونا حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے اگر اس تواتر کا انکار کیا جائے تو ہر تواتر کا انکار جائز ہوگا۔

ہر وصف کے مراتب تین ہوتے ہیں۔ ادنیٰ، متوسط، اعلیٰ، افضل الناس کہنے سے ادنیٰ اور متوسط خود بخود خارج ہو گئے۔ پھر قرآن کریم نے یہ فضیلت بہ نسبت تمام کے فرمائی ہے جیسا کہ کہا جائے خیر الحاضرین۔ اسی طرح اولو الفضل منکم کسی خاص فرد یا کسی خاص جماعت کی نسبت سے نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ صیغہ جمع کا ہے فرد واحد مراد کیونکر ہو سکتا ہے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مقام مدح ثنا کا ہے۔ احکام کا ذکر نہیں۔ مقام مدح میں صیغہ جمع بول کر معنی مفرد مراد لینا جائز ہے۔

اگر جمع ہی مراد لی جائے تو پھر بھی حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آیت صدیق اکبر کے حق میں نازل ہوئی۔ جیسا کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے۔ والاول الاصح نزلت فی شان ابی بکر.

اور صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ:

واستدل بها علی فضل ابی بکرٍ	حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت پر اس آیت سے

الصديق رضی الله عنه لان دخل فی اولی الفضل قطعا لانه وحده او مع جماعة سبب النزول ولا یضرفی ذالک عموم الحکم لجمیع المومنین	استدلال کیا گیا ہے۔ وہ یقیناً اولوالفضل میں داخل ہیں خواہ منفرد ہوں یا مع جماعت آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے اور عموم حکم تمام جماعت کے لئے مضر نہ ہوگا۔ (روح المعانی)

ظاہر ہے کہ جب آیت صدیق اکبرؓ کی بیٹی کی برأت کے سلسلے میں نازل ہوئی تو صاحب فضیلت جماعت میں صدیق اکبرؓ بطریق اولی داخل ہیں۔

ایک شیعہ مفسر اپنی تفسیر منہج الصادقین میں اس کی تفسیر لکھتے ہیں۔

''در بعض تفاسیر آوردہ اند کہ ابوبکر سوگند خوردہ بود کہ پسر خالہ خود یعنی مسطح کہ از فقرا مہاجرین بود و اہل بدر، نفقہ نکند و مطلقا بادنیکی نہ نماید بجہت آنکہ او یکے از متکلمان بود حق تعالٰی آیت فرستاد کہ ولا یأتل اولو الفضل منکم (صفحہ ۲۸۶)

پھر آگے صفحہ ۲۸۷ پر لکھتے ہیں:۔

''اولی القربیٰ والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله۔''

یعنی کسانیکہ جامع ایں صفات باشند مانند مسطح کہ ہم خویش بود و ہم مسکین و ہم مہاجر۔

پھر ذرا آگے قول ابوبکرؓ نقل کیا کہ:۔

''بخدا سوگند کہ ہرگز نفقہ را از مسطح قطع نکنم''۔

لیجئے بات صاف ہوگئی نہ جماعت نے نزول آیت سے پہلے کسی خاص فرد جس میں تمام صفات مذکورہ موجود ہوں، کو نفقہ نہ دینے کی قسم کھائی نہ نزول آیت کے بعد نفقہ قطع نہ کرنے کی قسم کھائی یہ دونوں باتیں حضرت صدیق اکبر سے متعلق ہیں۔ لہٰذا اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی۔

شیعہ نے یہاں اور راہ نکالی کہ اولوالفضل منکم میں فضیلت مال ہے۔ یعنی مال میں فضیلت رکھتا ہے۔

Scanned with Car

مگر یہ راہ بھی مسدود نظر آتی ہے کیونکہ قرآن نے اس سے آگے لفظ ''وَالسَّعَةِ'' فرمایا۔اگر فضل سے مراد مال ہے تو سعتہ سے کیا مراد ہوگی؟

قرآن نے حضرت طالوت کے ضمن میں فرمایا: ولم یوء ت سعة من المال، اگر بات وہی ہے جو شیعہ کہتے ہیں تو یہاں تکرار کی کیا حاجت تھی؟

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی برأت بیان ہو رہی ہے اور صدیق اکبرؓ کی شان۔ قرآن نے یہاں مدح کے دونوں پہلو بیان فرما دیئے۔ دینی بھی اور دنیوی بھی۔ کیا اب بھی صدیق کے صدقہ کی قبولیت میں کسی شک کی گنجائش باقی ہے؟

پھر اللہ کریم نے فرمایا:۔

وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکّی ومالاحدٍ عنده من نعمةٍ تجزیٰ	اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیز گار ہے جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضاجوئی کے (کہ یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا۔

یہ آیت بھی صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی۔ جیسے تفسیر اتقان (۱:۳۰)

فانها نزلت فی ابی بکر الصدیق رضی الله عنه بالاجماع

آیت میں لفظ 'الاتقی' خاص طور پر قابل غور ہے صیغہ افعل التفضیل کا ہے اور اس پر الف لام داخل ہے جو موصولہ نہیں نہ معرفہ ہے مقام جمع میں کہ فائدہ عموم کا دے۔ اتقیٰ مفرد ہے اور لفظ الذی مفرد موجود ہے جو عہدی ہے۔ موعود صدیق اکبر ہیں۔ پھر افعل التفضیل کا صیغہ تمیز عن الغیر کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے زید افضل القوم اسی طرح یہاں صیغہ مفرد کا ہے۔ لہٰذا اس صیغہ میں مشارکت ختم ہوگئی۔ مفرد ہی رہا اور وہ اتقیٰ صدیق اکبر ہی رہے جو غیروں سے ممتاز ہو گئے۔ جب آیت میں ... باطل ہوا تو آیت اپنے شان نزول میں بند ہوگئی اور اتقیٰ صدیق اکبر ہی ثابت ہوئے۔

آیت اول میں فضیلت ثابت ہوئی۔ اس میں آپ کا اتقیٰ ہونا ثابت ہوا۔ اور اتقیٰ کو خود اللہ

Scanned with Car

نے افضل اور اکرم فرمادیا:۔ اِنَّ اَکرَمَکُمْ عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم۔

اس سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کے صدقہ کا بھی قرآن میں ذکر ہے کہ:

اِنَّمَا نُطعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنکُم جَزَاءً وَ لَا شُکُوراً اَنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا یَوماً عَبُوساً قَمطَرِیْراً

مگر فرق اتنا ہے کہ صدیق کے صدقہ کے ساتھ فرمایا کہ ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ. اور یہاں فرمایا کہ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا۔ یعنی وہاں حصول رضائے باری کے لئے ہے اور یہاں سختی کے اداس دن سے بچنے کے لئے ہے اور یہ فرق تو ہونا ہی تھا۔ کیونکہ وہاں اولوالفضل اور اتقیٰ شخص کا ذکر تھا۔

صاحب اتقان نے اس آیت پر ایک علمی فیصلہ دیا ہے۔(۱:۳۰)

قد علمت مما ذكر ان فرض المسئلة فى لفظ له عموم امارايت نزلت فى معين ولا عموم للفظها فانها تقصير عليه قطعا كقوله تعالىٰ وسيجنبها الاتقى الذى .... الخ فانها نزلت فى ابى بكر الصديق بالاجماع واستدل الرازى مع قوله ان اكرمكم عندالله اتقاكم على انه افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ووهم من ظن ان الأية عامة فى كل من عمل علمه اجراء له على القاعدة وهذا غلط فان هذه	اس سلسلہ میں جو ذکر کیا گیا ہے اسے تو جانتا ہے کہ مسئلہ کا تعلق لفظ سے ہے جس کے لئے عموم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ آیت ایک معین شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور لفظ کی بناء پر اس میں کوئی عموم نہیں ہے کیونکہ یہ تو اس شخص پر بند کردی گئی ہے جیسا کہ فرمان باری ہے، وسیجنبها الاتقیٰ الذى .... الخ. یہ ابوبکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی اس پر اجماع ہے اور امام رازیؒ نے اس قول کو دوسرے ارشاد باری ان اکرمکم عند الله اتقاکم سے ملا کر استدلال کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد ابو بکرؓ افضل الناس ہیں جس نے یہ گمان کیا کہ آیت عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو

Scanned with Car

الأية ليس فيها صيغة عموم اذ الالف ولام انما تفيد العموم اذا كانت موصولة او معرفة فی جمع زاد قوم او مفرد بشرط ان لا یكون هناك عهد واللام فی الاتقی لیست موصولة لانها لا توصل بافعل التفضیل اجماعا والاتقی لیس جمعا بل مفرد والعهد موجود خصوصا مع ما یفیده صیغة افعل التفضیل من التمیز وقطع المشاركة فبطل القول بالعموم و تعین القطع بالخصوص والقصر علی من نزلت فیه رضی الله عنه ای فی ابی بكر رضی الله عنه

اب عمل کرے جیسا صدیق نے کیا اور اس کو ایک عام قاعدہ سمجھ لے تو وہ شخص وہم کا شکار ہوا۔ کیونکہ الف لام اس وقت عموم کا فائدہ دیتے ہیں جب موصولہ یا معرفہ بنانے کے لئے ہو جمع میں اور ایک گروہ نے کہا کہ یا مفرد ہو مگر اس شرط پر کہ وہاں عہد نہ ہو اور الاتقیٰ میں لام موصولہ نہیں کیونکہ افعل التفضیل کے ساتھ موصولہ نہیں بنایا جاتا۔ اس پر اجماع ہے اور الاتقیٰ جمع نہیں بلکہ مفرد ہے اور عہد موجود ہے بالخصوص جب کہ صیغہ افعل التفضیل ممیز کردیتا ہے اور مشارکت کو قطع کردیتا ہے۔ اس لئے عموم کا قول باطل ہوا اور اس کا قصر خاص پر متعین ہوگیا اور یہ قصر حقیقی ہے جس کے حق میں آیت نازل ہوئی۔ یعنی ابوبکر صدیقؓ کے حق میں

اس قانون کو سمجھنے کیلئے یہ اصطلاحیں سامنے رکھیں:۔

قصر:۔ کسی چیز کو کسی سے مختص کردینا کہ دوسرے تک نہ پہنچ سکے۔

قطع المشارکت:۔ کسی چیز میں معین شخص کے ساتھ کسی کی شرکت کو ناجائز قرار دینا۔

الف لام:۔ الاتقیٰ میں جو الف لام ہے یہ نہ موصولہ ہے نہ تعریفی ہے یعنی معرفہ بنانے کے لئے نہیں، بلکہ یہ الف لام عہدی ہے۔

Scanned with Cam

۴. رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا	اے رب مجھے خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔

صدیق اکبر کی فضیلت تو آیت نصرت میں اللہ تعالیٰ نے بڑے الفاظ میں فرما دی کہ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار ۔مگر آیت مندرجہ بالا میں دوسرے انداز سے صدیقؓ کی نصرت کا اظہار فرمایا۔اس آیت کی تفسیر امام جعفر سے سنیے۔

"امام جعفر علیہ السلام از آبائے کرام خود روایت کردہ کہ رسول ایں دعا را در وقتے کرد کہ در غار بود یعنی بار خدایا بیرون آور مرا از غار با امنیت و باز بمکہ رساں مرا با ظفر و غنیمت واجعل لی وبدہ مرا من لدنک از نزدیک خود سلطاناً نصیراً حجتے یاری دہندہ و قوتے و اعانت کنندہ و غالب شوندہ بر جمیع اہلِ خلاف وعناد و مراد بسلطان سلطنت و پادشاہی است کہ ناصر اسلام باشد بر کفر چہ رواج اسلام بیرون آں میسر بنود پس حق تعالیٰ اجابت دعوت آنحضرت قبول فرمود بقولہ فان حزب اللہ ھم الغالبون وبقولہ لیظھرہ علی الدین کلہ وبقولہ لیستخلفنھم فی الارض (منہج الصادقین صفحہ ۳۰۷)

حضرت امام جعفر کی تفسیر سے چند نکات حاصل ہوئے۔

(۱) حضور نے یہ دعا غار میں کی۔

(۲) دعا کا آغاز اس درخواست سے ہوتا ہے کہ مجھے غار میں سے امن کے ساتھ باہر نکال

(۳) آغاز سے انجام تک مجھے ایسا اعانت کنندہ ساتھی دے جو مخالفین اور دشمنوں پر غالب آئے۔

Scanned with Car

(۴) حضورﷺ کی دعا قبول ہوئی اور قبولیت کا ثبوت یہ ہے کہ

(ا) فان حزب الله هم الغالبون

(ب) ليظهره على الدين كله

(ج) ليستخلفنهم فى الارض

اب دیکھنا یہ ہے کہ قبولیت دعا کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے۔ غار سے امن کے ساتھ نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلطاناً نصیرا ابوبکر صدیقؓ عطا فرمایا اور اعلان فرمایا فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذهما فى الغار.

فان حزب الله هم الغالبون کے مناظر حضورﷺ کی حیات طیبہ میں جو سامنے آئے وہ صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ہاتھوں سے صورت پذیر ہوئے پس صحابہ کی جماعت ہی حزب اللہ ہے جو حضورﷺ کی دعا کی قبولیت کے طور پر معرض وجود میں آئی اور حضورﷺ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد غلبہ کی ابتدا مرتدین کی سرکوبی کے سلسلے میں ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھوں ہوئی اور اسلام کی سلطنت کا پھیلاؤ فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں ہوا اور اس میں مزید وسعت اور اہل خلاف و عناد کی سرکوبی حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھوں۔ گویا فان حزب الله هم الغالبون اور ليظهره على الدين كله کی عملی تفسیر خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں ہوئی اور ان آیات کا مصداق وہی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ غار میں اللہ نے دعا قبول کی مگر انجام سے بے خبر تھا کہ ان لوگوں یعنی خلفائے ثلاثہ ہی کے ہاتھ سے ہی ليظهره على الدين كله کی تفسیر عملی ہوگی اور حزب الله هم الغالبون کا نقشہ بھی یہی لوگ پیش کریں گے اور اللہ کو بدا تو ہو ہی جاتا ہے۔ بالخصوص امامت کے مسئلے میں اور خلافت کے معاملے میں اللہ کا بدا انتہاء کو پہنچ گیا۔ اگر اللہ اس انجام سے واقف ہوتا تو ہرگز غار میں یہ دعا قبول نہ کرتا۔

ليستخلفنهم فى الارض کی صورت قبولیت ظاہر ہے کہ اللہ نے دین اسلام کو غالب کرنے اور سلطنت اسلام کو وسعت دینے اور مخالفین اسلام کو ختم کرنے کے لئے خلفائے ثلاثہ کو

Scanned with Car

یکے بعد دیگرے حضور اکرم ﷺ کا خلیفہ بنایا۔

اگر ان حقائق سے انکار کیا جائے اور حضرت علی کو خلیفہ بلافصل مان لیا جائے تو تاریخ اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ حضرت علی نے مرتدین کے خلاف نہ کوئی جنگ کی نہ ان کا قلع قمع کیا۔ اور انہوں نے اپنے عہد میں ایک انچ کے برابر زمین کا سلطنت اسلامی میں اضافہ نہیں کیا۔ لہٰذا امام جعفر نے قبولیت دعا کے ثبوت میں جو تین آیتیں پیش کیں ان کا مصداق خلفائے ثلاثہ اور جماعت صحابہ ہی قرار پاتی ہے اور اہلِ سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور قرآن کریم کی رُو سے دین حق یہی ہے۔

Scanned with Car

باب سوم

آیت تطہیر

قرآن کریم کی کسی آیت کا حقیقی مفہوم سمجھنے یا کسی آیت کے کسی لفظ کا مدلول معلوم کرنے میں انسان اس وقت ٹھوکر کھاتا ہے جب آیت کو سیاق وسباق سے الگ کر کے کسی جزو سے اپنی پسند کا مفہوم نکالنے کی کوشش کی جائے۔ یہ کوشش دراصل قرآن کے الفاظ سے معنی اخذ کرنا نہیں ہوتا بلکہ آیت میں اپنی پسند کے معانی داخل کرنا ہوتا ہے۔ اور جب اس کوشش کو وسعت دے کر دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹانے کی مہم شروع کردی جائے تو اسے انسانیت کے حق میں ظلم عظیم کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

اسی قسم کی ایک صورت آیت تطہیر کی تعبیر میں ملتی ہے۔ چنانچہ اس مہم کی ابتداء سارے سلسلہ مضامین سے صرف نظر کر کے اس ٹکڑے سے کی جاتی ہے کہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مفہوم کا پورا منظر پیش نظر رکھا جائے لہٰذا قرآن کریم سے پورا مضمون نقل کرتے ہیں:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا	اے نبی ﷺ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال ومتاع (دنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو تم سے نیک کرداروں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔ اے نبی کی

Scanned with Car

عَظِيماً. يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيراً. وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُّؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيماً. يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً. وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً. وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفاً خَبِيْراً.	بیبیو جو کوئی تم میں سے کھلی ہوئی بے حیائی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جائے گی اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریگی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اسکا دوہرا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کیلئے عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔اے نبی کی بیویو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو، تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے سے (جب کہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد) ہونے لگتا ہے۔جسکے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہر طرح (ظاہراً و باطناً) پاک و صاف رکھے اور تم آیات الٰہی کو اور اس علم (احکام) کو یاد رکھو جسکا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے۔بیشک اللہ راز دان ہے پورا خبردار ہے۔

اس سلسلہ مضمون کا آغاز نبی کریم ﷺ سے خطاب سے ہو رہا ہے اور حضور ﷺ کو ارشاد ہو رہا ہے کہ اپنی ازواج مطہرات سے کہیے اگر تمہیں دنیوی آرائش و زیبائش سے لگاؤ ہے تو میں

Scanned with Cam

تمہیں رخصت کئے دیتا ہوں اور اگر اللہ و رسول ﷺ و دار آخرت کی مسرتیں تمہارا نصب العین ہے تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ پھر ازواج مطہرات سے خطاب ہوتا ہے کہ تمہاری ذمہ داری بھی دوسروں کی نسبت کئی گنا زیادہ ہے اور اسی نسبت سے تمہارے لئے صلہ بھی دوسروں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم دوسری عورتوں کی طرح من مانی کرنے کے لئے نہیں ہو، بلکہ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ مرکزِ نبوت میں بیٹھ کر پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو پوری کرتی رہو جو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے تم پر عائد ہوتی ہیں۔ کیونکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ اے نبی کے گھر والو! اللہ تم کو یوں پاک رکھنا چاہتا ہے جیسے پاکیزگی کا حق ہے۔ تمہاری ذات تو علم و حکمت کا منبع ہے کیونکہ وحی الٰہی کا نزول تم ازواج النبی کے گھروں میں ہوتا ہے۔

آیات کی اس سادہ اور مربوط ترجمانی کے بعد چند دقیق نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم نے جہاں بھی امہات المومنین کا ذکر فرمایا ہے ان کی زوجیت اور نکاح کی نسبت ذات رسول موصوف بہ صفت نبوت کی طرف کی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ زوجیت کی اضافت نبوت کی طرف ہے یعنی ان کی زوجیت کا تعلق نبوت سے ہے اور چونکہ مخلوق میں افضل ترین منصب نبوت کا ہے لہٰذا ان کی زوجیت میں بھی وہی عورتیں داخل ہوئیں جنہیں نبوت و رسالت سے پوری پوری مناسبت ہے۔ نبی ظاہری اور باطنی گناہ سے معصوم ہوتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم کی پاکیزگی کا ایسا اہتمام کرتا ہے کہ مکھی جسے گندگی سے نسبت ہے اس کے جسم پر نہیں بیٹھ سکتی۔ تو ظاہر ہے کہ جب نبی کی یہ شان ہے تو ازواج النبی دنیا کی محبت و زینت کی غلاظت لے کر نبی کے جسم سے کیسے مَس کر سکتی ہیں۔ لہٰذا اعلان کرایا گیا کہ اگر اس غلاظت کا شائبہ بھی تمہارے نہاں خانہء دل میں کہیں پایا جائے تو میں تمہیں اپنے سے جُدا کئے دیتا ہوں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مخاطب ازواج

Scanned with Car

النبی میں سے کسی کو اپنے سے جدا نہیں کیا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کا یہ فعل ازواج مطہرات کی پاکیزگی، طہارت اور حفاظت عن المعاصی پر مہر ثبت کر دیتا ہے۔

اسی حقیقت کو دوسرے انداز میں ظاہر کر دیا کہ ازواج مطہرات تمہارے گھر تو مہبط وحی ہیں۔ لہٰذا محبتِ دنیا اور زینت دنیا کا یہاں گزر بھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور دار آخرت کی فکر کے بغیر کسی چیز کا وجود ہی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) اس کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے ذات رسول کا ﷺ ذکر کیا۔ صفت نبوت کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا کہ: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَةَ نُوْحٍ وَّامْرَاَةَ لُوْطٍ۔ چونکہ ان عورتوں کو شان نبوت سے مناسبت نہیں تھی۔ لہٰذا اول تو انکی نسبت ذات کی طرف کی گئی پھر ان کو زوجیت سے علیحدہ کر دیا گیا اور رہتی دنیا تک مثال قائم کر دی۔

(۳) یہ صرف حضور ﷺ کی خصوصیت اور ازواج مطہرات کی خصوصیت ہے کہ انہیں ازواج النبی اور نساء النبی کے الفاظ سے خطاب کیا گیا۔ قرآن کریم میں کسی نبی کی بیوی کو نبوت کی نسبت اور اضافت سے نہیں پکارا گیا۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کیا گیا: وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِیْمَ بِالْبُشْرٰی پھر فرمایا وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ" فَضَحِكَتْ یہاں ہ، ضمیر کا مرجع بھی ذات ابراہیمؑ مذکور ہے۔

اسی طرح حضرت زکریاؑ کے قصے میں ان کی زبانی بیان ہوا کہ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ" یہاں بھی بیوی کی نسبت نام زکریاؑ کی طرف ہے مگر قرآن کریم میں حضور ﷺ کی ازواج کا جہاں ذکر آیا نبی کی اضافت سے آیا۔

(۱) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (۲) یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ

(۳) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ نبی کریم ﷺ کے ساتھ زوجیت کی نسبت اور نبی کریم ﷺ کے گھر کے ساتھ اہلِ بیت کی نسبت

Scanned with Car

اِن عورتوں کو ہی ہو سکتی ہے جن کے دلوں سے محبت دنیا نکال کر اللہ و رسول ﷺ کی محبت یوں بھر دی گئی ہو کہ صرف وہی اس گھر میں رہنے کے قابل اور نبوت سے نسبت کی اہل قرار پائیں۔ اور اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس دل میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت جاگزیں ہو وہاں کوئی اور محبت کہاں ٹھہر سکتی ہے۔

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً۔

مملکت دل پر جب اللہ و رسول ﷺ کی محبت کا حملہ ہو تو وہاں سے دنیوی محبت کو ذلیل کر کے نکال باہر کر دینے کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔

(۴) ان آیات میں رب العالمین نے ازواج النبی کے لئے دو انعامات کا اعلان فرمایا۔ اخروی اور دنیوی۔ ازواج مطہرات نے جب اللہ و رسول ﷺ اور دار آخرت کا پہلو اختیار فرمایا تو اس کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کا اعلان فرما دیا کہ دار دنیا میں، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ جب تم نے اپنے دل سے سب کچھ نکال کے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کو اس میں بسا لینا پسند کیا تو میں تمہارے دلوں کو اس درجہ پاک کرنے کا اعلان کرتا ہوں کہ تمہاری اس پسندیدہ اور اختیار کردہ چیز کے بغیر ان میں اور کچھ بھی نہ رہنے پائے یہ انعام تمہیں دنیا میں عطا کیا جا رہا ہے۔

رہا دوسرا پہلو تو فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ اس میں 'اَعَدَّ' صیغہ ماضی کا ہے یعنی میں نے اپنے علم ازلی سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ تم اللہ و رسول ﷺ کو ہی اختیار کرو گی اس لئے میں نے اسی وقت سے تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے یہ انعام اخروی ہے۔ اس انعام سے واضح ہو گیا ہے کہ امہات المومنین کا حضور ﷺ سے زوجیت کا تعلق صرف دنیا تک محدود نہیں بلکہ عالم برزخ اور عالم آخرت میں بھی یہ تعلق قائم رہے گا۔

اس مقام پر چند ایک اور آیات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے۔

Scanned with Car

(۱) قَالَ تَعَالٰی لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ۔ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیویوں کی جگہ دوسری بیویاں کر لیں۔ اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو۔

سنن الکبری بیہقی ۷:۷۰ میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

فان المرأة فی الجنة لأخر ازواجها فی الدنیا فلذلک حرم الله علی ازواج النبی ان ینکحها بعده لانهن ازواجه' فی الجنة ۔یعنی جنت میں عورت اس خاوند کو ملے گی جو دنیا میں اس کا آخری خاوند ہوا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بیویوں پر بعد وفاتِ رسول ﷺ نکاح کرنا حرام قرار دیا۔ کہ یہ اپنے نبی کی جنت میں بھی بیویاں ہونگی۔

(۲) وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَه' مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا۔ یعنی حضور ﷺ کے بعد کوئی شخص ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔ یہ امت کی مائیں ہیں۔

(۳) وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ نکاح کے بدستور قائم رہنے کی دلیل ہے۔

(۴) ازواجِ مطہرات کا اللہ و رسول ﷺ کو اختیار کر لینا بھی ان کی دائمی زوجیت رسول پر دال ہے۔ اگر دنیا کی محبت ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی پائی جاتی تو نبی کریم لازماً انہیں طلاق دے دیتے۔ حضور ﷺ کا طلاق نہ دینا ان کی حقیقی طہارت کی دلیل ہے۔

پھر آیت کے مذکورہ بالا ٹکڑے میں یعنی "اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْکُنَّ" میں '' مِنْ " بیانیہ ہے۔ تبعیضیہ نہیں (مدارک) اور بیضاوی میں ذرا وضاحت ومن للتبیین لانهن کلهن من محسنات یعنی سب کی سب محسنات تھیں۔

جب محبت دنیا اور زوجیت نبی ﷺ کا یکجا ہونا محال تھا تو یہ اجتماع نقیضین کیونکر ممکن ہو سکتا تھا۔ چنانچہ شیعہ مفسر علامہ محمد حسین الطباطبائی نے اپنی بے نظیر تفسیر المیزان فی تفسیر القرآن

۳۰۵:۱۶ پر اس حقیقت کا یوں اظہار کیا ہے۔

وقد ردّ دامرھن بین ان یردن الحیاۃ الدنیا و زینتھا و بین ان یردن اللہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ و ھذ الترديد یدل اوّلاً ان الجمع بین سعۃ الدنیا والعیش وصفائھا بالتمتع من الحیاۃ وزینتھا وزوجیۃ النبی ﷺ فی بیتہ مما لا یجتمعان.	اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کا حکم اور فیصلہ تردید کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ یا تو وہ حیات دنیا اور اس کی زینت کو اختیار کریں۔ یا اللہ اور رسول اور آخرت کو اختیار کریں اور یہ تردید اول ہی اس پر دلالت کرتی ہے کہ دنیوی خوشحالی، انتفاع دنیوی اور زینت دنیوی کے ساتھ زوجیت رسول اور بیت رسول میں رہنا محال اور اجتماع ضدین ہے۔

شیعہ مفسر کی اس وضاحت پر غور کریں۔ کیا ازواج مطہرات بیت میں رہیں یا رسول ﷺ نے انہیں گھر سے نکالا یا اگر نہیں نکالا تو اہل بیت رسول ﷺ کون ہوا اور تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد بیت رسول ﷺ میں وہی رہیں۔ لہٰذا امت کو جس طرح رسول ﷺ ایسا مقدس و مطہر ملا امت کی مائیں بھی مقدس اور پاکیزہ ملیں جن کی تطہیر کا اعلان خود خدائے محمد ﷺ نے کر دیا۔

پھر یہی مفسر اپنی اسی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یا ایھا النبی قل لازواجک امر النبی ﷺ ان یبلغ الایتین ازواجہ ولازمہ' ان یطلقھن ویمتعھن ان اخترن الشق الاول ویبقیھن ان اخترن اللہ ورسولہ والدار الاٰخرۃ	فرمایا: اے میرے نبی تم اپنی بیویوں کو ان دو آیتوں کا حکم سنا دو اور اللہ نے اپنے رسول پر فرض قرار دے دیا کہ اگر وہ شق اول یعنی محبت دنیا اور اس کی زینت اختیار کریں تو انہیں نفع دنیوی دیکر طلاق دے دو اور اگر وہ شق ثانی یعنی اللہ ورسول اور آخرت کو اختیار کریں تو انہیں زوجیت میں باقی رکھو۔

اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کیا۔ بیت نبوی ﷺ میں رہی۔ الفضل ما

شهدت به الاعداء۔

احکام کی تفصیل

جب امہات المومنین نے شق ثانی اختیار کر لی تو آداب نبوت اور ان کی ذمہ داریوں کے متعلق احکام کا بیان شروع ہوا۔

یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضَاعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ۔ انعام کے مقابلے میں سزا کا بیان فرمایا۔ مگر آیت کے اس حصے سے بھی گمراہی کے سامان فراہم کئے جاتے رہے یہ مادہ قضیہ شرطیہ میں ہے اور شرط اور جزا پر مشتمل ہے اور قضیہ شرطیہ کی شرط یعنی مقدم کا وقوع اور عدم وقوع برابر ہوتے ہیں۔ یعنی وقوع مقدم و شرط ضروری نہیں اس طرح جزاء و تالی کا وقوع بھی ضروری نہیں۔ جیسا ان کانت الخمسه زوجا کانت منقسمة بمتساويين یعنی اگر پانچ جفت ہوں تو ان کی تقسیم دو امر متساوی کی طرف ہوگی۔ یہ عبارت تو درست ہے مگر اس پر دال نہیں کہ پانچ واقعی جفت ہے جب یہ نہیں تو یقیناً منقسم دو امر مساوین کی طرف بھی نہ ہوگا۔ دونوں کا وقوع محال ہے لہٰذا یہاں بھی یہی بات ہے کہ امہات المومنین سے نہ بے حیائی صدور ہوگا، نہ دو چند عذاب ہوگا۔

یہاں من یات میں مَنْ شرطیہ ہے جو وقوع شرط کو مستلزم نہیں تو جزا کیسے مرتب ہوگی۔ اب اس کی مثالیں قرآن کریم سے ملاحظہ ہوں۔

(۱) لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ ۔ یعنی انبیاء سے کہا گیا ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو اللہ آپ کے عمل ضائع کر دے گا۔

(۲) وَلَوْ اَشْرَکُوا لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَا کَانُوا یَعْمَلُوْن ۔ اگر انبیاء شرک کریں گے تو اللہ ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔

(۳) اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۔ اگر اللہ کے اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔

Scanned with Car

(۴) لَو اَرَادَ اللّٰهُ اَن یَّتَّخِذَ وَلَداً لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ اگر اللہ اپنی اولاد بنا تا تو مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔

(۵) فَاِنْ کُنتَ فِیْ شَکٍّ مِمَّا اَنْزَلْنَا اِلَیکَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ۔ اگر آپ کو اس کے منزل من اللہ میں شک ہے تو سابقہ اہل کتاب کے علماء سے پوچھ لو۔

ان آیات میں شرط اور جزا دونوں غیر ممکن الوقوع ہیں۔

دوسرا حکم

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی.

حکم ہوا کہ تم بیت النبی یعنی مرکز نبوت میں جمی رہو۔ غیر ذمہ دار عورتوں کی طرح بے پردہ گھر سے باہر نہ جاؤ۔ اور جاہلیت کے زمانے کی عورتوں کی طرح زینت کا اشتہار نہ دیتی پھرو۔ اس سادہ سی ہدایت کا مطلب ظاہر ہے مگر جو طبائع لا تقربوا الصلوٰۃ پر رک جانے کی عادی ہیں انہوں نے یہاں بھی گریز کی راہ نکال لی۔ اور دعویٰ کر دیا کہ جنگ جمل میں جانا گھر سے نکلنا اور امام برحق سے لڑنا صریح بدکاری ہے۔

اگر گھر سے نہ نکلنے سے مراد یہی ہے کہ گھر کی چار دیواری سے قدم باہر رکھنے کی ممانعت ہے تو حیرت ہے کہ جس پر قرآن نازل ہوا اس ہستی نے قرآن کریم کا یہ مفہوم کیوں نہ سمجھا۔ اگر یہی سمجھتے تو حجۃ الوداع میں ام المومنین کو گھر سے قدم باہر رکھے بغیر کیونکر شامل کر لیا۔ گھر تو مدینہ میں ہے اور ام المومنین حج کے لئے مکہ پہنچ گئیں۔ اور رسول ﷺ کو اتنی خبر بھی نہ ہوئی کہ آپ کی موجودگی میں نص کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی بڑا ہی بے نیاز ہے کہ اپنے نبی کو قرآن کا مفہوم نہ بتایا اور ان لال بجھکڑوں کو اس حقیقت سے آشنا کر دیا۔

پھر ام المومنین کا مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنا ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیا یہ عمل بھی گھر سے باہر قدم رکھے بغیر ہی ہوتا۔ کاش! یہ الٹی سیدھی باتیں بنانے والے نبی

Scanned with Car

کریم ﷺ کا تو کچھ لحاظ رکھتے۔

رہا جنگ میں جانا تو اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اسد الغابہ میں حضرت زبیرؓ کے واقعات کا مطالعہ کیا جائے ہم نے اپنی کتاب تحذیر المسلمین میں اس کی تفصیل دے دی ہے۔

آیئے قرآن کریم سے امہات المومنین کے مرتبہ اور شان کے متعلق کچھ رہنمائی حاصل کرلیں۔

قرآن کریم نے ازواج النبی کو امہات المومنین کا خطاب دیا ہے۔اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت علی بھی مومن ہیں۔لہٰذا ان کی ماں ہوئیں۔اس حقیقت کا اقرار شیعہ عالم کی زبانی سنیئے:

معنی الاخبار شیخ صدوق طبع ایران صفحہ ۲۷۵

فدخل عيينه بن حصين على النبى	عیینہ بن حصین رئیس قبیلہ مضر نبی کریم ﷺ کی
ﷺ وعنده عائشه فدخل بغير	خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نبی
اذن فقال له النبى ﷺ فاين	کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھی۔حضور ﷺ نے فرمایا
الاستيذان قال ما استأذنت على	اجازت مانگنے کا حکم کیا ہوا؟ عیینہ نے کہا میں قبیلہ مضر
رجل من مضر منذ ادركت ثم قال	کے کسی مرد کے پاس ان کی اجازت نہیں مانگا کرتا
من هذه الحميرا الى جنبك فقال	جب سے بالغ ہوا ہوں۔پھر کہا کہ اس حمیرا کی وجہ
رسول الله ﷺ هذه عائشه ام	سے اذن طلب کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عائشہ
المومنين قال عيينه افلا انزل لك	ہے ام المومنین ہے عیینہ کہنے لگا کیا میں آپ کے
عن احسن الخلق و تنزل عنها.	لئے کوئی حسین عورت نہ لے آؤں اور آپ اس کو
فقال رسول الله ﷺ ان الله عز و	طلاق دے دیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
جل قد حرم على ذلك فلما	نے مجھ پر طلاق دینا حرام کردیا ہے جب وہ چلا گیا تو
خرج قالت له عائشة من هذا يا	حضرت عائشہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون تھا۔
رسول الله ﷺ قال هذا احمق	حضور ﷺ نے فرمایا یہ احمق ہے اور اس کے جو لچھن

Scanned with Car

مطاع و انه علی ما ترین سید قومہ	تم نے دیکھے ہیں اس کے باوجود قوم کا سردار ہے۔

شیخ صدوق کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ:

(۱) حضور ﷺ نے اپنی زبان سے حضرت عائشہ کو ام المومنین فرمایا۔

(۲) شیعہ عالم نے روایت بیان کی ہے جس سے ظاہر ہے انہیں یہ حقیقت تسلیم تھی۔

(۳) اس حقیقت کے دو گواہ اللہ اور رسول ﷺ ہی کافی تھے۔ مگر ضد کی کوئی حد تو مقرر نہیں لہٰذا تیسرے گواہ امام ہوئے، چوتھا گواہ شیخ صدوق۔

(۴) یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ حضرت عائشہ مومنوں کی ماں ہے۔ ظاہر ہے کہ جو اسے ماں تسلیم نہ کرے اس کا ایمان سے دور کا بھی رشتہ نہیں۔

یہاں یہ بات پیش رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تمہارے روحانی باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں۔ اگر حضرت عائشہ کو معاذ اللہ کافر تسلیم کیا جائے تو اس احسان کا کیا کہنا کہ کافر عورت کو مومنوں کی ماں قرار دے دیا مگر عینیہ پر کوئی حماقت ختم تو نہیں ہوگئی۔ ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں۔

چنانچہ حال کے ایک "دانشور" محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب التجلی میں لکھا ہے کہ "ماں ہونا اور چیز ہے، مومنہ ہونا اور چیز ہے"۔ یہ اور چیز بھی عجیب چیز ہے۔ اس سلسلہ کو وسیع سے وسیع تر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً محمد حسین کا شیعہ ہونا اور چیز ہے انسان ہونا اور چیز ہے یا یوں کہئے شیعہ ہونا اور چیز ہے مومن ہونا اور چیز ہے۔ امام ہونا اور چیز ہے مومن ہونا اور چیز ہے۔ شہدائے کربلا کا قتل ہو جانا اور چیز ہے شہید ہونا اور چیز ہے۔ اللہ ہونا اور چیز ہے خالق ہونا اور چیز ہے (معاذ اللہ) یہ "اور چیز" ایسی شیطان کی آنت ہے کہ اس کا سرا ڈھونڈے نہیں ملے گا۔

Scanned with Cam

شیعہ کی ایک تحقیق

عیون اخبار الرضا شیخ صدوق طبع مطبع حیدریہ نجف اشرف صفحہ ۱۵۵

واما محمد ﷺ وقول الله عز و جل وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشى الناس والله احق ان تخشٰه فان الله عز و جل عرف نبيه ﷺ اسماء ازواجه في دار الدنيا واسماء ازواجه في دار الأخرة وانهن امهات المومنين واحداهن من سمي له زينب بنت جحش وهي يومئذ تحت زيد بن حارثه فاخفي اسمها في نفسه ولم يبده كيلا يقول احد من المنافقين انه قال في امرأة في بيت رجل انها اخدى ازواجه من امهات المومنين و خشي قول المنافقين.	جہاں تک نبی کریم ﷺ اور ارشاد باری ہے تو نے اس بات کو چھپا رکھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے تو لوگوں سے ڈرتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کی تمام بیویوں کے نام بتائے تھے جو دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج ہونے والی ہیں۔ اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ امہات المومنین ہیں ان میں سے ایک زینب بنت جحش ہے جو اس وقت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کا نام ظاہر نہیں کیا تھا مبادا منافق یہ نہ کہیں کہ اس عورت کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ امہات المومنین میں سے ہے حالانکہ وہ دوسرے آدمی کے گھر اس کے نکاح میں ہے۔ منافقین کے اس شور سے حضور ﷺ کو اندیشہ تھا۔

شیعہ محقق کے اس بیان سے معلوم ہوا ہے کہ:

(۱) نبی کریم ﷺ کو ان تمام خواتین کے نام سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا جو آپ کی زندگی میں آپ کے نکاح میں آنے والی تھیں۔

(۲) آپ نے جن سے نکاح کیا وہی امہات المومنین ہیں۔

(۳) وہی عالم برزخ اور آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔

Scanned with Car

ہاں یہ تو وہ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

(۱) لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ. (تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو)

(۲) اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ (پاک مرد اور پاک عورتیں ایک دوسرے کیلئے ہیں)

(۳) لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِھِنَّ ۔یعنی ان کے بغیر کسی اور سے نکاح بھی نہیں کر سکتے ۔اور ان کو طلاق بھی نہیں دے سکتے۔

(۴) خانہ رسول وہی ہے جو ازواج مطہرات کا گھر ہے۔

(۵) گھر والیاں بس وہی ہیں جو خانہ رسول میں رہتی ہیں۔

یہ روایت بعینہٖ انہی الفاظ میں انوار نعمانیہ ۱:۸۶ پر موجود ہے۔

ان تمام وضاحتوں کے بعد یہ عجیب بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں اس عورت کا آنا مقدر ہو چکا تھا جو معاذ اللہ کافر تھیں۔

رسول اللہ کو برزخ اور آخرت میں معاذ اللہ کافر بیوی کا رکھنا مقدر کر دیا گیا اور معاذ اللہ کافر عورت کو امہات المومنین میں شمار کیا گیا۔

نتیجہ اس کے بغیر کیا نکل سکتا ہے کہ یہ واقعی حقیقی مومنہ ہے اللہ نے جیسا رسول انتخاب کیا ویسے ہی اس کی بیویاں انتخاب کیں۔اور وہ واقعی امہات المومنین ہیں۔ہاں کافروں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ریاض الجنۃ

فروع کافی طبع نولکشور لکھنوء ۱:۵۸۵ پر امام جعفر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ ۔یعنی میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔

اسی کے صفحہ ۵۸۶ پر ہے کہ جمیل ابن دراج کہتا ہے سمعت ابا عبداللہ یقول قال

Scanned with Car

رسول الله ﷺ ما بين منبری و بیوتی روضة من ریاض الجنة۔

پھر اسی صفحہ پر عن مرازم قال سألت ابا عبدالله علیه السلام عما یقول الناس فی الروضة فقال قال رسول الله ﷺ فیما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة۔

اسی کے صفحہ ۵۸۵ پر ابوبکر حضرمی کا سوال اور امام جعفر کا جواب درج ہے: قال قلت هی روضة الیوم قال نعم انه لو کشف الغطاء لرأیتم ۔یعنی امام کی زبان سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کا باغ ہے۔ابوبکر حضرمی نے سوال کیا کہ جس گھر کا یہاں ذکر ہے وہاں تو آج روضہ رسول ﷺ ہے تو امام نے فرمایا ہاں یہی روضہ رسول جنت کا ٹکڑا ہے اگر تمہاری آنکھوں سے پردہ اٹھ جائے تو تم دیکھ لو کہ یہی روضہ جنت کا باغ ہے۔امام نے تو بتادیا کہ یہی جنت کا باغ ہے جس میں آج ابوبکرؓ اور عمرؓ اپنے محبوب کے ہمراہ موجود ہیں۔مگر من مانی کرنے والے امام کی بات بھلا کہاں مانتے ہیں۔انہیں تو اصرار ہے کہ معاذ اللہ دو کافر یا منافق بھی جنت میں معیت رسول سے مشرف ہو رہے ہیں۔یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون نہیں بدلا البتہ ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے جنہیں ان کے ایمان میں شک ہے۔

امام کے اس فرمان کے مطابق جن لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ہے وہ روضہء اقدس کی ظاہری حقیقت بھی نہیں جانتے۔اس کے اندر کی حقیقت کیونکر پہچانیں گے مگر امام نے اس کے اندر کے حالات بھی کچھ تو بیان فرمادیئے۔

اصول کافی طبع نولکشور لکھنوء طبع ۱۳۰۲ھ

عن جعفر بن المثنی الخطیب قال کنت بالمدینة وسقف المسجد الذی یشرف علی القبر قد سقط والفعلة یصعدون وینزلون ونحن جماعة فقلت من منکم موعد ان یدخل علی	خلاصہ یہ ہے کہ روضہء اقدس کی چھت گر گئی تعمیر کا کام شروع ہو گیا جعفر بن المثنی خطیب نے یہ منظر دیکھا۔ساتھیوں سے کہا کہ کون ہے جو امام جعفر کے پاس جا کر اجازت طلب کرے کہ اوپر چڑھ کر روضہء اقدس کے اندر ذرا جھانک لیں۔

Scanned with Car

ابی عبداللہ اللیلة فقال مھران بن ابی نصر انا وقال اسمٰعیل بن محمد الصیر فی انا. فقلنا لھما سلاہ لنا من الصعود لنشرف علی قبر النبی ﷺ فلما کان من الغد لقینا ھما واجتمعنا جمیعا فقال اسمٰعیل قد سألناہ لکم عما ذکرتم فقال ما احب لاحد منکم ان یعلوا فوقه ولا امنه ان یریٰ شیأ یذھب منه بصرہ او یراہ قائما یصلی او یراہ مع بعض ازواجه ﷺ	مہران اور اسمٰعیل نے حامی بھری۔ دوسرے روز پھر جماعت شیعہ اکٹھی ہوئی تو اسماعیل نے کہا میں نے تمہارے لئے امام سے اجازت طلب کی مگر امام نے فرمایا کہ میں تم شیعہ میں سے کسی کے لئے اچھا نہیں سمجھتا کہ اوپر چڑھ کر روضہ کے اندر کے منظر کو دیکھے۔ (یعنی حضور ﷺ کو، شیخین کو یا ازواج مطہرات کو) اور اندھا ہو جائے یا یہ منظر دیکھے کہ حضور ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، یا یہ دیکھے حضور ﷺ اپنی بعض ازواج مطہرات کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ (باب النہی عن الاشراف علی قبر النبی ﷺ)

اس روایت میں جعفر بن المثنی اور اس کی جماعت کے متعلق ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں روضہء اقدس کے اندر جھانک لینے کا اشتیاق تھا۔ دوسری طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ان کے حالات سے واقف تھے کہ لوگ دل کے اندھے تو ہیں ہی کہ روضہء اقدس کی ظاہری حیثیت بھی پہچان نہیں سکے اندر دیکھیں تو کہیں بصارت بھی جاتی نہ رہے۔ امام کے الفاظ لا احب لاحد منکم بڑے معنی خیز ہیں کیونکہ کام کرنے والے تو برابر کبھی اوپر جاتے کبھی نیچے اترتے مگر منکم کہہ کر امام نے واضح کر دیا کہ تمہارے لئے موزوں نہیں کیونکہ جب تم نے دیکھا کہ حضور ﷺ اندر نماز پڑھ رہے ہیں یا اپنی ازواج مطہرات کے پاس بیٹھے ہیں تو تم بھلا کہاں اس منظر کی تاب لا سکتے ہو۔

پھر یہ واضح ہو گیا کہ امام نے بتا دیا کہ یہ حصہ جنت کا باغ ہے۔ اور اس باغ میں حضور اکرم ﷺ بھی ہیں اور ازواج مطہرات بھی ہیں۔ یعنی دنیا میں حضور ﷺ کی بیویاں برزخ میں بھی حضور ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اور یہی بیت رسول ﷺ ہے اور یہی اہل بیت رسول ﷺ ہے۔

Scanned with Car

قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ اور اقوال ائمہ سے ثابت ہو گیا کہ ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں اور برزخ اور آخرت میں بھی وہ حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ مگر حیلہ جو طبائع کب چین سے بیٹھ سکتی ہیں۔

بیکار نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا   یا اپنا گریبان چاک یا دامن یزداں چاک

چنانچہ ایک شیعہ مجتہد علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب جلاء العیون اور حیاۃ القلوب میں ایک راز سے پردہ اٹھایا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا تھا کہ میرے بعد عائشہؓ کو طلاق دے دینا" نکتہ بہت باریک ہے مگر اس میں الجھاوے پڑے ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ممانعت فرما دی تھی کہ آپ طلاق نہیں دے سکتے۔

گذشتہ اوراق میں شیخ صدوق کی معنی الاخبار سے عینیہ کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے جس میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان اللہ قد حرم علی مگر ملا باقر کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اس حکم سے خوش نہیں تھے۔ بلکہ اپنے اوپر جبر کر کے اس کی تعمیل کرتے رہے کہ طلاق نہ دی۔ کیا نبی ﷺ کا مقام یہی ہے؟

دوسری بات یہ کہ اللہ کی پسند کے خلاف عمل کرنے کے لئے معاذ اللہ حضور ﷺ نے یہ حیلہ نکالا کہ چلو حضرت علی کے ذریعے یہ کام کر دو جو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ کیا دنیا میں کبھی کوئی واقعہ پیش آیا ہے کہ بیوی کسی کی ہو اور طلاق کوئی اور دے۔ اور وہ طلاق واقع ہو جائے۔ یعنی جو کام دنیا کا کوئی ذی ہوش انسان نری حماقت سمجھے اسے حضرت علی سے منسوب کر دیا جائے کیا حضرت علی کا یہی مقام ہے؟ بات وہی بنی کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا اور وہ بھی ادھ موا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ "میرے بعد" کے لئے کوئی مدت کا تعین بھی تھا یا نہیں؟ اور حضرت علی نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کی یا نہیں۔ اگر تعمیل کی تو کب؟ جنگ جمل میں تو شیعہ کے مطالبہ کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا کہ کون ام المومنین عائشہؓ کے لئے قرعہ ڈالتا ہے۔ مگر ان

Scanned with Cam

لوگوں کو شرم آہی گئی اور اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو گئے۔ پھر اس حکم کی تعمیل کا موقع کب آیا؟

(۱) طلاق والی بڑ ہانکنے کی نسبت اگر ملا باقر مجلسی یہی کہہ دیتے کہ اللہ کو بدا ہو گیا۔ پہلے اسے علم نہیں تھا کہ حضرت عائشہ بعد میں (معاذ اللہ) کافر ہو جائیں گی اسلئے غلطی سے پہلے ان کا نام حضور ﷺ کی ازواج کی فہرست میں داخل کر دیا۔ ایسے معذور اور ناقص العلم اللہ کے ماننے والے بھی تو ایسے ہی بے پیندے کے لوٹے ہی ہو سکتے ہیں۔

اُمّہات المومنینؓ کے متعلق چند شیعی روایات

انوار نعمانیہ طبع ایران ۱:۲۸۲

ومن هذا كان ﷺ ابا المؤمنين و زوجاته امهات المؤمنين	اور یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مومنوں کے باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں

یہاں شیعہ محدث نے باپ اور ماں کا ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔ اگر محمد حسین ڈھکوی کی منطق ایک حصے میں یوں چلی کہ ماں ہونا اور بات ہے اور مومنہ ہونا اور بات ہے اور کیا دوسرا حصہ ان کی زد سے بچ سکتا ہے کیا عجب کل وہ یا ان کا کوئی خلف یہ بھی کہدے کہ باپ ہونا اور بات ہے اور مومن ہونا اور بات ہے۔ (نعوذ بالله من ذلک الخرافات)

بہر حال جسطرح اللہ پاک نے مومنوں کی معنوی ابوّت کے لئے نبی کریم ﷺ کا انتخاب فرمایا اسی طرح امومت کے لئے ازواج مطہرات کا انتخاب فرمایا۔

(۲) انوارِ نعمانیہ صفحہ ۱۲۵

وكانت سورة قد وهبت ليلتها العائشه حين اراد رسول الله طلاقها وقالت لا رغبة لي في	یعنی حضرت سودہؓ کو جب رسول کریم ﷺ نے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی اور حضور ﷺ کی زوجیت میں رہنا اس لئے

Scanned with Car

الرجال وانا ارید ان احشر فی ازواجک.	پسند کیا کہ قیامت میں حضورﷺ سے زوجیت کا تعلق موجود ہو اور زوجۃ النبی ﷺ کی حیثیت سے حشر ہو۔

محدث الجزائرہ نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ دنیا میں حضورﷺ سے زوجیت کا تعلق حشر میں بھی رہے گا۔ برزخ اور جنت دو ہی تو مرحلے ہیں جو حیات دنیوی کے بعد پیش آنے والے ہیں۔اور تاریخی حقیقت ہے کہ حضورﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت عائشہ کے گھر میں تھے۔ بلکہ سر ان کی گود میں تھا۔تو ظاہر ہے کہ جنت اور برزخ میں بھی ان کو معیت حاصل ہوگی۔غالباً یہی وجہ تھی کہ امام جعفر صادق نے شیعوں کو روضہء رسولﷺ میں جھانکنے سے منع کیا کہ جب یہ حضورﷺ کو حضرت عائشہ کے پاس حضرت عائشہ کے گھر میں دیکھیں گے تو بغض کی آگ میں جل جائیں گے۔

(۴) مناقب آل ابی طالب، ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی شہر ابن آشوب ۵۸۸ھ (۱:۲۶۸)

خوارج سے مناظرہ کرنے کے لئے حضرت علی نے اپنے شاگرد ابن عباس کو ان کے پاس بھیجا تو خوارج نے سوال کیا کہ حضرت علی نے اصحاب جمل سے کیوں جنگ کی؟ اور مال غنیمت کیوں نہ لیا؟ قیدیوں کو لونڈی غلام کیوں نہ بنایا؟ تو ابن عباس نے جواب دیا:

انتسبون امکم عائشہ ثم تستحلون منہا ما یستحل من غیرھا فلئن فعلتم لقد کفرتم وھی امکم وان قلتم لیست بامنا فقد کذبتم لقولہ تعالیٰ وازواجہ امھاتھم.	کیا تمہارے لئے جائز ہے کہ حضرت عائشہ کو جو تمہاری ماں ہے قید کرتے پھرو پھر ان سے وہ سلوک کرو جو دوسری کنیز عورتوں سے کیا جاتا ہے اگر تم ایسا کرو تو کافر ہو اور اگر تم یہ کہو کہ ماں نہیں ہے تو تم نے قرآن کی تکذیب کی کیونکہ ارشاد باری ہے کہ نبیﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

روایت سے ظاہر ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ کی توہین کرنا کفر ہے اور ماں نہ کہنا قرآن

Scanned with Car

کی تکذیب ہے۔

معلوم ہوتا ہے جناب ڈھکو صاحب نے قرآن کی تکذیب سے بچنے کے لئے ماں تو کہہ دیا ہے مگر کفر سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر ہاتھ نہ آئی اس لئے بیچارے سے یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ قید کرنا تو توہین ہے کیا انہیں غیر مومنہ کہنا بھی توہین ہے یا نہیں؟ لہٰذا بڑی بے باکی سے کہہ دیا کہ مومنہ ہونا اور چیز ہے انہوں نے سوچا ہوگا کہ کفر کوئی توپ تو نہیں کہ جان چلی جائے ان تین حرفوں سے مرکب لفظ میں کہاں کوئی بارود بھرا ہے۔

حقوق والدین

جو مرد اور عورت شرعی قواعد کے تحت خاوند بیوی بنتے ہیں اور طبعی قانون کے تحت ماں باپ بنتے ہیں ان کی تعظیم و تکریم کا یہاں تک اہتمام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے توحید کے ذکر کے بعد اس کا بیان فرمایا۔

وَقَضیٰ رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا.	یعنی اولاد کا فرض ہے کہ ماں باپ کو اف تک نہ کہیں۔ یعنی ذرا سی ایذا بھی نہ پہنچائیں خواہ وہ جسمانی ہو یا ذہنی۔

اب ذرا اس حقیقت کو سامنے رکھیے کہ باری تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں اعلان کر کے جن عورتوں کو مائیں قرار دیا ہے ان کی تعظیم و تکریم کس درجے کی ہونی چاہئے۔ اس اصول کو سامنے رکھئے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

(۱) کیا حضرت علی مومن نہ تھے؟ جواب ظاہر ہے کہ بڑے اونچے درجے کے مومن تھے۔

(۲) کیا حضرت عائشہ ان کی ماں نہ تھی؟ کیوں نہیں۔

(۳) تو پھر آپ نے اپنی ماں کے خلاف جنگ کیوں کی؟

Scanned with Car

اگر یہ کہا جائے کہ وہ تو خلیفہء برحق کے خلاف خروج کر بیٹھی تھیں۔ اگر اسے صحیح فرض کر لیا جائے گو یہ واقعۃً غلط ہے پھر بھی وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ کا تقاضا یہ تھا کہ بیٹا ماں کے پاس جاتا، واقعات کا صحیح نقشہ پیش کرتا اور ادب سے حالات کو بہتر بنانے کی تجویز پیش کرتا تو حضرت علی نے یہ رویہ کیوں نہ اختیار کیا؟

جب جنگ کے بعد ماں کی تکریم کا لحاظ رکھتے ہوئے لونڈی نہ بنایا تو پہلے جنگ ہی کیوں کی؟

ان سوالات کا جواب اس کے بغیر اور کوئی نہیں کہ نہ تو حضرت عائشہ کی طرف سے عمداً جنگ چھیڑی گئی، نہ حضرت علی کی طرف سے عمد پایا جاتا ہے۔ دونوں کو دھوکہ دیا گیا اور دھوکہ دینے والے وہی تھے جنہیں ان کی صلح میں اپنی موت نظر آرہی تھی۔

کتابِ الٰہی سے مذاق

اس سلسلہ مضمون کی ابتداء اس دعوت سے ہوتی ہے کہ ازواج النبی ﷺ کے سامنے راحت دنیا اور محبت اللہ و رسول ﷺ، دو طرزِ زندگی پیش کر کے اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جو پہلو چاہیں اختیار کر لیں۔ انہوں نے دوسرا پہلو اختیار کیا تو اس طرزِ زندگی کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں ہدایات دی گئیں۔ درمیان میں ان کے اس حسنِ انتخاب سے خوش ہو کر انعامات کا اعلان کیا گیا۔ ان تمام کڑیوں کا اجمالی بیان ہو چکا مگر درمیان میں ایک آیت کے ایک خاص حصہ کی تعبیر کچھ انداز سے عرصہ سے کچھ لوگوں کی طرف سے کی جارہی ہے کہ اسے قرآن کے ساتھ مذاق کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ وھو ھذا۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً۔

اس حصہ کی تعبیر کچھ اس انداز سے کی گئی کہ اگر اسے موجودہ عدالتی زبان میں ادا کیا جائے تو اسے "قبضہ مخالفانہ" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایک گھر میں کچھ لوگ بس رہے ہوں اور ان سے کہا جائے اپنے ان چند عزیزوں کو بھی اپنے ہاں بسا لو تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں مگر صورت یوں ہو کہ کچھ لوگ گھر والوں کو نکال باہر کریں اور اپنی پسند کے کچھ آدمی لا کر بسا دیں اور شور مچانا شروع

Scanned with Car

کردیں کہ گھر والے تو یہی ہیں تو ان کے اس شور سے متاثر ہو کر شاید وہ لوگ تو مان لیں جنہیں حقیقت کا علم نہ ہو مگر ان کے مان لینے سے حقیقت اپنی جگہ قائم رہے گی۔

اسی قسم کی صورت یہاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو گھر والے فرمایا ان اللہ کے بندوں نے کہا ہرگز نہیں بلکہ گھر والے تو وہ ہیں جو گھر سے باہر ہیں۔ اندر والوں کو گھر والے کون کہہ سکتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل سمجھنے کے لئے آیت کے اس جزو کے چار امور قابل غور ہیں۔

اول ارادہء الٰہی، دوم اذہاب الرجس، سوم اہل بیت، چہارم تطہیر۔ ان چاروں امور پر تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔

یار لوگوں کا کہنا ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف چار اشخاص ہیں (جو دوسرے الگ گھر میں رہنے والے ہیں) اور اذھاب رجس سے مراد معصوم بنا دینا ہے۔ یعنی دل ہی دل میں اللہ میاں سے سودا ہو گیا کہ اہل بیت ہم بناتے ہیں معصوم تم بنا دے۔ مگر لطف یہ کہ نہ یہ ہوا نہ وہ۔ اور اللہ کی بات جہاں تھی وہاں رہی۔

(۱) ارادہ: اس لفظ کی تفسیر میں شیعہ مفسر محمد حسین طباطبائی نے اپنی تفسیر المیزان فی تفسیر القرآن میں لکھا ہے کہ ارادہ سے مراد ارادہ تکوینی ہے شرعی نہیں۔ یعنی ان چار حضرات کو اللہ تعالیٰ نے تقدیر ازلی میں روزِ ازل سے ہی معصوم بنا دیا تھا۔

مگر یہ علمی بات ہے اور علمی بات میں اٹکل سے کام نہیں چلا کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تکوین اور ارادہ اللہ تعالیٰ کے دو اوصاف ذاتیہ ہیں۔ ان دو کو ایک وصف سمجھنا نری خوش فہمی ہے۔ امر تکوینی سے ہی مکونات وجود میں آتے ہیں مگر جب تک ارادہ کا تعلق قائم نہ ہو جائے وجود کا ہونا محال اور ترجیح بلا مرجح ہے۔ کسی وجود کا ہونا ارادہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ارادہ ہی ترجیح پیدا کرتا ہے پھر ارادہ سے مراد متخلف نہیں ہو سکتی۔ ارادہ باری تعالیٰ کی صفتِ قدیم ہے مگر یہ تعلق حادث ہے کیونکہ وہ مراد و مکون حادث ہے۔ ارادہ کا تعلق اس کے ساتھ اپنے زمانہ اور وقت مقررہ پر ہوتا ہے۔ جیسے ثواب و عذاب کا ایک وقت ہے۔

Scanned with Car

کما قال تعالیٰ : وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا.

پھر عصمت ایک صفت ہے جو اپنے آپ سے پہلے موصوف کو چاہتی ہے بغیر موصوف کے صفت کا قیام محال ہے اور صفت کے موصوف کے لئے عاقل بالغ ہونا فرض ہے۔ کیونکہ اوامر و نواہی، حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا تعلق عاقل بالغ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عصمت کا وجود احکام باری کے وجود پر موقوف ہے تو ظاہر ہے کہ عصمت کا تعلق بھی امور شرعیہ سے ہوا کوئی فرضی اور تقدیری نہیں۔ جیسا کہ شیعہ کا خیال ہے۔ لہٰذا ارادہ سے مراد ارادہ شرعی ہوا تقدیری نہیں۔ اگر اس کے برعکس تسلیم کیا جائے تو الفاظ یوں ہوتے: انما اراد اللہ واذھب عنکم الرجس واطھرکم۔ یعنی سب ماضی کے صیغے ہوتے۔ مگر یہاں تو سب مضارع کے صیغے ہیں جو اس حقیقت پر دال ہیں کہ یہ ان انسانوں کے حق میں نازل ہوئے ہیں جن سے گناہ، برائی، خلاف شرع محمدی ﷺ اور مخالفت اللہ اور رسول ﷺ کا صدور ہو سکتا ہے۔ اگر ان سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہی نہیں تو ان سے کس رجس کو دور کرنے کا ارادہ ہے جس کے دور کرنے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ وہ چیز ہی موجود نہیں تو دور کیسے کیا جائے گا۔ جب یہ چار حضرات نزول قرآن سے پہلے ہی پاک تھے تو اب نزول قرآن کے وقت ان کو پاک کرنے کا ارادہ کرنے کے کیا معنی؟ یہ الفاظ تو وجود ذنب کو چاہتے ہیں جن سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے ورنہ پاک کو پاک کرنے کا ارادہ تو تحصیل حاصل ہے۔

چونکہ یہ حکم مکلفین کے لئے ہے نابالغوں کے لئے نہیں۔ لہٰذا چار میں سے دو یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین تو اس کے تحت آ ہی نہیں سکتے۔ ان کی پیدائش ۳ھ، ۴ھ میں ہوئی اور آیت ۵ھ میں نازل ہوئی۔ شیعہ کے نزدیک ۷ھ میں نازل ہوئی۔ تین چار سال کا بچہ تو بہر حال غیر مکلف ہے۔ لہٰذا اسے پاک کرنے کا کوئی مطلب ہی نہ ہوا۔

اذھاب و تطہیر

پھر ایک اور الجھن پیدا ہوتی ہے کہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ امام تو وقت پیدائش سے پہلے معصوم

Scanned with Car

ہوتا ہے اور معصوم ہی پیدا ہوتا ہے اور آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ نزول آیت کے وقت سے پاک ہوں گے۔ پھر اس وقت بھی ارادہ کیا ہے اس ارادہ کو عمل میں کب لایا گیا اس کا کوئی ذکر نہیں۔

پھر ایک اور سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اگر اذھاب رجس اور تطہیر کے معنی معصوم بنانا ہے تو تمام صحابہ کرام معصوم ہوں گے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے: وَلٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ پھر فرمایا وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ۔

یعنی صحابہ کے حق میں تو صرف تطہیر کا اعلان نہیں ہوا، بلکہ اتمام نعمت کا ذکر بھی ہے جو ایک جامع کلمہ ہے۔ تمام انعام باری کو شامل ہے اور آیت تطہیر میں تو اس کا ذکر نہیں اور یہ انعام تو حضرت انبیاء صدیقین شہدا اور صالحین پر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ مخاطب حضرت یوسف ہیں: وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ۔

پھر ایک اور گرہ پڑ جاتی ہے کہ آیت میں خطاب حاضرین سے ہے "عنکم، یطھرکم" لہٰذا نو امام تو اس آیت کے تحت آ ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ نزول آیت کے وقت وہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ معدوم کو مخاطب کون کرتا ہے۔ ائمہ کی تطہیر تو خیر دوسری چیز ہے۔ ہماری تحدی ہے کہ شیعہ کتب سے ائمہ کا مذہب ہی کوئی ثابت کردے۔ کسی خاص مذہب کی تخصیص نہیں کوئی مذہب ہی ہو، ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ اہل بیت: اہل اور آل شیء واحد ہیں۔ آل کی تصغیر اہیل آتی ہے۔ اور تصغیر شے کو اپنے اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ لغت میں تفسیر میں عرف میں اہل بیت سے کیا مراد لی جاتی ہے۔

(۱) درۃ النجفیہ شرح نہج البلاغۃ طبع نجف اشرف صفحہ ۱۵

آیت تطہیر میں جو اہلِ بیت کا لفظ آیا ہے اس کی دلیل	المطلب الثانی فی بیان المراد

باهل البيت المذكور فى قوله تعالىٰ انما يريد الله ...الخ وقبل الشروع فى استدلال لا بد ان يعلم ان نزاع الخاصة والعامة العميا ليس فى صدق اللفظ بحسب العرف واللغة لظهور صدق اهل البيت لغةً وعرفاً على النساء وغيرها لان اهل البيت فى اللغة سكانه. بل فى المراد واستدل الجمهور على ان المراد فى الأية ازواج النبى ﷺ باسلوب الكلام قبلها وبعدها وذالک مخالف رواية ودراية.	شروع کرنے سے پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ خواص و عوام جو اندھے ہیں ان کا اختلاف لفظ اہلِ بیت کے ان معنوں میں نہیں جو لغت یا عرف میں لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اہلِ بیت کا لفظ لغت اور عرف دونوں میں عورتوں پر بولا جاتا ہے۔ اس بنا پر کہ لغت میں یہ لفظ گھر میں رہنے والوں پر بولا جاتا ہے بلکہ تنازعہ اس میں ہے کہ اس سے مراد کون ہیں اور جمہور اسلام کا مذہب ہے کہ آیت قرآنی سے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات مراد ہیں اور یہ استدلال قرآن کریم کی ظاہر آیت اور رائدش کلام سے جو ماقبل اور مابعد سے، واضح ہے اس پر مبنی ہے۔ اور یہ دلیل ٹھیک نہیں کیونکہ روایت اور درایت کے خلاف ہیں۔

اس بیان میں تین امور تسلیم کئے گئے۔

(i) لغت کے اعتبار سے اہلِ بیت سے مراد عورتیں ہیں جو گھر میں رہنے والی ہیں۔

(ii) عرف کے لحاظ سے مراد یہی ہے۔

(iii) جمہور اسلام رائدش کلام اور لغت و عرف کی بنا پر یہی معنی لیتے ہیں۔ مگر آخر میں کہہ دیا "میں نہ مانوں"

(۲) شرح نہج البلاغہ، علامہ میثم بحرانی طبع ایرانی ۱:۱۰۰

اقول اختلف الناس فى المراد باهل البيت فى قوله تعالىٰ انما يريد الله	میں کہتا ہوں کہ آیت تطہیر میں جو اہلِ بیت کا لفظ آیا ہے اس کی مراد میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

Scanned with Car

... الخ فقال الجمهور ان نساء النبی ﷺ مرادات بهذا الأية ومن الناس هن خصصها بهن مستدلین بسیاق الکلام قبلها وبعدها واتفقت الشیعة علی انها خاصة بالاربعة وهو قول ابی سعید الخدری.	جمہور اہلِ اسلام نے کہا ہے کہ اس سے مراد ازواج مطہرات ہیں اور بعض نے اہلِ بیت کا لفظ نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے خاص کیا ہے۔ انکی دلیل قرآن کا سیاق وسباق ہے مگر شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد صرف چار آدمی ہیں۔ اس کی بنیاد ابو سعید خدری کا قول ہے۔

(i) یعنی جمہور نے اہل بیت سے مراد نبی کریم کی ازواج مطہرات لی ہیں۔

(ii) قرآن کریم کے سیاق وسباق سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

مگر ہم شیعہ نہیں مانتے کیونکہ ابو سعید نے کہا ہے جسے خدری بنالیا گیا ہے۔

(۳) المنجد: اهل الرجل زوجته' ۔ اہل سے مراد آدمی کی بیوی ہوتی ہے۔

(۴) تفسیر کشاف: زمخشری جو معتزلہ تھا امام لغت ہے آیت کی تفسیر میں:

امرهن امرا خاصا بالصلوة والزکوة ثم جاء به عاما فی جمیع الطاعات لان هاتین الطاعتین البدنیة والمالیة هما اصل سائر الطاعات من اعتنیٰ بهما حق اعتنائه جرتاه الی ماورائهما ثم بین انه انما نهاهن و وعظهن لئلا یقارف اهل بیت رسول الله ﷺ الماثم ولیتصونوا عنه بالتقویٰ واستعار للذنوب الرجس وللتقویٰ الطهر لان عرض	اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کو پہلے خاص نماز اور زکوۃ کا حکم دیا پھر عام حکم تمام عبادات کے متعلق دیا کیونکہ یہ دونوں بدنی اور مالی عبادتیں تمام عبادات کی اصل ہیں جو شخص ان دونوں عبادتوں کی طرف کما حقہٗ توجہ کرے تو یہ دونوں اسے دوسری عبادات کی طرف پہنچادیں گی۔ پھر فرمایا کہ اس نے انہیں امر اور نصیحت اس لئے کی کہ اہلِ بیت نبی ﷺ گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور بذریعہ تقویٰ گناہوں سے بچیں اور اللہ تعالیٰ نے گناہ کو ناپاکی کے استعارہ سے بیان فرمایا ہے لہذا ورع تقویٰ کو طہارت کے استعارہ سے اس

Scanned with Car

المقترف للقبحات يتلوث بها و يتدنس كما يتلوث بدنه بالارجاس واما الحسنات فالعرض معها نقى وصون كالثوب الطاهر....... واهل البيت نصب على النداء وعلى المدح وفى هذا دليل بين على ان نساء النبی ﷺ من اهل بيته ...... ان الله كان لطيفا خبيرا حين علم من يصلح لنبوته ومن يصلح لان يكونوا اهل بيته.	لئے کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کی عزت و آبرو ملوث و مکدر ہو جاتی ہے جیسے کپڑا یا بدن نجاست سے ملوث و مکدر ہو جاتا ہے اور نیکوکار عورتوں کی عزت ایسے محفوظ رہتی ہے جیسے پاک کپڑا اور یہ استعارہ کے رنگ میں یہ کلام جو بیان ہوئی یہ اہلِ دانش کو ان چیزوں سے نفرت دلانے کے لئے جو اللہ کو ناپسند ہیں....لفظ اہلِ بیت کو نصب سے بیان کیا بوجہ ندا کے یا بر مدح وثنا۔اور یہ آیت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ازواج النبی ﷺ اہل بیت نبی ﷺ ہیں۔اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون نبوت کے اہل ہے اور کوئی عورت اہلِ بیت نبی ﷺ بننے کے لائق ہے۔

معلوم ہوا کہ لغت میں کلام عرب میں اور کلام الٰہی میں اہل بیت سے مراد بیویاں ہوتی ہیں۔تو دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم کیا لغت عرب میں نازل ہوا ہے یا کسی اور زبان میں اگر عربی زبان میں ہے اور عربی میں اہل بیت کا لفظ عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو ان سب حقائق کے برعکس ازواج النبی ﷺ کو اہلِ بیت سے خارج کر کے ائمہ کو جو یقیناً مرد ہی ہیں کس منطق سے اہلِ بیت میں داخل کیا جاتا ہے۔

۵۔قرآن کریم

لغت،عرف اور تفسیر قرآن سے واضح ہو گیا کہ اہل بیت سے مراد بیویاں ہوتی ہیں۔اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آیت زیر بحث کے علاوہ قرآن کریم میں یہ ترکیب کن معنوں میں استعمال ہوئی ہے

۱۔ واستبقا الباب وقدت قميصه من دبر والفيا سيدها لدا الباب قالت ما	یہ حضرت یوسفؑ کے واقعے کے سلسلے میں بیان ہو رہا ہے۔عورت نے جب اپنے خاوند کو دیکھا

جزاء من اراد باھلک سوءاً... الخ.	تو اسے کہا کہ اس کی سزا کیا ہے جو تیرے اہل کے متعلق برا ارادہ رکھے۔

صاف ظاہر ہے کہ اہل سے مراد بیوی ہے یہاں بیوی کو خارج کر کے کوئی اور تین چار داخل کر دیں تو کیا معنی ہوں گے۔

تفسیر صافی طبع ایران میں اس آیت کی تفسیر میں بیان ہوتا ہے۔

والفیا سیدھا ای صارفھا زوجھا لدا الباب. قالت ..الخ بادرت الیٰ ھذا بقول ایھا ما باتھا فرت منذ تبریتہ لساحتھا عند زوجھا.	زلیخا نے اپنے خاوند کو دروازے پر پایا تو کہنے لگی کیا جزاء ہے یہ کہنے میں زلیخا نے جلدی کی کیونکہ وہ کہنا چاہتی تھی کہ یوسفؑ سے بھاگ کر باہر آئی ہے اور اپنے آپ کو خاوند کے سامنے پاک دامن ظاہر کرنا چاہتی تھی۔

اور ملا محمد حسین طباطبائی کی تفسیر المیزان میں ہے۔

فبدأت امرأة العزیز تشکو یوسف الیه وتسئاله ان یجازیة فذکرت انه اراد بھا سوءا ولم یصرح باسم نفسھا وھی الاھل ولا باسم.	خلاصہ یہ ہے کہ خاوند سے شکایت کرتے ہوئے اپنا نام نہیں بتایا، بلکہ اھلک کہا تو ظاہر ہے کہ اہل سے مراد بیوی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ:

فبادرت امرأة العزیز ماجزاء من اراد باھلک سوءاً	یعنی عزیز کی بیوی ہے اور اپنے متعلق شکایت کرتے ہوئے باھلک کہہ رہی ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے۔

ما جزاء..... یعنی ان المرئة سبقت بالکلام لتورک الذنب علی یوسف فقالت لزوجھا.

Scanned with Car

شیعہ مفسرین متفق ہیں کہ لفظ اہل کی اضافت مرد کی طرف ہو تو اس کی زوجہ مراد ہوتی ہے۔
جب بیت کی طرف ہو تو خاوند کا وہ گھر ہے اس گھر میں سکونت پذیر عورت مراد ہوگی۔

(۲) وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ

شیعہ مفسر فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے: من اهلک، از منزل عائشہ۔

تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جب آپ اپنی بیوی (عائشہؓ) کے گھر سے نکلے۔ ہاں ایک شیعہ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ من اهلک سے مراد من خواصک ہے۔ میں نے سوال کیا وہ خواص کون تھے؟ یہ آیت تو جنگ احد سے متعلق ہے۔ حسنین تو بعد کی پیدائش ہیں۔ خواص تو وہی تھے جو ہمراہ گئے حضرت علی، حضرت حمزہ اور صحابہ کرامؓ۔ وہ خواص کون تھے جن کے ہاں سے نکل کر حضور ﷺ جنگ کے لئے چلے تھے۔ جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

۳. قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ	انہوں نے باہم قسم کھا کر کہا کہ ہم حضرت صالحؑ اور ان کی بیوی کو ضرور قتل کریں گے اور اس کے وارثوں سے کہیں گے کہ ہم تو اس کی بیوی کے قتل میں شریک نہیں ہوئے۔

یہاں اہل کا لفظ حضرت صالحؑ کی بیوی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ قریبی رشتہ داروں کو "ولی" کہا گیا ہے۔ یعنی وہ اہل کے لفظ کے مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔

۴. لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ	بغیر اذن نبی ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہونا۔

یہاں زوجۂ رسول ﷺ کے بیت کو بیت النبی ﷺ اور ازواج النبی ﷺ کے گھروں کو بیوت النبی ﷺ کہا گیا ہے۔

یہ خیال رہے کہ اہل بیت کا لفظ اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے باعتبار اضافت کے۔ مثلاً

لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ.

Scanned with Cam

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ.

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ.

اور یہاں جب تمام گھروں کو بوجہ رسول اللہ ﷺ کے ایک گھر سمجھا گیا تو اہل بیت فرمایا۔ جب گھر ہر بیوی کا ہے تو اضافت بیویوں کی طرف کردی اور فی بیوتکن فرمایا اور تمام بیویوں کے گھروں کو نبی کریم ﷺ کا گھر سمجھا گیا تو بیوت النبی فرمایا۔

۴۔ حقیقت اور مجاز

اہلِ بیت کا لفظ بنیادی طور پر اور حقیقت کے اعتبار سے بیوی کے لئے بولا جاتا ہے مگر وقتی طور پر بالتبع اولاد کو بھی مجازاً شامل کر لیا جاتا ہے کیونکہ بچے جوان ہو کر علیحدہ گھر بنا لیتے ہیں اور بچیاں جوان ہو کر دوسرے گھروں میں جا بستی ہیں اور باقی وہی رہ جاتا ہے جو حقیقی اہل بیت ہے یعنی بیوی۔ اس کی مثالیں بھی قرآن کریم میں جا بجا ملتی ہیں، مثلاً

(۱) وَأْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ.

حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میرے بھائی اپنے بال بچوں کو مصر لے آئیں۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ.

ہم اور ہمارے بیوی بچے قحط سالی کی زد میں ہیں۔

(۳) قَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا اِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمْ.

حضرت یوسفؑ نے جوانوں کو حکم دیا کہ ان کی رقم ان کے سامان میں رکھ دو جب وہ اپنے بیوی بچوں میں جائیں تو شاید پہچان لیں۔

(۴) قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا.

کہا کیا تو نے اس لئے کشتی پھوڑی کہ اہل کشتی غرق ہو جائیں؟

ظاہر ہے کہ اہلِ کشتی وہی تھے جو کشتی میں موجود تھے۔ کنارے پر کھڑے یا گھر بیٹھے لوگوں کو

Scanned with Car

اہل کشتی تو نہیں کہا گیا۔ لہٰذا اہلِ بیت وہی ہوتے ہیں جو گھر میں مقیم ہوتے ہیں اور اہل بیت النبی ﷺ وہی ہوئے جو نبی کریم ﷺ کے گھر میں مقیم رہتے تھے اور وہ حضور ﷺ کی ازواج کے بغیر اور کون ہے۔ بیٹیاں تو پرایا مال ہوتی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر حضرت علی کے گھر مقیم تھی وہ ان کی اہل بیت ہوئی۔ اور حسنین اولاد ہونے کی وجہ سے بالتبع حضرت علی کے اہل بیت ہوئے۔ بیت نبی ﷺ میں غیر مقیم اہلِ بیت نہ کہلائے۔

ہاں یہ درست ہے کہ حسنین کا بیت النبی ﷺ میں آنا جانا تھا مگر وہاں تو تمام صحابہ کے بچوں کا آنا جانا تھا۔ اگر محض آنے جانے سے اہل بیت بنتے ہیں تو سب صحابیات اور سب صحابہ کے بچے اہلِ بیت کیوں نہ قرار پائیں؟ حسنین کی تخصیص کیوں ہو؟

(۵) فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ. (سورہ ھود)

اس آیت کی تفسیر، تفسیر قمی ۲:۳۳۵

فوقضوا على لوط في ذلك الوقت وهو يسقي زرعه، فقال لهم لوط من انتم قالوا نحن ابناء السبيل اضفنا الليلة فقال لهم يا قوم ان اهل هذه القرية قوم سوء لعنهم الله و اهلكهم ينكحون الرجال ويأخذون الاموال فقالوا فقد ابطأنا فاضفنا فجاء لوط الى اهله وكانت منهم. فقال لها انه قد اتانا اضياف في هذه الليلة فاكتمي عليهم قالت افعل.

آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے لوط! کہ رات کے ایک حصہ میں اپنی اہل کو لے کر اس بستی سے نکل جا.........

تفسیر: "ملائکہ، حضرت لوطؑ کے پاس جا کھڑے ہوئے وہ اس وقت اپنی کھیتی کو پانی دے رہے تھے۔ حضرت لوطؑ نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا ہم مسافر ہیں آج رات کے لئے

Scanned with Car

آپ کے مہمان ہیں۔ حضرت لوطؑ نے فرمایا کہ اس بستی کے لوگ بہت بُرے لوگ ہیں اللہ ان پر لعنت کرے انہیں ہلاک کرے لواطت کرتے ہیں اور مال لوٹتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا ہم انتظار کرتے ہیں آپ جا کر مہمانداری کا انتظام کریں۔ حضرت لوطؑ اپنی بیوی کے پاس آئے جو اہل سدوم میں سے تھی، فرمایا آج رات کچھ مہمان آرہے ہیں، قوم سے یہ بات پوشیدہ رکھنا اس نے کہا ایسا ہی کروں گی"۔

شیعی مفسر علی بن ابراہیم قمی نے تسلیم کیا ہے اہلہ سے مراد ان کی بیوی ہے۔

یہاں شیعہ ایک اور لغزش کا شکار ہوتے ہیں کہ الا امر أتک میں استثناء منقطع ہے مگر در حقیقت یہ استثناء متصل ہے۔ لہٰذا فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ میں داخل ہے۔ اسی نے کہا کہ اپنی اہل کے پاس یعنی بیوی کے پاس آئے۔

قرآن کریم اور لفظِ اہل بیت

اب تک قرآن کریم کی وہ آیت پیش کی گئیں جن میں صرف 'اہل' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ آیت ذیل میں یہ پوری ترکیب یعنی اہل البیت استعمال ہوئی ہے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ............

(۱) قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

"حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کھڑی مسکرا رہی تھی تو اسے ہم نے اسحاق کی بشارت دی.... ملائکہ نے کہا اے اہل بیت ابراہیمؑ یعنی زوجہء ابراہیمؑ کیا آپ کو اللہ کی رحمت پر تعجب ہو رہا ہے........"

ظاہر ہے ملائکہ کا کلام زوجہء ابراہیمؑ سے ہو رہا ہے۔ یہاں نہ کوئی بچہ ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص ہے جو واضح دلیل اس امر کی ہے کہ "اہل بیت صرف بیوی کے لئے بولا گیا۔

یہاں شیعہ ایک اور پیچ ڈالتے ہیں کہ یہ خطاب زوجہء ابراہیمؑ کی حیثیت سے نہیں ہو رہا بلکہ

Scanned with Cam

وہ تو ان کی خالہ زاد یا ماموں زاد تھیں۔

آدمی اگر لٹھ لے کے عقل کے پیچھے پڑ جائے تو اس سے بھی اونچی باتیں کر گزرتا ہے۔
حالانکہ اس مکالمہ کی ابتدا سے ہی بیان ہو رہا ہے: وَامْرَاَتُهٗ پھر فَضَحِكَتْ اور پھر فَبَشَّرْنَاهَا۔
یہ خطاب بحیثیت زوجہ کے ہو رہا ہے یا خالہ زاد کی حیثیت سے؟ اگر یہ بات ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے:
بنت عمه قائمة. یا بنت خاله قائمة.

اگر اس بات پر بھی ٹھہرتے تو حالات یوں ہوتے کہ شیعہ کے نزدیک حضرت عباس کی اولاد حضرت عقیل کی اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہوتی۔ ادھر اتنی وسعت اور ادھر حال یہ ہے کہ حضرت حسن کی اولاد کو اہل بیت سے خارج، بلکہ بدترین انسان سمجھا گیا۔ احتجاج طبرسی ملاحظہ کر لی جائے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مخاطب صرف زوجہء ابراہیمؑ ہے۔ مگر الفاظ ہیں علیکم اهل بیت. یعنی عورت کے لئے صیغہ مذکر استعمال کیا گیا ہے۔ کلام عرب میں کبھی لفظ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، کبھی معنی کو۔ جیسے مَن لفظ کے لحاظ سے مفرد ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ اسی طرح کسی چیز کو جو واقع میں مونث ہے مگر عرب اسے مذکر سے تعبیر کرنا چاہتے ہیں تو صیغہ مذکر استعمال کرتے ہیں۔

تفسیر قرطبی ۹:۷۱

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ هذه الأية ..... ان زوجة الرجل من اهل البيت فدل هذا على ان ازواج الانبياء من اهل البيت فعائشةؓ وغيرها من جملة اهل البيت النبی ﷺ.	یہ آیت اس امر پر قطعی دلالت کرتی ہے کہ آدمی کی بیوی اہلِ بیت ہوتی ہے۔ سو انبیاء کی بیویاں اہلِ بیت ہیں اس لئے حضرت عائشہ اور دوسری ازواج مطہرات حضور ﷺ کی اہلِ بیت ہیں۔

تفسیر قرطبی ۱۴:۱۸۴

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ الخ...	صحیح بات یہ ہے کہ فی بیوتکن ماقبل سے

Scanned with Car

والصحیح ان قوله ما یتلی فی بیوتکن علی ما قبله وقال عنکم لقول اهل فالاهل مذکر فسما هن وان کن اناثا باسم التذکر فلذلک صار عنکم .	متصل ہے اور لیذھب عنکم الرجس میں عنکم ضمیر مذکر لانے کی وجہ لفظ اھل ہے۔ یہ لفظ مذکر ہے اس وجہ سے ضمیر مذکر لائی گئی ہے اگرچہ وہ مخاطب عورتیں تھیں۔

(۲) هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ. فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا.

”کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس کی کفالت کریں۔ پھر ہم نے اسے اپنی ماں کی طرف لوٹا دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

یہاں اہلِ بیت کا لفظ والدہ موسیٰؑ کے لئے لایا گیا، پھر اس کی تائید آیت کے دوسرے حصے سے ہوگئی کہ ہم نے انسے والدہ کے پاس لوٹا دیا۔

شیعہ مفسر علامہ طباطبائی اپنی تفسیر المیزان میں اس آیت کی تفسیر لکھتا ہے۔

والمحصل انها قالت هل ادلکم علی اهل بیت کذا الفوا بالقبول خدمتهم علی امه فسلموه الیه فردو ابنه الی امه بنظم القرآن.	حاصل کلام یہ ہے کہ اس لڑکی نے کہا کیا میں تمہاری رہنمائی ایسے گھرانے کی طرف نہ کروں جو اسطرح کا ہو یعنی اہل بیت کی طرف۔ اسکی ماں کی خدمت کو انہوں نے قبول کرلیا اور انکو ماں کے سپرد کردیا۔ نظم قرآن سے واضح ہے۔

یعنی اہلِ بیت سے مراد والدہ موسیٰؑ ہے۔ اور تفسیر منہج الصادقین۔

هل ادلکم علی اهل بیت	بر اہل خانہ کہ از روئے شفقت یکفلونہ در پزیرند ایں کودک را الکم برائے شاوھم وآں اھل بیت۔

ظاہر ہے کہ مراد اہل بیت سے اہل خانہ ہیں اور یہ وہی ہے جسے دودھ پلانا سونپا گیا۔ اور وہ والدہ موسیٰؑ ہے۔

Scanned with Car

ان دونوں مفسرین نے اہلِ بیت کی تفسیر کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ:

(۱) اہلِ بیت سے مراد والدہ موسیٰؑ ہے۔

(۲) اہلِ بیت کا لفظ اسم جنس ہے۔ قلیل و کثیر پر صادق آتا ہے۔

(۳) اہل کا لفظ مذکر ہے اس لئے مذکر کی ضمیر اہلِ بیت کی طرف راجع ہوئی۔

واحد جمع

گزشتہ بحث سے واضح ہو گیا کہ مونث کے لئے مذکر کی ضمیر کا استعمال لفظ اھل کے مذکر ہونے کی وجہ سے قرآن مجید میں جا بہ جا ہوا ہے۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ واحد کے لئے جمع کی ضمیر کا استعمال بھی ہوا ہے۔

۱. اِنِّی اٰنَسۡتُ نَارًا. سَاٰتِیۡکُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ............

۲. اِذۡ قَالَ لِاَهۡلِهِ امۡکُثُوۡۤا ....

دونوں جگہ مخاطب صرف بیوی ہے مگر ضمیر جمع استعمال ہوئی ہے۔

شیعہ مفسر طباطبائی اس کی تفسیر کرتے ہیں۔

اذ قال موسیٰؑ لاهله امرأته وهی بنت شعیب علی ما ذکره الله تعالیٰ فی سورة قصص ان خطابها بقوله اٰتیکم بصیغة الجمع لاقامتها مقام الجماعة.	جب موسیٰؑ نے اپنی اہل یعنی بیوی سے فرمایا جو شعیب کی بیٹی تھی جیسا کہ سورۃ قصص میں بیان ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو صیغہ جمع سے خطاب کرنا اس وجہ سے تھا کہ بیوی کو قائم مقام جماعت کے رکھا۔

اور شیعہ مفسر علی طبرسی کی تفسیر مجمع البیان میں ہے:

اذ قال لاهله وهی امرأته بنت شعیب .. وانما قال لامرأته اٰتیکم علی لفظ خطاب الجمع لانه اقامه مقام الجماعة	خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بیوی کو جمع کے صیغے سے خطاب اس لئے کیا کہ اسے قائم مقام جماعت کے سمجھا بوجہ انس کے۔ وحشت

Scanned with Car

فی الانس بها والسکون الیها فی الامکنة الموء حشة.	ناک مقام پر اس وجہ سے انہیں جو سکون ملتا تھا وہ ایسا تھا جو کسی جماعت کی وجہ سے ہو۔

(۱) اہلِ بیت کا لفظ بیوی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(۲) اولاد کے لئے تبعاً ومجازاً استعمال ہوتا ہے۔

(۳) مونث کے لئے مذکر کی ضمیر کا استعمال ہوتا ہے۔

(۴) واحد کے لئے جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ واحد کو قائم مقام جماعت کے تصور کیا جاتا ہے۔

علمائے اہلِ سنت کا عقیدہ ہے نص قرآن سے تو اہلِ بیت صرف اور صرف حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ ازواج مطہرات کے علاوہ قرآن کریم نے کسی کو اہل بیت نہیں کہا۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین حضور ﷺ کی دعا کی وجہ سے اہل بیت میں داخل ہوئے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ازواج مطہرات اہل بیت سے خارج ہو گئیں۔ یہ ادعائی اہل بیت ہیں۔ جو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر کے اہل بیت میں داخل کرائے۔ یہ نص قرآن سے خارج ہیں۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر ۱۴: ۱۸۴ میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ حضور ﷺ نے دعا کی:

اللهم هئولاء اهل بيتى. اذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا. فهذادعوة من النبى ﷺ بعد نزول الأية احب ان يدخلهم فى الأية التى خوطب بها الازواج فذهب الكلبى ومن وفقه فصيرها لهم خاصة وهى دعوة لهم خارجة من التنزيل.	حضور ﷺ نے دعا کی کہ اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی دور کر اور ان کو کما حقہٗ پاک کر۔ نزول آیت کے بعد حضور ﷺ نے یہ دعا کی۔ حضور ﷺ کی خواہش تھی کہ جس آیت قرآنی میں ازواج مطہرات کو خطاب کیا گیا ہے اس میں یہ بھی داخل فرما دیں۔ شیعہ کلبی اور اس کے ساتھی ان کو ہی مختص کرتے ہیں حالانکہ یہ دعا ہے۔ ان چار کے لئے جو نص قرآن سے خارج ہے۔

Scanned with Cam

کلبی وغیرہ نے اللہ جانے یہ کیسے سمجھ لیا کہ حضورﷺ نے دعا کی کہ اللہ! جن کو آپ نے اہلِ بیت میں داخل کیا ہے ان کو تو خارج کر دیجئے اور جب گھر خالی ہو جائے تو ان چار کو داخل کر دیجئے۔ پھر بیت وہ ہوگا اور اہلِ بیت یہ ہوں گے۔

حضورﷺ کی دعا سے تو محبت وشفقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ نے جب میری بیویوں کو اس قدر انعامات سے نوازا ہے تو میرے ان عزیزوں کو بھی ان انعامات کا مورد بنانے کے لئے اسی دائرے میں داخل فرما دیجئے۔

اگر یہی مختص اہل بیت ہیں تو حضورﷺ نے یہ دعا کیوں کی کہ اذهب عنهم الرجس وطهرهم. جب کہ اس سے پیشتر اللہ تعالیٰ اعلان کر چکا ہے۔ یہ کیا کہ جو دے چکا ہے وہی مانگا جا رہا ہے۔ پھر یہ بھی ایک پہیلی ہے کہ چار تو چادر اوڑھ لینے سے اہلِ بیت میں شامل ہی نہیں، بلکہ یہی اہلِ بیت ہو گئے تو دو امام جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے وہ کیسے اہل بیت میں شامل ہوئے۔ کلبی وغیرہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے دعا ہوئی پھر آیت نازل ہوئی مگر صرف کہہ دینے سے حقائق تو نہیں بدل جایا کرتے۔ اس قول کے لئے کوئی صحیح حدیث مسلم جانبین آج تک پیش نہیں کی جا سکی۔

شانِ نزول

قرآنِ کریم کی کسی آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ امر صرف ممد ہی ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس کا لحاظ رکھنا فہم قرآن کے لئے اور دیانت کے نقطۂ نظر سے ضروری ہے کہ: وہ کون سے حالات تھے جن میں یہ آیت نازل ہوئی؟ وہ کیسا ماحول تھا؟ وہ کیسے اور کون لوگ تھے جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اس اصول کے تحت اس آیت کے متعلق بھی دیکھ لینا ضروری ہے۔

تفسیر ابن کثیر ۳:۴۸۳

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ ..... الخ. وهذا نص فی دخول ازواج النبی ﷺ فی اهل البیت ههنا لانهن سبب نزول	یہ آیت ازواج رسول ﷺ کے اس جگہ اہلِ بیت میں داخل ہونے کے بارے میں نص صریح ہے۔ چونکہ آیت کے نزول کا سبب ہی ازواج

Scanned with Car

هذه الأية وسبب النزول داخل فيه.	مطہرات ہیں لہذا آیت کا سبب نزول آیت میں داخل ہے۔

شیعہ کو یہ حقیقت تسلیم نہیں وہ کہتے ہیں کہ:

(۱) یہ جملہ دعائیہ خبریہ ہے۔

(۲) اس جملے کے ماقبل اور مابعد امر و نہی ہے جو جملہ انشائیہ ہے۔

(۳) جملہ انشائیہ کا عطف خبریہ پر ناجائز ہے۔

لہٰذا جملہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ ...... الخ کا تعلق نہ ماقبل سے ہے نہ مابعد سے۔ اس لحاظ سے یہ جملہ یہاں اجنبی ہے۔

اس دعویٰ کی جان تو یہ ہے کہ عطف ناجائز ہے مگر کوئی لاکھ کوشش کرے۔ یہاں عطف دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اول تو کہیں واؤ عاطفہ موجود نہیں اور اگر اپنے پاس سے واؤ عاطفہ لگا لو تو دیکھو کہ جملے کی کیا گت بنتی ہے۔ جب عطف موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ دعوے میں جان ہی نہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ .... الخ جملہ خبریہ دعائیہ۔ سابقہ جملہ انشائیہ کی علت واقع ہوا ہے۔ سابقہ جملہ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ .... وَرَسُوْلَہٗ۔ معلل ہے۔ یعنی تم نماز پڑھو، زکوۃ دو..... الخ۔ اس کے بدلے میں تمہیں یہ انعام دیا جائے گا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ .... الخ۔ ان دونوں جملوں کا تعلق معلوم کرنا ہو تو ذرا چشم تصور کے سامنے وہ منظر لاؤ۔ کہ چھ سات فٹ اونچے کچے مکان رہائش کے لئے، پیوند لگے کپڑے لباس کے لئے، فاقوں پر فاقے غذا کے لئے۔ پھر حکم یہ کہ ان حالات میں بھی اللہ و رسول کی اطاعت پر ڈٹی رہو۔ دنیوی آسائش کا نام بھی زبان تک نہ لانا، ازواج مطہرات نے یہ سب کچھ منظور کیا اور کر کے دکھایا۔ اور انعام کا ذکر آیا، تو یہ اجنبی معلوم ہونے لگے اور انعام کے مستحق وہ ٹھہرے جنہیں سرے سے خطاب ہی نہیں کیا گیا یا جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔

اگر یہ جملہ یہاں اجنبی ہے تو اس کی اصلی جگہ کونسی ہے؟ کہاں سے اٹھایا گیا کب اٹھا کر

Scanned with Cam

یہاں رکھا گیا کسی کو کانوں خبر بھی نہ ہوئی۔ اور اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کی ضمانت دینے والا اللہ بس دیکھتا رہ گیا۔

کلام عرب میں جملہ خبریہ بطور علت جملہ انشائیہ کی واقع ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث اور کلام بلغاء میں جاری وساری ہے۔ مثلاً

اضرب زیدا انه فاسق فاجر یا اطعنی یا غلام انی ارید ان اکرمک

جیسے ازواج مطہرات کا ذکر آئے تو یہ جملہ اجنبی ہو تو سیاق وسباق میں کہیں ائمہ کا ذکر ڈھونڈو اور وہاں اس جملہ کو فٹ کر کے دیکھو۔ ایسا کرنے سے ایک اور دقت پیش آئے گی کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق تو امام پیدائش سے پہلے ہی معصوم ہوتا ہے اور اس معصوم کو پاک کرنے کے ارادہ کا اظہار تو اجنبی نہیں ہوگا بالکل برمحل ہوگا؟

پھر یہ عمل قابل غور ہے کہ اگر یہ اجنبی ہے تو منافی فصاحت وبلاغت ہے۔ کیا قرآن کریم کے متعلق کسی مومن کا یہ عقیدہ ہوسکتا ہے؟

معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی ایسے فاصل کا رہ جانا جو باعتبار اعراب کے اجنبی ہو نحویوں کے نزدیک باتفاق جائز ہے۔ مگر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ میں اول تو عطف نہیں پھر یہ فاصل بلحاظ اعراب کے اجنبی نہیں بلکہ یہ تو بلحاظ موارد مضامین اور موضوع کے اجنبی ہوگا۔ اس کے ماقبل اور مابعد موضوع ومضمون ایک چلا آرہا ہے۔ ابھی وہ ختم نہ ہوا درمیان میں ایک غیر متعلق موضوع شروع کردیا۔ پھر وہ پہلا موضوع شروع کردیا۔ یہ متکلم بلیغ کی شان کے خلاف ہے۔ تعالیٰ من ذٰلک علوا کبیرا۔

ازالہ رجس اور تطہیر

ان دو الفاظ کے متعلق شیعہ کے نزدیک اس سے مراد عطائے عصمت ہے یعنی معصوم بنانا ہے اور اہل سنت کا یہ کہنا ہے کہ اس سے مراد مغفرت ذنوب ہے۔

دوسری بات جو اسی کا تتمہ ہے کہ اہلِ بیت سے مراد یہ چار حضرات ہیں۔

Scanned with Car

مگران دعووں کا ثبوت لغت عرب، کلام عرب، قرآن کریم اور عرف کسی ذریعے سے بھی پیش نہیں کیا جاسکتا نہ اب تک ان سے ہوا، نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے۔

شیعہ علماء کے بے بنیاد دعوے

(۱)۔ کہتے ہیں کہ "مفسرین اہلِ سنت اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت ان چار حضرات کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس امر میں روایات متواترہ وکثیرہ ہیں خاص طور پر ابوسعید خدری نے بیان کیا ہے کہ آیت ان کے ساتھ خاص ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ قائل ہونا اور ناقل ہونا دو مختلف چیزیں ہیں نقل میں ہر رطب ویابس شامل کر دیا جاتا ہے۔ مگر قائل ہونا کسی دلیل کی بنا پر ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے اگر ایسی روایات نقل کر دیں تو ان سے یہ کب ثابت ہوا کہ وہ قائل ہیں۔ کسی ایک محقق مفسر نے آج تک یہ بیان نہیں کیا کہ یہ آیت ان چار کے حق میں نازل ہوئی۔

روایات جو پیش کی جاتی ہیں وہ شیعہ کی روایات ہوتی ہیں۔ ان میں بھی یہی بات ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا کی کہ اصل اہلِ بیت میں ان چار کو داخل کیا جائے۔ یہ دعا ہی تو ان حضرات کو نص سے خارج قرار دیتی ہے۔

رہا ابوسعید کا سوال تو یہ ایک دام ہمرنگ زمین ہے۔ ابوسعید کنیت ہے۔ کلبی کی جو مستند تقیہ باز شیعہ تھا۔ عطیہ کوفی جو خود مستند شیعہ ہے اس سے نقل کرتا ہے کبھی ابوسعید کی کنیت سے کبھی ابوالہشام کی کنیت سے اور ابونصر کی کنیت سے اور دنیا کو دھوکا دینے کے لئے ابوسعید خدری کا لفظ بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس ذات شریف کا اصلی روپ دیکھنا ہو تو ہماری کتاب تحذیر المسلمین کا مطالعہ کریں۔

۲۔ کہتے ہیں "کہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ .... الخ مقام مدح وشان اہل بیت میں واقع ہوئی ہے۔

مدح وشان اپنی جگہ مگر مدح کا بھی محل ہوتا ہے۔ بے محل مدح کیا معنی؟ ازواجِ مطہرات کو نصیحت کی جارہی ہے اور یہ بتایا جارہا ہے کہ نصیحت کرنے والا کتنا شفیق ہے۔ تاکہ مخاطب اسے سن

Scanned with Car

کرشوق ورغبت سے قبول کرے تو اس کا نزول مقام نصیحت ازواج مطہرات ہے۔

۳۔ کہتے ہیں ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ میں ارادہ خاص ہے اہل بیت سے اور وہ بھی خاص اہل بیت سے۔

یہ دعویٰ بے سروپا ہے۔قرآن میں اس کا کوئی قرینہ موجود نہیں۔ بلکہ ارادہ کا تعلق تطہیر سے ہے۔شیعہ کے دعویٰ کے مطابق تو یہ مطلب نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چار کے سوا نہ کسی کو پاک کیا ہے نہ پاک کرنے کا ارادہ ہے۔

۴۔ ارادہ ازالہ رجس میں وہ ارادہ ہے جو علت تامہ ہو کیونکہ مطلق ارادہ کا تعلق تو تمام مکلفین سے ہے۔

ارادہ کے علت تامہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں نہ قرینہ ہے۔

تمام مکلفین کے متعلق ارادہ ازالہ رجس ہونا بھی فحش غلطی ہے۔اگر ایسا ہو تو یَغْفِرُ لِمَن یَّشَاءُ غلط ثابت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب ازالہ رجس سے مراد عطائے عصمت ہے تو تمام مکلفین معصوم ہو جائیں گے۔

۵۔ حضورﷺ نے صرف ان چار کو کملی اوڑھائی لہذا یہی چار تطہیر کا محل ہیں۔

حضورﷺ کی کملی کی برکت میں کون شبہ کر سکتا ہے۔مگر یہ بھی دیکھو ایک روز چند لمحوں کیلئے حضورﷺ کی کملی اوڑھی تو اتنی برکت ہوئی تو جو عمر بھر حضورﷺ کے ساتھ حضورﷺ کی کملی اوڑھے رہیں وہ برکت سے محروم رہیں۔آخر یہ کیوں؟ سلیم بن قیس ہلالی سے سنیئے۔

کتاب سلیم بن قیس ہلالی طبع مطبع حیدریہ نجف اشرف صفحہ ۱۹۶۔

وکان لرسول اللہ ﷺ لحاف لیس لہ لحاف غیرہ و معہ عائشہؓ	یعنی رسول کریم ﷺ کے پاس صرف ایک لحاف تھا۔اور اسی لحاف میں حضورﷺ حضرت عائشہؓ کے ہمراہ سوتے تھے۔

Scanned with Car

یہ شیعہ مذہب کی پہلی کتاب ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے تحذیر المسلمین)

آیت تطہیر میں سے ازواج النبی ﷺ کو خارج کر کے صرف چار کو مختص کر دیا جائے تو بات یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ آگے بڑھتی ہے۔ چنانچہ فروع کافی کتاب الجہاد میں باب من یجب علیه الجهاد و من لا یجب میں امام جعفر صادق سے ایک طویل روایت درج ہے جس کا بقدر ضرورت حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ. ای یدعوا و یبشر المؤمنين ثم ذكر من اذن له فی الدعاء اليه بعده وبعد رسوله فی كتابه فقال وَلْتَكُن مِّنكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ثم اخبر عن هذه الامة وممن هی وانها من ذرّية ابراهيم ومن ذرية اسمٰعيل من سكان الحرم ممن لم يعبدوا غير الله قط الذين وجبت لهم الدعوة ابراهيم واسمٰعيل من اهل المسجد الذين اخبر عنهم فی كتابه انه اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا. الذين وصفناهم قبل هذا.

"دعوت الی الحق میں اللہ اور رسول کے بعد قرآن کو رکھا (یعنی پہلے اپنی ذات کو رکھا کہ واللہ یدعوا الی دار السلام پھر نبی کریم ﷺ کو رکھا کہ ادع الی سبیل ربک پھر قرآن کو رکھا کہ ان هذا القران .... الخ) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان لوگوں کا ذکر کیا جنہیں اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے بعد اپنی طرف بلانے کی اجازت دی اور فرمایا ولتکن منکم.... الخ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کا ذکر کیا کہ وہ کس خاندان سے ہوگی۔ اور فرمایا وہ جماعت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہوگی۔ یہ لوگ حرم مکہ کے رہنے والے ہوں گے۔ انہوں نے کبھی غیر اللہ کی عبادت نہیں کی ہوگی۔ یہ وہی لوگ ہوں

Scanned with Car

گے جن کے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی دعا قبول ہوئی۔ یہ لوگ مکہ کے رہنے والے ہوں گے۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا کہ ان سے اللہ نے ناپاکی کو دور کیا اور ایسا پاک کیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔ یہ وہی جماعت ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے"۔

ظاہر ہے کہ وہ جماعت جس کا اس روایت میں ذکر ہے تمام صحابہ مہاجرین کی جماعت ہے۔ مکے کی یہی جماعت ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے اذھاب رجس اور تطہیر کی بشارت دی ہے جب بقول شیعہ اذھاب رجس اور تطہیر سے مراد عطائے عصمت ہے تو امام جعفر کے قول کے مطابق تمام صحابہ مہاجرین معصوم ثابت ہوئے پھر ائمہ کی تخصیص کہاں رہ گئی۔

قرآن کریم کی آیت اور امام جعفر کے قول میں اتنا فرق ہے کہ قرآن کریم میں صیغہ مضارع استعمال ہوا ہے اور امام کے قول میں صیغہ ماضی۔ اب شیعہ کو امام کا راستہ اختیار کرنے کے لئے دو پہلو میں سے ایک پہلو لازماً اختیار کرنا پڑے گا ورنہ امام کا راستہ اور شیعہ کا راستہ اور۔ اول یہ کہ اذھاب رجس اور تطہیر کے معنی مغفرت ذنوب لیں جیسا کہ مفسرین اہلِ سنت بیان کرتے ہیں۔

دوم: اگر یہ نہیں بلکہ اس کا مفہوم عطائے عصمت ہے تو تمام صحابہ مہاجرین کو معصوم تسلیم کریں۔

اگر یہ دونوں منظور نہیں تو اعلان کریں یا نہ کریں۔ ان لوگوں کا امام جعفر سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن سے تو یہ پہلے ہی دست بردار ہو چکے ہیں۔ اگر یہ بہانہ کیا جائے کہ حضور ﷺ نے ان چار کو تو اپنی چادر میں لیا تھا۔ مگر سب مہاجرین صحابہ کو کب چادر اوڑھائی تو ماننا پڑے گا کہ اہل بیت بننے کا مدار چادر اوڑھنا ہے تو اس اصول کو ذرا اپنا کر دکھا دو۔

بیہقی اور ابن ماجہ وغیرہ کتب میں ایک واقعہ موجود ہے۔

اخرج البیھقی عن ابی سعید المساعدی قال قال رسول الله ﷺ العباس بن	امام بیہقی نے ابو سعید ساعدی سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس بن

عبد المطلب یا ابو الفضل لا تترک منزلک انت وبنوک غدا حتیٰ اتیکم فان لی فیکم حاجة فانتظروہ حتی جاء بعد ما اضحی فدخل علیهم فقال السلام علیکم فقالوا وعلیک السلام و رحمة الله وبرکاته' قال کیف اصحبتم قالوا اصحبنا بخیر و نحمد الله تعالیٰ. فقال لهم تقاربوا فرحت بعضهم الی بعض اذا امکنوا. اشتمل علیهم بملائه ثم قال یا رب هذا عمی وصنوا ابی وهئو لاء اهل بیتی استرهم من النار کستری ایاهم بملائی هذه قال فامنت اسکفة الباب وحوائط البیت وقالت آمین، آمین.

عبدالمطلب سے فرمایا کہ آپ اور آپ کے بیٹے میرے آنے تک گھر سے نہ نکلنا مجھے تم سے کام ہے۔ سب نے حضور ﷺ کا انتظار کیا دوسرے دن حضور ﷺ تشریف لائے سلام دعا کے بعد فرمایا۔ میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ سب سرک کر قریب ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے ان سب کو اپنی چادر میں لے لیا اور دعا کی کہ الٰہی یہ میرا چچا ہے اور میرے والد کی جا بہ جا ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں دوزخ سے یوں محفوظ رکھنا جیسے میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔ اس پر کواڑوں اور دیواروں سے آمین آمین کی آواز آنے لگی۔

لیجئے، چادر میں لپیٹ لیا گیا، دعا بھی کی، ھوء لاء اھل بیتی بھی کہا۔ پھر بھی حضرت عباس اور ان کی اولاد اہل بیت نہ کہلا سکی، اہل بیت چار ہی رہے۔ یہ چادر بھی حضور ﷺ کی ہی تھی۔ دعا بھی حضور ﷺ کی زبان سے نکلی پھر بھی قبول نہ ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبولیت دعا کا تعلق اللہ کریم سے نہیں تھا بلکہ شیعہ سے تھا جسے یہ قبول کریں وہ دعا قبول اور جسے یہ حضرات رد کردیں، وہ دعا غیر قبول۔ شیعہ نے اپنے لئے کتنا اونچا مقام تجویز کیا ہے۔ حقیقت ہے کہ سفر پر روانہ ہوتے ہی آدمی کا رخ ذرا بھی مڑ جائے تو ہر قدم پر منزل سے دور ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس کو توفیق نہ دے۔ اپنی سمت سفر درست کرلے۔

قرآن کریم کی آیت۔ اس کا سیاق وسباق۔ نفس مضمون جو مفہوم پیش کرتا ہے روایات جسکی

Scanned with Car

تائید کرتی ہیں، لغت اور عرف جس کو درست کہتا ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ٹھیک وہی ہے کہ اہل بیت نص قطعی کے اعتبار سے ازواج النبی ﷺ ہیں۔ اور حضور ﷺ نے شفقت کی بنا پر ان چار حضرات کے لئے دعا کی کہ انہیں بھی اہل بیت میں شامل کرلیا جائے۔

مگر شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آیت کا یہ ٹکڑا یہاں اجنبی ہے ازواج النبی ﷺ قطعاً اہل بیت نہیں بلکہ وہی چار اہل بیت ہیں جن کے لئے دعا کی گئی۔ یہ عقیدہ قرآن کے خلاف، لغت کے برعکس اور عرف کے مخالف ہے۔ لہٰذا عقیدہ اہل سنت صحیح اور اسلامی عقیدہ ہے۔

اصل مسئلہ تو طے ہوگیا۔ اس سے ضمناً ایک اور مسئلہ بھی حل ہو رہا ہے۔ وھو ھذا :

اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کو دو راستے دکھائے کہ اگر دنیوی مال و دولت درکار ہے تو نبی سے تمہارا تعلق ختم۔ اور اگر آخرت کی راحتیں مطلوب ہیں تو تمہارے لئے انعامات تیار رکھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو یہ بات سخت نہ پسند تھی کہ نبی کی بیویوں کے پاس مال و دولت ہو تو اسے اپنے نبی ﷺ کے لئے یہ پسند تھا کہ وہ مال و دولت جمع کرتا رہے۔ اگر نہیں اور واقعی نہیں تو نبی کریم ﷺ نے وہ کون سا مال جمع کر رکھا تھا کہ آج تک نبی کی میراث کی تقسیم کے مقدمے کا فیصلہ نہیں ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ نبی ﷺ کے ورثا تو متعدد تھے مگر سب خاموش ہیں۔ مگر ایک وارث کے حق میں دہائی دی جارہی ہے۔ یہ دونوں باتیں نا قابل فہم ہیں۔

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ معاشی پہلو میں حکم دیتا ہے کہ:

لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ اور	وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق بچہ پر خرچ کرنا چاہیے۔
عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ.	صاحب وسعت کے ذمہ اسکی حیثیت کے مطابق ہے اور تنگدست کے ذمے اسکی حیثیت کے موافق

تو نبی کریم ﷺ کے پاس مال کی فراوانی اور وسعت تھی تو اہل بیت پر کیوں نہ خرچ کیا اور اللہ کی طرف سے طلاق یا تخییر مابین دولت دنیا اور آخرت کا معاملہ کیوں پیش آیا؟ یہاں یہ سوال

Scanned with Car

ابھرتا ہے کہ اگر رسول کریم ﷺ کے پاس مال نہیں تھا تو ازواج مطہرات نے مطالبہ کیوں کیا۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے قبضے میں سارا بیت المال تھا۔ مگر حضور ﷺ تو امین تھے غلطی سے انہیں مالک سمجھ لیا گیا۔ وہ تو قوم کا مال تھا حضور ﷺ کا ذاتی نہیں تھا۔

معاشِ رسول ﷺ

بچپن میں حضور ﷺ نے بکریاں چرائیں۔ صحابہ نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ تو فرمایا کہ میں بھی چند قیراط اجرت پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت میں تو یہاں تک فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

آپ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بچپن میں ہی اپنے کثیر العیال اور عسیر الحال چچا کی معاشی مدد کے لئے اجرت پر بکریاں چرانے کا کام بچپن میں ہی شروع کر دیا تھا۔

جب حضور ﷺ کی عمر پچیس برس کی ہوئی تو ابو طالب نے آپ سے کہا، میں ایک مفلس شخص ہوں ہم پر تنگی کا دور ہے اور تمہاری قوم کا مال سے لدا ہوا اونٹوں کا قافلہ روانہ ہونے والا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد تمہاری قوم کے کچھ لوگوں کو اپنے تجارتی اونٹوں کے ہمراہ تجارت کے لئے بھیجا کرتی ہے مناسب ہے کہ تم بھی اس کے پاس جا کر خود کو اس خدمت کے لئے پیش کر دو، امید ہے کہ وہ تمہیں فوراً قبول کر لے گی۔ ادھر اس گفتگو کی خبر کسی نے سیدہ خدیجہ کو پہنچا دی انہوں نے فوراً ہی از خود حضور ﷺ کو بلا بھیجا اور آپ سے کہا کہ میں آپ کو دوسرے لوگوں سے دگنا معاوضہ دوں گی۔

محدث ابن جوزی نے اپنی کتاب الوفائی احوال المصطفیٰ صفحہ ۱۴۳ پر لکھا ہے۔

"لما بلغ رسول الله خمسا و عشرين سنة قال ابو طالب انا رجل لا مال لی وقد اشتد الزمان علينا۔ وهذا غير قومک قد حضر

Scanned with Car

خروجها الی الشام وخدیجة بن خویلد تبعث رجالا من قومک فی
عیراتها فلو جئتها فعرضت نفسک علیها لاسرعت الیک"۔

اس طرح جوانی میں بھی حضورﷺ نے تجارت کر کے اپنے مفلس چچا کے کنبہ کی پرورش کا حق ادا کیا۔

پھر حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی ہوئی تو انہی کے مال پر گزر اوقات بھی ہوتی اور اسلام کی خدمت بھی ہوتی رہی۔

مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انصار رضاکارانہ طور پر حضورﷺ کے کھانے پینے کا انتظام کرتے تھے۔ سات آٹھ ماہ بعد انصار نے کھجوروں کے درخت ہدیۃً دیئے کہ ان کا پھل حضورﷺ کا اور درخت مالکوں کے رہیں گے۔

جب جہاد فرض ہوا تو آپﷺ نے وہ درخت مالکوں کو لوٹا دیئے اور فرمایا: جعلت رزقی تحت ظل رمحی یعنی اللہ نے میرا رزق تلواروں اور نیزوں کے سائے میں رکھ دیا اس مال غنیمت سے حضورﷺ قوت لایموت لیا کرتے تھے یہی وجہ تھی دو دو ماہ تک حضورﷺ کے گھر آگ نہ جلتی تھی۔ چنانچہ حضورﷺ نے اس کی وجہ بیان فرمادی کہ:

"مااوحی الیّ ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الیّ ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین. (مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۴)

اسی طرح کنز العمال ۲:۵۲ اور در منثور میں بھی درج ہے۔

"مجھے اس امر کی وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کر کے بڑا تاجر بن جاؤں بلکہ مجھے بذریعہ وحی یہ حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کر، اسکے سامنے سجدہ کر اور اس کی عبادت میں لگا رہ یہاں تک کہ موت آجائے۔"

قرآن مجید میں بھی حضورﷺ کو تلقین فرمائی گئی:

Scanned with Car

وَلا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْکَ اِلیٰ مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجاً مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّکَ خَيْرٌ وَ اَبْقیٰ. وَاْمُرْ اَهلکَ بالصَّلٰوةِ واصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُکَ رِزْقاً. نحنُ نَرْزُقُکَ والعاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی.

"اور مت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کو دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی قائم رہ اس پر ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور انجام بھلا ہے پرہیز گاری کا۔"

کیا صاف صاف ہدایت فرمادی کہ دنیا کی زیب وزینت اور مال ومتاع کیطرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے میں نے جو انعام آپ پر کیا ہے اس کے مقابلے میں یہ خسیس دنیا کوئی قدر وقیمت نہیں رکھتی۔ یعنی حضورﷺ کو مال جمع کرنے کی ممانعت فرمادی گئی اور حضورﷺ نے اس ہدایت ربانی پر عمل کرنے کا حق ادا کردیا۔

مدینہ طیبہ میں آپ کا کام تبلیغ واشاعت دینی ہی تھا۔ اور اس کی اجرت لینے کا ذکر ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ سے اعلان کرادیا کہ ما اسئلکم علیه من اجر. ان اجری الا علی الله یعنی اس کا اجر میں تم سے کیوں لینے لگا۔ وہ تو میں اپنے رب سے لوں گا۔ صاف ظاہر ہے مال جمع کرنے کی تمام صورتیں ختم کردی گئیں معاش کے لئے صرف مال غنیمت رہ گیا تو ترکہ کیا ہوتا اور میراث کی تقسیم کا سوال کیونکر پیدا ہوتا۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں تقسیم میراث کے صاف احکام موجود ہیں۔ مثلاً يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُم لِلذَّكَرِ مِثْل حظِّ الاُنْثَيَيْن فاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحدةً فَلَهَا النِّصْفُ.

یا اسی قبیل کی دوسری آیات کا تقاضا یہ ہے کہ حضورﷺ کی میراث اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ

Scanned with Car

اصول کے مطابق تقسیم ہو مگر سوال یہ ہے کہ میراث کا حکم تو مال مملوکہ کے لئے ہے۔ اور میراث کے متعلق تمام آیات مملوکہ مال سے تعلق رکھتی ہیں۔ تمام علما اور مناظرین کو اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ جب شیعہ کی طرف سے آیات میراث پیش ہوں تو انہیں صاف کہہ دیا جائے کہ یہ مال مملوکہ سے تعلق رکھتی ہیں اور حضور ﷺ کے پاس مال فے تھا۔ جس پر نبی کریم ﷺ نے کوئی ایسا مال چھوڑا ہی نہیں جس پر آپ کا مالکانہ قبضہ ہو۔ مال فے پر آپ کا قبضہ متولیانہ تھا۔ اگر موجودہ حالت سے اس کی تشریح کی جائے تو کچھ ایسی صورت بنتی ہے کہ جب کسی ملک کا صدر یا وزیر اعظم فوت ہو تو حکومت کے خزانہ کو اس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے۔ کیا اسکی کوئی نظیر دنیا میں ملتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قومی خزانہ یا بیت المال پر حاکم کا قبضہ مالکانہ نہیں ہوا کرتا کہ اس میں میراث کا قانون جاری کیا جائے۔ لہٰذا ان آیات کا کوئی محل اور مورد ہی نہیں ملتا تو ان پر عمل کیسے ہوتا۔

لہٰذا نبی کریم ﷺ نے نہ مال جمع کیا نہ ترکہ چھوڑا نہ تقسیم میراث کا سوال پیدا ہوا۔ حقیقت یہی ہے اور افسانوں کا کیا اعتبار۔

ذرّیت رسول ﷺ

انسان جب اس درجہ جری ہو جائے کہ قرآن کریم کے بیان کردہ تاریخی حقائق کا انکار کر دینے میں عار نہ سمجھے تو اس کے لئے کسی حقیقت کا انکار کر دینا کہاں مشکل ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہل بیت کی ترکیب سے خطاب کر کے تفصیلی ہدایات دیں۔ یار لوگوں نے صاف انکار کر دیا اور کتاب اللہ، لغت، محاورہ اور عرف سب حدود کو پھاند گئے۔

ازواج کے بعد اولاد کا نمبر آتا ہے تو یہی روش اس ضمن میں بھی اختیار کی کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک کو بیٹی تسلیم کیا باقی کا انکار کر دیا۔ اور اس ہٹ دھرمی کی تائید کے لئے ایک طومار گڑھ دیا جسکی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ "میں نہ مانوں"۔

بنات رسول ﷺ کے سلسلے میں قرآن کریم حدیث نبوی ﷺ علم الانساب وغیرہ سے تفصیلی بحث بعد میں آئے گی۔ سب سے پہلے ہم شیعہ کتب سے شواہد پیش کرتے ہیں۔

Scanned with Car

(۱) منتہی الآمال شیخ عباس قمی شیعہ مجتہد طبع جدید مطبع تبریز ۱: ۱۰۸، ۱۰۹۔

"در قرب الاسناد از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است کہ از برائے رسول ﷺ از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و تزویج نمود فاطمہ را بحضرت امیر المومنین و زینب را بابی العاص بن ربیع کہ از بنوامیہ بود۔ و ام کلثوم را بعثمان بن عفان و پیش از آں کہ بخانہ عثمان برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود"۔

"قرب الاسناد میں امام جعفر سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے طاہر اور قاسم اور بیٹیاں فاطمہؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ اور زینبؓ پیدا ہوئی۔ فاطمہؓ کا نکاح امیر المومنین حضرت علی سے ہوا، زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جو بنوامیہ میں سے تھے اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا، ام کلثوم کی وفات کے بعد حضور ﷺ نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا"۔

(۲) اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۸ پر منہیہ میں لکھتا ہے۔

فرزند نبی قاسم ابراہیم است — پس طاہر و طیب از راہ تعظیم است
یا فاطمہؓ و رقیہؓ و ام کلثومؓ — زینب شمار ار ترا سر تعلیم است

"یعنی شیخ عباس ابو نصر فراہی حضور ﷺ کی اولاد امجاد کے متعلق اپنے دو شعروں میں لکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بیٹے قاسم اور ابراہیم ہیں۔ جن کو تعظیم کے طور پر طاہر اور طیب کہتے ہیں پھر (بیٹیوں میں) فاطمہؓ رقیہؓ اور ام کلثومؓ کے ساتھ زینبؓ کو شمار کر اگر تجھے علم سے کوئی واسطہ ہے"۔

(۳) "خصال" شیخ صدوق ۲: ۱۶۸ پر حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کا مکالمہ لکھا ہے۔

"وقال رسول اللہ یا حمیرا (عائشہ) فان اللہ تعالیٰ بارک فی الولود الودود فان خدیجۃ رحمھا اللہ ولدت منی طاھرا وھو عبداللہ وھو

المطهرو ولدت منی القاسم وفاطمه ورقیه وام کلثوم و زینب"۔

اسی خصال کی فارسی شرح میں ۲:۱۸۸ پر لکھتا ہے۔

"خدیجہ کہ خدائش رحمت کند از من دو پسر آورد یک طاہر عبداللہ نام داشت ومطہر لقب داشت دوم قاسم وچہار دختر برائے من آورد فاطمہؓ ورقیہؓ وام کلثومؓ وزینبؓ۔"

(۴) کشف الغمہ ۲:۱۳۹ طبع جدید مطبع علمیہ قم۔

خدیجه اول امرئة تزوجها رسول الله و اولاده کلهم منها الا ابراهیم فانه من ماریة.

"حضرت خدیجہ پہلی خاتون ہیں جو نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں اور حضور ﷺ کی ساری اولاد انہی کے بطن سے ہے سوائے ابراہیم کے جو حضرت ماریہ کے بطن سے تھے"۔

(۵) تمتہ المنتہی ۱:۴۰۔

وابوالعاص بن ربیع قریشی زوج حضرت زینب دختر رسول ﷺ در سنہ ۱۳ وفات کرد۔

(۶) مناقب شہر ابن آشوب ۱:۱۶۱ طبع جدید۔

واولاده ﷺ من خدیجة القاسم و عبدالله وهما الطاهر والطیب واربع بنات زینب رقیه ام کلثوم و فاطمه.

(۷) تنقیح المقال فی احوال الرجال از علامہ عبداللہ مامقانی شیعہ کی شہرہ آفاق کتاب طبع جدید نجف اشرف ۱۳۵۲ھ، صفحہ ۷۷:

ان کتب الفریقین مشحونة بانها ولدت للنبی ﷺ اربع بنات زینب وام کلثوم و فاطمه ورقیه. الی ان قال وبناته فادرکن الاسلام وهاجرن معه واتبعنه وآمن به

یعنی فریقین (اہل سنت اور شیعہ) کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ حضرت خدیجہ کے

Scanned with Car

بطن سے حضورﷺ کی چار بیٹیں زینب، ام کلثوم، فاطمہ اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ آپ کی بیٹیاں اسلام لائیں، حضورﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور حضورﷺ کا اتباع کیا۔

(۸) تنقیح المقال من فصل النساء صفحہ ۷۳۔

کانت خدیجه اذ تزوجها رسول الله بنت اربعین سنه وستة اشهر و کان رسول الله یومئذ ابن احدی وعشرین سنة وولدت له اربع بنات کلهن ادرکن الاسلام وهاجرن وهن زینب، و فاطمه ورقیه و ام کلثوم.

یعنی حضورﷺ سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر ساڑھے چالیس برس تھی اور حضورﷺ کی عمر اکیس برس۔ حضرت خدیجہ کے بطن سے حضورﷺ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں سب اسلام لائیں اور سب نے ہجرت کی اور وہ زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم۔

(۹) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۳ پر لکھا ہے۔

"عن سعده بن صدقه قال حدثنی جعفر بن محمد عن ابیه قال ولد لرسول الله ﷺ من خدیجة القاسم والطاهر وام کلثوم ورقیه وفاطمه وتزوج اباالعاص بن ربیعه وهو من بنی امیه زینباً وتزوج عثمان بن عفان ام کلثوم ولم یدخل بها حتی هلکت و زوجه رقیه مکانها".

سوال یہ ہے کہ منتہی الآمال، خصال، کشف الغمہ تتمۃ المنتہی، مناقب شہر بن آشوب، تنقیح المقال وغیرہ کتب شیعہ مذہب کی مستند اور چوٹی کی کتابیں ہیں ان میں کہیں حضرت خدیجہ کے بطن سے حضورﷺ کی چار بیٹیوں کی وضاحت کہیں ان میں سے ہر ایک کے نکاح کا تذکرہ بھی ہے۔ کہیں ان کے نام لے کر چار کی وضاحت موجود ہے۔ پھر شیعہ کس بناء پر یہ کہتے ہیں کہ حضورﷺ

کی ایک ہی بیٹی تھی۔

اس بناوٹی اور خلاف حقیقت عقیدہ کی تاریخ کا کھوج لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بنات رسول کا انکار ابوالقاسم کوفی نے کیا۔ جسکی وفات ۳۵۲ھ میں ہوئی۔ یعنی چوتھی صدی ہجری سے پہلے اس انکار کا کوئی نشان نہیں ملتا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ شیعہ کے اہم مسائل جن پر شیعہ مذہب کی رونق کا انحصار ہے وہ نبی کریم ﷺ سے صدیوں بعد کی پیداوار ہیں۔ ماتم ہی کو دیکھ لیجئے۔ جس پر شیعہ کی ساری چہل پہل کا مدار ہے۔ صدیوں بعد معز الدولہ کے عہد میں شروع ہوا۔

سید ابوالقاسم کوفی کی کتاب الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ ۹۰:۱ کے حاشیہ پر اس کی رائے پر خوب تنقید کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"وقد خالف صاحب الكتاب فی هذا الرأی جماعة من اساطين العلماء من الفقهاء والنسابين ممن لا يستهان بهم منهم العلامة الشيخ المفيد محمد بن محمد بن النعمان البكری بغدادی الی ان قال ما نصه ان زينب و رقية كانتا ابنتی رسول الله ﷺ والمخالف لذلك شاذ بخلافه.

"یعنی ابوالقاسم نے علماء فقہا اور نسابین کی ایک بڑی جماعت کی مخالفت کی ہے۔ وہ علماء جو دین شیعہ کے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابوالقاسم کے قول کو تسلیم کرنا اس کثیر جماعت کی توہین ہے۔ ان جید علماء میں شیخ مفید بھی ہیں جن کا صاف عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے۔

"هذا رأی الشيخ الجليل المفيد فی ذلك ووافقه تلميذه السيد الشريف المرتضى علم الهدىٰ وبذلك اتضح الحق."

"یعنی شیخ مفید کے علاوہ اس کے شاگرد سید شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ کی یہی رائے

Scanned with Car

ہے کہ بیٹیاں چار تھیں اس سے حق واضح ہوگیا۔"

ابوالقاسم کے اس قول کو رد کرتے ہوئے علامہ عبداللہ مامقانی نے تنقیح القال صفحہ ۷۹ پر خوب لکھا ہے:

"قال ابو القاسم الكوفى فى الاستغاثه فى بدع الثلاثه كلام طويل اصرنافيه على ان زينب التى كانت تحت ابى العاص بن الربيع ورقية التى كانت تحت عثمان ليستا بنتى رسول الله ﷺ بل ربيبتاه. ولم يأت الا بمازعمه برهانا الى ان قال وان اتعب نفسه الا انه لم يأت ما يغنى عن تكلف النظر والثبوت وانه كبيت العنكبوت اما اولا فانه يشبه الاجتهاد فى قبال النصوص من الفريقين عن النبى ﷺ وعن ائمتنا."

"خلاصہ یہ کہ ابوالقاسم کا یہ قول کہ زینب اور رقیہ بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ ربیبہ تھیں۔ قول بلا دلیل ہے۔ محض رائے اجتہاد ہے۔ نصوص کے مقابلے میں اس کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں۔ کتب فریقین میں حضور ﷺ کی چار بیٹیوں پر نصوص موجود ہیں۔ اہل سنت کے پاس فرمان رسول موجود ہے اور شیعہ کے پاس ائمہ کے اقوال موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں"۔

علامہ مامقانی کی تنقید بجا مگر شیعوں کو کون روک سکتا ہے کہ اماموں کے قول کو رد کردیں۔ اور ابوالقاسم کوفی کے قول کو قبول کرلیں۔ اور شیعوں نے بلا وجہ ابوالقاسم کے قول کو ائمہ کے قول پر ترجیح نہیں دی۔ یہ بھی کوئی معمولی آدمی تو نہیں تھا۔ اب اس ابوالقاسم کی تصویر شیعہ کتب کے آئینے میں ملاحظہ ہو۔

(۱) تتمۃ المنتہی شیخ عباس قمی صفحہ ۳۰۹

"ابوالقاسم کوفی علی بن احمد بن موسیٰ وفات یافت و اُو در آخر عمر مذہبش فاسد شدہ بود و

Scanned with Car

کتابہا بسیار تالیف کرد و ہم از کتابہائے ابوالقاسم کوفی کتاب الاستغاثہ است۔

''یعنی ابوالقاسم نے کتابیں بہت تصنیف کی ہیں مگر آخر میں بے دین ہو گیا تھا۔ واقعی یہ بے دینی ہی کے کرشمے ہیں کہ آدمی ٹھیک دوپہر کے وقت کہہ دے کہ آدھی رات ہے اور ایسا کہنے میں اسے کوئی شرم بھی محسوس نہ ہو''۔

(۲) شیعہ کتاب نقد الرجال عرف رجال تفرشی از علامہ آقا میر مصطفیٰ طبع طہران ۱۳۸۱ء۔

''علی بن احمد ابو القاسم کوفی رجل من اهل الکوفة کان یقول انه من آل ابی طالب و غلافی آخر عمره وفسد مذهبه وصنف کتب کثیرة اکثرها علی الفساد الی ان قال ثم خلط واظهر مذهب المخمسة رأیت له کتبا کثیرا لا یلتفت الیه. والمخمسة طائفة من الغلاة یقولون ان سلمان والمقداد وعمار وابا ذر و عمر و بن امیه الغمری هم المنکلون لمصالح العالم تعالٰی الله عن ذٰلک علوا کبیراً (صفحه ۲۲۶)

''یعنی صاحب نقد الرجال نے شیخ عباس قمی کی تائید ہی نہیں کی اس پر اضافہ یہ کیا کہ ابوالقاسم کی اکثر کتب فاسد اور باطل ہیں۔ اس نے دین کو خلط ملط کر دیا، بلکہ وہ مخمسہ (پنجتن) کا عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ نے سلمان مقداد، عمار، ابوذر اور عمر بن امیہ کو تدبیر کائنات کے اختیار دے دیئے ہیں۔ اور خود معطل ہو کر بیٹھ گئے ہیں گویا ابوالقاسم اونچے درجے کا مشرک تھا۔ ایسے غالی کافر مشرک اور مخبوط الحواس آدمی کی رائے کو شیعہ حضرات ائمہ کے اقوال پر ترجیح نہ دیں تو اور کیا کریں۔ قدر شناسی کا تقاضا یہی ہے۔

صاحب استغاثہ کا مخبوط الحواس ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ان کا ایک بیان ملاحظہ ہو۔

وکان رسول الله ﷺ قد زوج اختها	اور نبی کریم ﷺ نے رقیہ کا نکاح عثمان سے کیا

Scanned with Car

رقیہ من عثمان فبقیت زینب عند ابی العاص بن الربیع بعد ذٰلک مدۃ یسیرۃ ومات عنھا ابو العاص ثم ماتت رقیۃ عند عثمان فخطب بعد موتھا زینب فزوجھا رسول اللہ ﷺ منہ و ماتت عندہ.	اور اس کے کافی مدت بعد تک زینب ابوالعاص کے پاس رہی پھر ابوالعاص فوت ہوئے پھر رقیہ کی وفات ہو گئی۔ تو عثمان نے زینب کی خواستگاری کی اور نبی کریم ﷺ نے زینب کا نکاح عثمان سے کردیا۔ اور زینب کی وفات حضرت عثمان ہی کے گھر میں ہوئی۔

اس بیان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کسی نے ترنگ میں آ کر کہا تھا کہ: ’’علم سائنسی دریاؤ ہے کہیں کا ٹانکا کہیں لاگت ہے‘‘۔ اسی طرح ابوالقاسم کی معلومات بھی دریاؤ ہے اور استغاثہ تو سمندر ہے۔ کہیں کا ٹانکا کہیں لاگت ہے کیونکہ یہ حقیقت مسلم فریقین ہے کہ زینب دختر رسول ﷺ زوجہ ابوالعاص کی وفات ۷ھ کے اواخر یا ۸ھ کے اوائل میں ہوئی۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ ابوالعاص کی وفات ۱۲ھ یا ۱۳ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ تتمۃ المنتہی سے نقل کیا جا چکا ہے۔ مگر اس مخبوط الحواس نے ترتیب ہی الٹ دی۔ ابوالعاص کو پہلے مار ڈالا اور زینب کی باری بعد میں آئی۔ اس سے بھی بڑی حماقت کا اظہار اس وقت کیا جب بہن بھائی کا نکاح جائز رکھا۔ ایسے مخبوط الحواس مجتہد کی بات کو ائمہ کے قول پر ترجیح نہ دیں تو دین شیعہ کی برتری کیونکر ظاہر ہو۔

اسی طرح ابوالقاسم اور ایسے ہی کچھ دوسرے شیعہ علماء نے حضرت خدیجہ اور انکی بہن ھالہ بنت خویلد کی وفات کو پہیلی بنا کے رکھ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ھالہ پہلے فوت ہوئی۔ اس کی بیٹیوں کی پرورش حضرت خدیجہ کے گھر میں ہوئی۔ اس بنا پر وہ بنات رسول ﷺ کہلائی جانے لگیں۔ حالانکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہ پہلے فوت ہوئیں۔ اور ان کی بہن کی وفات ان کے بعد مدینہ میں ہوئی۔ جیسا کہ البدایہ والنہایہ ۳:۱۲۸۔

ثم قال البخاری حدثنا اسماعیل بن خلیل اخبرنا علی بن مسحر عن ھشام	بخاری نے کہا کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ھالہ بنت خویلد نے جو خدیجہ کی بہن تھی۔

Scanned with Cam

بن عروه عن ابيه عن عائشة قالت استاذنت هالة بنت خويلد اخت خديجة على رسول الله فعرف استئذان خديجة فارتاع فقال اللهم هالة فغرت فقلت ما تذكر من عجوز من عجائز قريش حمراء الشدقين هلكت في الدهر ابدلك اله خيرا منها وهكذا رواه مسلم عن سويد بن سعيد عن علي بن مسهر وهذا ظاهر.	حضور ﷺ کے گھر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے سمجھا کہ خدیجہؓ اجازت طلب کر رہی ہے پس حضور ﷺ تیار ہوئے فرمایا اے اللہ یہ تو ھالہ ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں مجھے غیرت آئی میں نے کہا کہ قریش کی ایک بوڑھی عورت کو آپ کیا یاد کرتے ہیں جو سرخ چہرے والی تھی۔ زمانہ ہوا کہ فوت ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا نعم البدل عطا کر دیا ہے۔ اسی طریقہ کے مسلم نے روایت کی ہے اور ظاہر ہے۔

اس روایت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ

(۱) ھالہ نے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی اور استیذان کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

(۲) حضرت خدیجہ کا انتقال مکہ میں ہی ہو گیا تھا۔

(۳) ھالہ کے استیذان کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت عائشہ بیت رسول ﷺ میں تھیں۔

(۴) حضرت عائشہ کا نکاح حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ہوا۔

(۵) ہلکت فی الدھر کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خدیجہ مدتوں پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

لیکن یار لوگ پھر بھی بڑے وثوق سے کہا کرتے ہیں کہ ھالہ فوت ہو گئی اور اس کی بیٹیاں خدیجہ نے اپنے گھر میں پالیں۔ واقعی آدمی لٹھ لے کے عقل کے پیچھے پڑا ہو تو اس سے بھی اونچی باتیں کہہ سکتا ہے۔

Scanned with Cam

ایک بہانہ

کچھ شیعہ علماء کا کہنا ہے کہ شیعہ کتاب قرب الاسناد کی حدیث میں مسعدہ بن صدقہ سنی راوی ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں۔

بظاہر بہانہ تو خوب ہے مگر حقائق اس کا ساتھ نہیں دیتے کیونکہ

(۱) قرب الاسناد کی روایت کو علامہ مجلسی شیعہ نے اپنی کتاب حیات القلوب میں نقل کیا ہے۔

(۲) علامہ مامقانی شیعہ نے اپنی کتاب ''تنقیح المقال'' میں نقل کیا ہے۔

(۳) یہ روایت امام جعفر سے مروی ہے اور یہ مسعدہ بن صدقہ وہ ہے جو اصحاب امام جعفر صادق سے ہے۔ سکہ بند رافضی ہے۔

(۴) جس مسعدہ بن صدقہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ سنی ہے یا شیعہ وہ امام باقر سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ چار بیٹیوں والی روایت کا راوی نہیں۔

(۵) تنقیح المقال میں تذکرہ مسعدہ بن صدقہ میں ہے کہ:

مسعده بن صدقه یکنی ابا بشر روی عن ابی عبدالله وابی الحسن له کتب منها کتب خطب امیر المومنین فظاهر النجاشی من حیث عدم غمزه فی مذهبه.

مسعده بن صدقه دو هیں: احدهما یروی عن الباقر وهو العامی تبری والاخریٰ یروی عن الصادق والکاظم والذی یروی عن الباقر تبری.

''مسعدہ بن صدقہ جسکی کنیت ابو بشر ہے یہ روایت کرتا ہے امام جعفر سے اور ابو الحسن سے اسکی کتابیں ہیں۔ ان سے امیر المومنین کے خطبے بھی ہیں اور علامہ نجاشی نے اس کے مذہب پر کوئی تنقید نہیں کی۔

Scanned with Car

مسعدہ بن صدقہ دو ہیں۔ایک امام باقر سے روایت کرتا ہے یہ سنی ہے تبری مذہب کا ہے۔دوسرا امام جعفر اور موسیٰ کاظم سے اور جو امام جعفر سے روایت کرتا ہے وہ تبری فرقہ کا ہے یا سنی ہے۔

روضہ کافی اور فروع کافی میں مسعدہ بن صدقہ امام جعفر کی حدیث کا راوی ہے۔اسی طرح تہذیب الاحکام میں باب فضل المساجد اور باب وصیت میں مسعدہ بن صدقہ راوی امام جعفر صادق کا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسعدہ امام باقر سے روایت کرتا ہے وہ تبری فرقہ کا ہے جو شیعہ فرقہ میں سے ہیں (ملاحظہ ہو فرق الشیعہ از علامہ نوبختی شیعہ) یا سنی ہے۔اور جو امام جعفر سے روایت کرتا ہے وہ شیعہ ہے۔اور یہ چار بیٹیوں والی روایت اس مسعدہ کی ہے جو شیعہ ہے اور امام جعفر سے روایت کرتا ہے اور قرب الاسناد کی روایت میں وہی مسعدہ ہے جو امام جعفر سے روایت کرتا ہے اور شیعہ ہے۔لہٰذا یہ محض فرار کی راہ ہے کہ مسعدہ کو سنی کہہ کر اس کی روایت سے جان چھڑانے کی کوشش کی گئی ہے۔

بنات رسول کے سلسلے میں مہمات کتب شیعہ سے اقتباس دینے کے بعد ہم اس مسئلہ کو قران کریم، علم انساب اور تاریخ کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

Scanned with Car

بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم.

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ الہٖ واصحابہ وازواجہ وذریتہٖ اجمعین. یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذٰلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوء ذین وکان اللہ غفورا رحیما.

حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے نکاح اور اولاد۔ اس باب میں چار امور کی وضاحت ہوگی۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت خدیجہؓ کا نکاح کس کس سے ہوا۔

(۲) ان سے کوئی اولاد ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو کون کونسے بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔

(۳) حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہنیں اور حقیقی بھائی اور ان کی اولاد۔

(۴) کیا آپؓ کی کوئی بھانجی رسولِ اللہ ﷺ کے گھر آپ کے پاس پرورش پاتی رہی۔

حضرت خدیجہؓ کا شجرہ نسب

خدیجہ بنتِ خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب۔ (عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ ۵۲ نسب قریش صفحہ ۲۲۸)

خویلد کی اولاد

فولد خویلد بن اسد عدیا وحزاما والعوام ورقیقۃ امھم منینۃ بنت

Scanned with Cam

الحارث بن جابر بن وهب بن نسیب بن زید. (نسب قریش صفحه ۲۲۹-۲۳۰)

خویلد کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی جس کا نام رقیقہ تھا۔ ان کی ماں منینہ تھی۔ رقیقہ کا نکاح عبد بن بجاد سے ہوا۔ اس سے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام اُمیمہ تھا۔

ولدت رقیقه بنت خویلد امیمة بنت عبد بن بجاد بن عمیر بن الحارث ن حارث (نسب قریش ۲۲۹)

خویلد کی دوسری بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نوفل تھا جس کو ابن عدوّیہ کہتے ہیں۔

نوفل بن خویلد هوالذی یقال له عدویه امه عمة بدیل بن ورقاء بن عبدالعزیٰ و هی بنت عبدالعزیٰ بن ربیعه بن حزن (نسب قریش)

نوفل بن خویلد کی اولاد آگے نہ چلی اور عدی بن خویلد کی اولاد بھی آگے نہ چلی۔

انقرض ولد نوفل بن خویلد و اما عدی فقد انقرض ولده' (نسب قریش صفحه ۲۳۱)

خویلد کی تیسری بیوی سے اولاد

وخدیجة وهالة ابنتی خویلد امهم فاطمة بنت زائده بن جنذب بن هرم بن رواحه. فاما هالة بنت خویلد فولدت ابا العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد الشمس یقال له الامین زوجه رسول الله ﷺ زینب بنت رسول الله ﷺ واما خدیجة بنت خویلد فولدت لرسول الله ﷺ القاسم والطاهر وکان یقال له الطاهر وطیب ولد	خدیجہ اور ہالہ دونوں خویلد کی بیٹیاں ہیں ان کی ماں فاطمہ ہے۔ ہالہ کا ایک لڑکا ابوالعاص بن ربیع ہوا جسے امین کہتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کا نکاح زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا۔ خدیجہ بنت خویلد کے ہاں رسول اللہ ﷺ سے قاسم اور طاہر جنہیں طیب بھی کہا جاتا ہے، نبوت کے بعد پیدا ہوئے

Scanned with Car

بعد النبوة ومات صغيرا واسمه عبدالله و فاطمة وزينب وام كلثوم ورقيه	اور بچپن میں ہی فوت ہوئے اور فاطمہ، زینب، ام کلثوم اور رقیہ پیدا ہوئیں۔

فائدہ:

(۱) حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن صرف ہالہ تھی جس کا ایک ہی بیٹا ہوا جس کا نام ابوالعاص تھا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح اسی ابوالعاص سے کیا۔

(۳) ہالہ کی کوئی بیٹی پیدا نہیں ہوئی۔

(۴) حضرت خدیجہؓ کی ایک بہن رقیقہ تھی جس کی ماں دوسری تھی۔ اس رقیقہ سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام امیمہ تھا۔

(۵) حضرت خدیجہؓ کی چار بیٹیاں رسول اکرم ﷺ سے ہوئیں، فاطمہؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ اور رقیہؓ۔

حضرت خدیجہؓ کا نکاح

علامہ اردبیلی نے کشف الغمہ میں اور ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب ۲:۹۱ پر اور صفحہ ۷۲۸ پر بیان کیا ہے:۔

پیش از آنکہ حضرت او را تزویج نماید عتیق بن عائذ مخزومی او را تزویج کردہ بود واز و دخترے بہم رسانید و بعد از ابو ہالہ اسدی او را تزویج کردو ھند بن ابی ہالہ راز و بہم رسانید۔	حضور اکرم ﷺ سے نکاح سے پہلے حضرت خدیجہؓ کا نکاح عتیق بن عایذ مخزومی سے ہوا، اس سے ایک لڑکی ہوئی اسکے بعد ابو ہالہ اسدی سے نکاح ہوا اس سے ایک لڑکا ھند ہوا۔

اور پھر صفحہ ۹۱ پر اول مرتبہ خدیجہ را عتیق بن عائذ مخزومی خواست واز و دخترے بہم رسید و بعد از عتیق بن عائذ ابو ہالہ بن زرارہ تیمی او را نکاح کرد و ھند بن ہند از و متولد

Scanned with Car

شد و بعد از رسول اللہ ﷺ اور احبالہ خود آورد۔

ملا باقر مجلسی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضرت خدیجہؓ کی عتیق سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کے نام کا ذکر نہیں اور یہ بھی ذکر نہیں کہ زندہ رہی یا مر گئی۔ اگر زندہ رہی تو اس کا نکاح کس سے ہوا؟

(۲) حضرت خدیجہؓ کی کوئی لڑکی زینب، رقیہ یا ام کلثوم پہلے خاوندوں سے پیدا نہیں ہوئی۔

اور نسب قریش صفحہ ۲۲، صفحہ ۲۷۰، اور صفحہ ۳۳۴ پر ذرا تفصیل ملتی ہے۔

وکان مولد ابراهیم فی ذی الحجة سنة ثمانٍ من الهجرة مات (ای ابراهیم) بالمدینة وهو ابن ثمانیة عشر شهر او اخوته ولد رسول الله ﷺ لامهم هندة بنت عتیق بن عائذ بن عبدالله بن عمر و بن مخزوم وهند بنت ابی هاله بناش بن زراره وهالة بنت ابی هالـه و ابو هاله من بنی اسید بن عمر و بن تیم.	ذی الحجہ ۸ھ میں ابراہیم پیدا ہوئے، اور جب وہ ۱۸ ماہ کے تھے مدینہ میں فوت ہوئے، رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کے بہن بھائی جو دوسری ماؤں سے تھے وہ یہ تھے ہندہ بنت عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم اور ہند بن ابوہالہ اور ہالہ بنت ابوہالہ۔

اور نسب قریش صفحہ ۳۳۳ پر عائذ کے کئی بیٹے لکھے ہیں ایک عتیق زوج خدیجہ الکبریٰ سے دوسرا امیہ بن عائذ اور اس امیہ کا بیٹا صفی جس کی والدہ ہندہ بنت عتیق تھی۔ اور امیہ کا بیٹا محمد بن صفی جس کی اولاد آگے نہیں چلی۔

اس سے معلوم ہوا کہ:۔

(۱) حضور کے نکاح میں آنے سے قبل حضرت خدیجہ کی دو لڑکیاں ہوئیں، ہندہ عتیق سے اور ھالہ ابوھالہ سے۔

Scanned with Cam

(۲) حضرت خدیجہؓ کے مشرف باسلام ہونے سے پہلے وہ دونوں فوت ہوگئیں۔ اس سے پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن ہالہ کی کوئی لڑکی نہیں تھی صرف ایک لڑکا ابوالعاص تھا۔

اس لئے اس کا کوئی امکان نہیں کہ سابقہ خاوندوں سے کوئی لڑکی حضرت خدیجہؓ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے گھر آ کر پلی ہو۔

شجرہء نسب

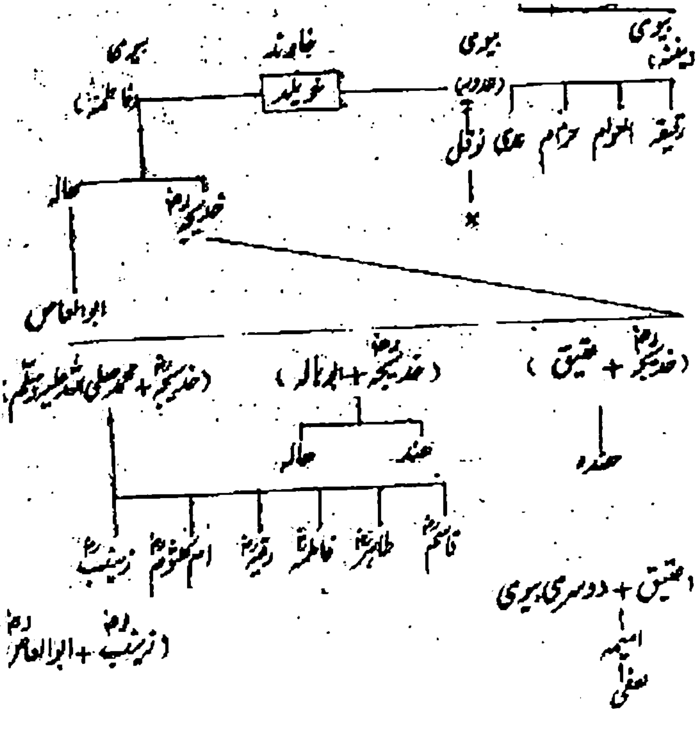

Scanned with Car

تعداد بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔

(۱) لفظ بنات جمع قلت ہے جس میں ۹ تک تعداد آسکتی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی۔

(۲) نزول آیت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوان بالغہ بیٹیاں تھیں جنہیں پردہ کا حکم دیا گیا، ان دونوں امور کی تاویل کر کے حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس لئے اس کی وضاحت ضروری ہے۔

(۱) لفظ بنات جمع کا صیغہ محض تعظیم کے لئے ہے، مراد صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہؓ ہے۔

الجواب:۔ آیت میں احکام تکلیفیہ بیان ہو رہے ہیں، عورتوں کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مقام مدح وثنا نہیں ہے۔ ہاں کوئی قرینہ موجود ہو تو مراد لی جاسکتی ہے، مگر یہاں کوئی قرینہ موجود نہیں۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیوں یعنی حضرت فاطمہؓ کی بیٹیوں کی وجہ سے جمع کا صیغہ استعمال ہوا۔

الجواب:۔ نزول آیت کے وقت کوئی جوان بالغہ نواسی موجود نہیں تھی، یہ تکلیفی خطاب ہے،

Scanned with Car

غیر مکلف مخاطب نہیں ہوسکتا۔

(۳) لفظ ابن اور بنت اور اس کی جمع بنات بیٹی، نواسی وغیرہ سب پر بولا جاتا ہے ہاں اگر لفظ ولد ہوتا تو صرف حقیقی بیٹیاں مراد ہوتیں۔

الجواب:۔ حصہ اول کا جواب اوپر نمبر ۲ کے تحت آچکا ہے۔ رہا لفظ ولد تو یہ ہمیشہ حقیقی بیٹوں کے لئے نہیں بولا جاتا۔ قرآن مجید میں متبنی ادعائی بیٹوں پر بھی لفظ بولا گیا ہے۔

کما قال تعالیٰ: "وَقَالَ الَّذِی اشْتَرَاہُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِہِ أَکْرِمِی مَثْوَاہُ عَسَیٰ أَن یَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَہُ وَلَداً. اور: وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتَ عَیْنٍ لِّی وَلَکَ لَا تَقْتُلُوہُ عَسَیٰ أَن یَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَہُ وَلَداً

دونوں موقعوں پر لفظ ولد بولا گیا ہے اور مراد متبنی ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا ہے کہ آیت میں لفظ بنات حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں اب یہ دیکھنا ہے کہ کتنی تھیں۔

(۱) آیت میں لفظ بنات ہے جو جمع قلت ہے اس لئے آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تین سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔

(۲) اصول کافی معہ شرح صافی باب التاریخ ۱:۱۴۷

وتزوج خدیجه وهو بضع وعشرین سنة فولدله منها قبل مبعثه القاسم ورقیه وزینب وام کلثوم و ولد له بعد المبعث الطیب و الطاهر والفاطمة	جب حضور ﷺ کی عمر بیس برس سے کچھ اوپر تھی حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا اور بعثت سے قبل خدیجہؓ کے بطن سے آپ کے لڑکے قاسم اور لڑکیاں رقیہؓ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد طیب طاہر اور فاطمہؓ پیدا ہوئے۔

شارح نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

پس زادہ شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالت او قاسمؓ و رقیہؓ و زینبؓ و ام کلثومؓ و زادہ

Scanned with Car

شد برائے او بعد از رسالت او طیبؓ و طاہرؓ و فاطمہؓ۔

اصول کافی کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئیں۔

(۳) تذکرۃ المعصومین صفحہ ۶

تزوج خديجه وهو ابن بضع و عشرين سنة فولدت له قبل مبعثه رقيةؓ و ام كلثوم و زينبؓ	جب حضور ﷺ کی عمر ۲۰ برس سے کچھ زائد تھی۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا اور بعثت سے پہلے حضرت خدیجہؓ سے حضور ﷺ کی تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ رقیہؓ، ام کلثومؓ اور زینبؓ۔

(۴) حیات القلوب ۱:۷۹ از ملا باقر مجلسی

وبسند معتبر منقول است کہ سلیمان بن خالد بحضرت صادق عرض کرد کہ فدائے تو شوم مردم گویند کہ آدم دختر خود را بہ پسران خود تزویج کرد فرمود کہ بلے مردم چنیں می گویند لیکن اے سلیمان مگر نمیدانی کہ رسول خدا فرمود کہ اگر میدانستم کہ آدم دخترش بہ پسرش نکاح کردہ ہر آئینہ من زینب را بقاسم می کردم و دین آدم را ترک نمی کردم۔	معتبر سند کے ساتھ نقل ہے کہ سلیمان بن خالد نے امام جعفر صادق سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آدم نے اپنی لڑکیوں کے نکاح اپنے بیٹوں کے ساتھ کئے، فرمایا ہاں لوگ ایسا ہی کہتے ہیں۔ مگر سلیمان تجھے علم نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ حضرت آدمؑ نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا تو میں زینبؓ کا قاسم سے کرتا اور دین آدم کو ترک نہ کرتا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ زینب، حضرت قاسم ابن رسول اللہ ﷺ کی حقیقی بہن تھی یہ قول رسول اللہ ﷺ ہے اور بیان کرنے والے امام جعفر صادق ہیں۔

(۵) استبصار ۱:۲۴۵

فقال ابو عبداللهؑ وان زينب بنت	امام جعفر صادق نے فرمایا کہ زینبؓ بنت رسول

Scanned with Car

النبی ﷺ توفیت وان فاطمۃ	اللہ ﷺ فوت ہوئی تو حضرت فاطمہؓ عورتوں
خرجت فی نساءھا فصلت علیٰ	کے ساتھ گھر سے نکلیں اور اپنی بہن کا جنازہ پڑھا
اختھا	

امام جعفر صادق نے اس روایت میں حضرت زینبؓ کو

ا۔ رسول اکرم ﷺ کی حقیقی بیٹی فرمایا۔

ب۔ حضرت زینبؓ کو حضرت فاطمہؓ کی حقیقی بہن فرمایا۔

ج۔ حضرت فاطمہؓ کا اپنی بہن کے جنازہ کے لئے گھر سے نکلنا ذکر کیا۔

(۶) خصال شیخ صدوق ۲:۱۶۷

عن ابی عبداللہؑ قال ولد لرسول اللہ	امام جعفر سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ
ﷺ عن خدیجۃ القاسم والطاھر	حضرت خدیجہؓ سے حضور اکرم ﷺ کے دو
وعبداللہ وام کلثوم، ورقیۃ و زینب و	بیٹے قاسمؓ اور طاہرؓ اور چار بیٹیاں رقیہؓ، ام کلثومؓ،
فاطمۃ و تزوج علی بن ابی طالب	زینبؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں، فاطمہؓ کا نکاح علی
فاطمہ وتزوج ابو العاص بن الربیع	بن ابی طالب سے ہوا زینب کا نکاح ابو العاص
وھو رجل من بنی امیۃ زینب، تزوج	بن الربیع اموی سے ہوا۔ ام کلثومؓ کا نکاح
عثمان بن عفان ام کلثوم فماتت ولم	حضرت عثمان بن عفان سے ہوا۔ رخصتی سے
یدخل بھا فلما ساروا الی بدر زوجہ	پہلے وہ فوت ہوگئی پھر حضور اکرم ﷺ نے
رسول اللہ رقیۃ ثم قال رسول اللہ	رقیہؓ کا نکاح عثمانؓ سے کردیا۔ جب بدر کی
ﷺ یا حمیرا فان اللہ تبارک و تعالیٰ	طرف جانے لگے پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے
بارک فی الودود المولود و ان	حمیرا (عائشہؓ) اللہ نے اس عورت میں برکت
خدیجہ رحمھا اللہ ولدت منی طاھرا	رکھی ہے جو بچوں سے محبت کرتی ہے اور خدیجہؓ
وھو عبداللہ وھو المطھر وولدت منی	اللہ اس پر رحم کرے۔ اس سے میرے بیٹے

Scanned with Cam

القاسم و فاطمه ورقيه و ام كلثوم وزينب.	طاہرؓ اور قاسمؓ اور میری بیٹیاں فاطمہؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور زینبؓ پیدا ہوئیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ:۔

ا۔ حضور اکرم ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے اپنی چار بیٹیوں کے نام حضرت عائشہ کے سامنے بیان فرمائے۔

ب۔ حضور ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ یہ میری ساری بیٹیاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔

ج۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے لئے دعا فرمائی۔

د۔ امام جعفر صادق نے نہ صرف چار بیٹیوں کے نام لئے بلکہ ان کے نکاح کی تفصیل بھی بتائی۔

ر۔ امام جعفر صادق نے اس روایت کی تصدیق فرمائی۔

(۷) حیات القلوب ۲:۷۱۸

بہ سند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا ﷺ متولد شدند طاہرؓ و قاسمؓ و فاطمہؓ و ام کلثومؓ و رقیہؓ و زینبؓ و فاطمہؓ را آنحضرت امیر المومنین تزویج نمود و تزویج کرد با ابو العاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب را و بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانہ آں رود۔ برحمت الٰہی واصل شد و بعد از و حضرت رقیہؓ را باو تزویج نمود۔

(۸) حیات القلوب ۲:۷۱۸

وابن بابویہ بہ سند معتبر آں روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا ﷺ متولد شد از خدیجہؓ قاسمؓ و طاہرؓ و نام طاہر عبد اللہ بود و ام کلثومؓ و رقیہؓ و زینبؓ و فاطمہؓ حضرت امیر المومنینؓ فاطمہؓ را تزویج نمود و زینبؓ را ابو العاص بن ربیعہ واو مردے بود از بنی امیہ و عثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود و پیش از آنکہ بخانہ او برد برحمت الٰہی واصل شد

Scanned with Car

پس بجنگ بدر رفتد حضرت رسول ﷺ رقیہ را باو تزویج نمود۔

ملا باقر مجلسی کی بیان کردہ ان دو روایات سے ثابت ہوا۔

ا۔ امام جعفر صادق کا ایمان ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی چار بیٹیاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئیں۔ان کے نام زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ اور فاطمہؓ ہیں۔

ب۔ امام جعفر نے ان کے نام ہی نہیں لئے بلکہ ان کے نکاح کی تفصیل بھی بیان فرمائی۔

ج۔ ملا باقر نے ان روایات کی سند کو معتبر قرار دیا۔

د۔ حضور اکرم ﷺ کو حضرت عثمانؓ بہت محبوب تھے اس لئے اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں دے دیں۔ اگر حضور ﷺ کو حضرت عثمانؓ کے خلوص اور ایمان کے متعلق شبہ بھی ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اگر کوئی کج فہم یہ کہے کہ حضور ﷺ نے ڈر کے مارے ایسا کیا یا تقیہ کیا یا مال و دولت کے لالچ میں یہ کیا، تو ایسا شخص نہ شان رسالت سے واقف ہے، نہ اس کا رسول ﷺ پر ایمان ہے۔

(۹) حیات القلوب ۲:۳۴۰

شیخ طبرسی و علی بن ابراہیم قمی و دیگراں روایت کردہ اند.....واز جملہ آں ہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول ﷺ کہ زن او بود۔

"علامہ طبرسی و علی بن ابراہیم قمی جو امام حسن عسکری کا شاگرد ہے دونوں اقرار کرتے ہیں کہ رقیہ، حضرت رسول کریم ﷺ کی بیٹی تھی اور حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھی۔"

(۱۰) حیات القلوب ۲:۸۹

ملا باقر مجلسی نے حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے جس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو خطاب کر کے فرمایا:

پس حضرت رسول اللہ ﷺ در خشم شد و گفت بس کن ای حمیرا کہ خدا برکت میدہد

Scanned with Car

زنے را کہ شوہر را بسیار دوست دارد و بسیار فرزند آورد و خدیجہ خدا اورا رحمت کند از من طاہر و مطہر را بہم رسانید کہ او عبداللہ بود و قاسمؓ را آورد و رقیہ و فاطمہ و زینب وام کلثوم از و بہم رسید۔

(۱۱) حیات القلوب ۲: ۳۹۱ بدر کے قیدیوں کا فدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

تا آنکہ زینب دختر رسول ﷺ کہ زوجہ ابوالعاص بن ربیعہ بود گردن بند خود را کہ حضرت خدیجہؓ باد دادہ بود برائے فدیہ شوہر خود ابوالعاص فرستاد۔

اس حدیث کو شیخ طبرسی نے اخراج کیا ہے جو معتبر علمائے شیعہ سے ہے۔ شیخ طبرسی اور ملا باقر مجلسی کا اقرار ہے کہ حضرت زینبؓ رسول خدا ﷺ کی بیٹی تھی۔

مندرجہ بالا گیارہ اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

(۱) قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بیٹیاں تین سے زیادہ تھیں۔

(۲) حضور اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت خدیجہؓ سے میری چار بیٹیاں، زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔

(۳) امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

(۴) حضرت فاطمہؓ اور زینبؓ کو امام جعفر صادق نے حقیقی بہن فرمایا۔ اب اگر کوئی کہے کہ رسول کی ایک ہی بیٹی تھی، تو اوّل وہ قرآن کی آیت پیش کرے کہ ایک ہی بیٹی تھی، پھر رسول ﷺ کا قول پیش کرے کہ میری ایک ہی بیٹی تھی، پھر امام جعفر کا قول پیش کرے کہ حضور ﷺ کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اگر ایسا نہ کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکتا اور پھر بھی اس بات پر اصرار کرے کہ حضور ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی تو ایسا شخص امام جعفر صادق کا مخالف، رسول اللہ ﷺ کا مخالف اور قرآن کا منکر ہے۔

Scanned with Car

اب ذرا شیعہ محدث سید نعمت اللہ کی زبانی یکجا تفصیل سنیے:۔

انوار النعمانیہ ۱:۱۲۴

پہلی عورت جس سے رسول کریم ﷺ نے نکاح کیا خدیجہؓ تھی، آپ سے پہلے خدیجہؓ کا نکاح عتیق سے ہوا تھا اس سے ایک لڑکی ہوئی پھر ابو ہالہ اسدی سے نکاح ہوا اور اس سے ایک لڑکا ہند ہوا پھر حضور ﷺ سے نکاح ہوا اور اس کے لڑکے ہند نے حضور ﷺ کے گھر پرورش پائی، اس سے حضور ﷺ کے لڑکے قاسم اور طاہر ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ سے حضور ﷺ کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ۔ زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیعہ سے زمانۂ جاہلیت میں ہوا۔ اس کی بیٹی امامہ پیدا ہوئی۔ جس سے علی بن ابی طالب نے وفاتِ فاطمہؓ کے بعد نکاح کیا جب امیر المومنین قتل کیے گئے امامہ ان کے گھر تھی، پھر اس سے مغیرہ بن نوفل نے نکاح کیا اور زینبؓ ۷ھ میں مدینہ میں فوت ہوئی۔ رقیہؓ کا نکاح عتبہ بن ابی طالب سے ہوا۔ رخصتی سے پہلے اس نے طلاق دے دی۔ حضور ﷺ کو اس سے ایذا پہنچی تو فرمایا اللہ اس پر اپنا	فاول امرأة تزوجها خديجة بنت خويلد و كانت قبله عند عتيق بن عائذ المخزومي فولدت له جارية ثم تزوجها ابو هالة الاسدى فولدت لهٗ هند بن ابى هاله ثم تزوجها رسول الله ﷺ و ربّى ابنها هند فاول ما حملت ولدت عبدالله بن محمد والطيب والطاهر ولدت له القاسم اكبر ولده الى ان قال و انما ولدت له ابنان واربع بنات زينب ورقيه وام كلثوم وفاطمه فاما زينب بنت رسول الله ﷺ فتزوجها ابو العاص بن الربيع فى الجاهلية فولدت له جارية اسمها امامة تزوجها على ابن ابى طالب بعد وفات فاطمة وقتل امير المومنين عليه السلام وعنده امامة فخلف عليها بعده المغيرة بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب وماتت زينب بالمدينة لسبع سنين من الهجرة واما رقيه

Scanned with Cam

فتزوجها عتبة بن ابى لهب فطلقها قبل
ان يدخل بها ولحقها منه اذىٰ فقال
اللهم سلط على عتبة كلبا من كلابک
فتناوله الاسد من بين اصحابه وتزوجها
بعده بالمدينة عثمان بن عفان فولدت
له عبدالله ومات صغيرا نقره ديک
على عينيه فمرض فمات و توفيت
بالمدينه زمان بدر فتخلف عثمان على
دفنها منعه ذلک ان شهد بدر و قد
كان عثمان هاجر الى الحبشة ومعه
رقية واما ام كلثوم فتزوجها ايضاً عثمان
بعد اختها رقية وتوفيت عنده الى ان
قال وقد تقدم اختلاف اصحابنا فى ان
رقيه ام كلثوم هل همار بيتاه ام ابنتاه
والحال عندنا لا يتفاوت لان عثمان فى
زمن النبى ﷺ كان مظهر الاسلام
وكان النبى ﷺ يريد تاليف قلوبهم
ودخول الاسلام اليها فكان يلاطفهم
بانواع اللطائف من الاموال
والمناكحات وغيره.

کوئی کتا مسلط کر چنانچہ شیر اسے کھا گیا۔ پھر
رقیہؓ کا نکاح مدینہ میں عثمان بن عفان سے ہوا
اس سے ایک لڑکا عبداللہ ہوا جسے بچپن میں ہی
مرغ نے آنکھوں کے درمیان ٹھونگ ماری وہ
بیمار ہوا اور بدر کے زمانہ میں مدینہ میں فوت
ہوا، عثمانؓ اس کی تجہیز و تکفین کی وجہ سے بدر کی
جنگ میں شامل نہ ہو سکے اور عثمانؓ نے حبشہ
ہجرت کی تو رقیہؓ ساتھ تھی اور رقیہؓ کے بعد عثمانؓ کا
نکاح ام کلثومؓ سے ہوا وہ انہیں کے گھر فوت
ہوئی۔

......اس بارے میں شیعوں کے اختلاف کا ذکر
پہلے ہو چکا ہے کہ کیا ام کلثومؓ اور رقیہؓ ربیبہ تھیں یا
بیٹیاں۔

ہمارے نزدیک اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا،
کیونکہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عثمانؓ نے اسلام
کا اظہار کیا اور حضور ﷺ ایسے لوگوں کی تالیف
قلب اموال اور مناکحات سے کیا کرتے تھے۔

Scanned with Cam

انوار النعمانیہ کی اس عبارت سے ذیل کے امور ثابت ہوئے:

(۱) حضرت خدیجہؓ کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ سے ہوا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ (ہندہ)

(۲) نکاح ثانی ابو ہالہ سے ہوا جس سے صرف ایک لڑکا پیدا ہوا۔ "ھند" جس نے حضور ﷺ کے گھر پرورش پائی۔ یعنی حضرت خدیجہؓ جب حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں تو ان کی کوئی لڑکی موجود نہ تھی۔ جن کو ربیبہ بنایا جاتا صرف ایک لڑکا ھند تھا جس کی پرورش حضور ﷺ کے ہاں ہوئی۔

(۳) حضور ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد حضرت خدیجہؓ سے چار لڑکیاں پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ، اور فاطمہؓ۔

(۴) حضرت زینبؓ کی وفات ۷ھ میں ہوئی۔ اور حیات القلوب ۲:۱۹۷ کے مطابق ام کلثومؓ کی وفات بھی ۷ھ میں ہوئی۔ اور رقیہؓ تو ام کلثومؓ سے پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

(۵) ابتدا میں صاحب انوار النعمانیہ نے اقرار کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے حضور ﷺ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ پھر تین کو ربیبہ بنانے کا کیا مطلب کیا اپنی بیٹی کو بھی ربیبہ بنایا یا کہا جاتا ہے۔

اس سے ایک اور بات بھی واضح ہوگئی کہ عیسائیوں سے مباہلہ کے موقع پر جو باہر آئی بیٹی وہی تھی اگر اور بیٹیاں ہوتیں تو کیوں نہ باہر آتیں؟ بات یہ ہے کہ آیت مباہلہ ۹ھ کے آخر میں نازل ہوئی اور حضور ﷺ کی تین بیٹیاں ۷ھ تک وفات پا چکی تھیں۔ اب مباہلہ میں شامل ہونے کے لئے قبر سے کیونکر باہر آتیں۔

حضور اکرم ﷺ کی حقیقی بیٹیوں کو ربیبہ کہنے کا تکلف اس لئے کیا گیا کہ کہیں حضرت عثمانؓ کامل الایمان قرار نہ دیئے جائیں۔

دوسرا پہلو یہ اختیار کیا گیا کہ ان تین بیٹیوں کو حضرت خدیجہؓ کی ہمشیر زاد بتایا گیا مگر باب اول

Scanned with Car

میں یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن صرف ہالہ تھی۔ اس کا ایک بیٹا ابوالعاص تھا کوئی بیٹی تھی ہی نہیں۔

ملا باقر مجلسی نے دونوں قول نقل کر کے خود ان کی تردید کر دی ہے۔

حیات القلوب ۲:۷۱۹

قول اول: کہ رقیہؓ و ام کلثومؓ دختران خدیجہؓ بودند از شوہر دیگر کہ پیش از حضرت رسول ﷺ داشتہ بود و حضرت ایشاں تربیت کردہ بود۔	رقیہؓ اور ام کلثومؓ خدیجہؓ کی بیٹیاں تھیں سابقہ خاوندوں سے اور رسول ﷺ خدا نے صرف انکی تربیت کی تھی۔
قول دوم: بعض گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہؓ بودند جواب دیا۔ و بر نفی ایں دو قول روایات معتبرہ دلالت میکند۔	بعض کہتے ہیں کہ خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ ان دونوں قولوں کی تردید اور نفی معتبر روایات اور احادیث سے ہوتی ہے۔

اور حیات القلوب ۲:۷۲۳ پر امام باقر سے بہ سند صحیح مرقوم ہے۔

و ابن ادریس بہ سند صحیح از امام باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسول خدا ﷺ دختر بدو منافق داد یکے ابوالعاص پسر ربیعہ و آں دیگرے کہ عثمان بود۔	ابن ادریس نے صحیح کے ساتھ امام باقر سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے دو منافقوں کو بیٹیاں دیں ایک ابوالعاص بن ربیع دوسرا عثمانؓ تھا۔

ابن ادریس نے امام باقر سے جو روایت کی ہے اس کا پہلا حصہ ایک حقیقت کا اقرار ہے دوسرا حصہ امام باقر کے ذمے تہمت ہے امام باقر سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ کوئی ایسی بات فرمائیں جس سے شانِ رسالت کی توہین ہوتی ہو۔

باقر مجلسی کے قول دوم کے متعلق سید ابوالقاسم کوفی کا مضحکہ خیز بیان دیکھیے۔

الاستغاثہ ۱:۸۱

والابنتان طفلتان و کان فی حدثان بتزویج	حضور اکرم ﷺ سے نکاح کے وقت

Scanned with Cam

رسول الله ﷺ بخديجة بنت خويلد و	خدیجہؓ کی دو خورد سالہ لڑکیاں تھیں۔ اور ہالہ
كانت هالة اخت خديجة فقيرة و كانت	ہمشیرہ خدیجہؓ غریب تھی۔ اور خدیجہؓ مال دار
خديجة من الاغنياء المومنين بكثرة المال	تھیں۔ پس ہند بن ابی ہالہ اپنے قبیلہ کے
فاما هند بن ابى هالة فانه لحق بقومه	ساتھ جنگل میں چلا گیا اور یہ خورد سالہ دو
وعشيرته بالبادية وبقيت طفلتان عند امهما	لڑکیاں اپنی ماں کے پاس رہ گئیں جو ہالہ
هالة اخت خديجه فضمت خديجه اختها	بنت خویلد ہمشیرہ خدیجہؓ تھی۔ خدیجہؓ نے
هالة مع الطفلتين اليها و كفلت جميعهم	اپنی بہن ہالہ اور اس کی دونوں بچیوں کو اپنے
و كانت هالة اخت خديجه هى الرسول بين	گھر رکھ لیا اور ان کی کفالت کرنے لگی،
خديجة وبين رسول الله ﷺ فى حال	خدیجہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کے نکاح میں یہی
التزويج فلما تزوج رسول الله بخديجة	ہالہ وکیل تھی جب حضور ﷺ کا خدیجہؓ سے
ماتت هالة بعد ذلك بمدة يسيرة وخلفت	نکاح ہو گیا تو کچھ عرصہ بعد ہالہ مر گئی اور یہ
طفلتين زينبؓ و رقيةؓ فى حجر رسول الله	دونوں لڑکیاں زینبؓ اور رقیہؓ حضور ﷺ
ﷺ وحجر خديجه فربهما.	کے گھر خدیجہؓ کے پاس پرورش پاتی رہیں۔

استغاثہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ناول نگار کسی مخصوص مقصد کی بنا پر اپنے ذہن میں ناول کا ایک ڈھانچہ تیار کر چکا ہے، اب اس کے لئے اپنی پسند کے مطابق کردار تیار کر رہا ہے، جس کا رشتہ جس سے جی چاہا جوڑ دیا۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

بہر حال اس میں ایک مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ صاحب استغاثہ نے زینبؓ کو ہالہ کی بیٹی قرار دیا ہے اور حیات القلوب ۲: ۴۹۳ پر مرقوم ہے۔

وھمین جماعت اموال ابوالعاص ابن الربیع را کہ پسر خواہر خدیجہؓ و شوہر زینبؓ بود۔

ان دونوں علماء کے بیان کو جمع کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلا کہ ابوالعاص کا نکاح اپنی حقیقی بہن سے ہوا۔ صاحب استغاثہ کی تحقیق کی داد دینی چاہیے۔ انہیں اپنی اس تحقیق پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتے ہیں

Scanned with Car

کہ علماء تو علم انساب سے جاہل ہیں کہتے ہیں:

وجادلونی اشد مجادلة فی انهم من خدیجه ای من ولد خدیجه فاعلمتهم ان ذٰلک جهل منهم بنسبهم.

سید ابوالقاسم نے اپنے علم کے زور سے حقیقی بہن بھائی کو شوہر بیوی بنا دیا۔ اور علماء کو اپنی جہالت کی بنا پر یہ ہمت نہ ہو سکی واقعی ہر مردے دو ہر کارے۔

پہلے باب میں معتبر حوالوں سے تفصیل دی جا چکی ہے کہ:

(۱) حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن صرف ہالہ تھی اور ہالہ کا صرف ایک لڑکا ابوالعاص تھا۔

(۲) دوسری بہن جس کی ماں دوسری تھی اس کا نام رقیقہ تھا۔

(۳) رقیقہ کی صرف ایک لڑکی تھی جس کا نام امیمہ تھا۔

اب زینبؓ، ام کلثومؓ اور رقیہؓ کو ربیبہ ثابت کرنے کے لئے ان کی کوئی تیسری بہن تلاش کرنی پڑے گی اور تین خواتین کو اس کی بیٹیاں بنا کر حضرت خدیجہؓ کے ہمراہ حضور اکرم ﷺ کے گھر آنا ثابت کرنا پڑے گا۔ تاریخ اس معاملے میں ساتھ نہیں دیتی، اس کا تو اعلان ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی ایک حقیقی بہن اور ایک ماں کی طرف سے سوتیلی اور ان دونوں کے ہاں اس نام کی لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی۔

پس افسانہ نگاری اور ناول نویسی کا سہارا لینا پڑے گا۔ اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:۔

حیات القلوب ۲: ۷۲۸ سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے۔

چوں آں حضرت خدیجہؓ را تزویج نمود او باکرہ بود و بعقد شوہر دیگر پیش آں حضرت نیامدہ بود۔

ملا باقر کہتا ہے کہ: قول اول اشہر است۔

قول اول وہی ہے جو متعدد روایات میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے خاوند عتیق بن عائذ اور ابو ہالہ تھے۔

Scanned with Car

ان علماء کرام کے مختلف بیانات کو جمع کرنے سے انسان اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ واقعی ان حضرات نے تاریخ کو ناول اور افسانہ بنا دیا۔ مثلاً

(۱) حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت خدیجہؓ کا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے پھر ابو ہالہ سے ہوا۔ (حیات القلوب ۲:۹۱)

(۲) حضرت خدیجہؓ سے حضور اکرم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ۔ (اصول کافی ۱:۱۴۷) (وفصال شیخ صدوق ۲:۱۶۷) (وحیات القلوب ۲:۷۱۸)

(۳) حضرت خدیجہؓ کی بہن صرف ہالہ تھی۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام ابو العاص تھا۔ (نسب قریش ۲۳۰)

(۴) حضور اکرم ﷺ کی بیٹی زینبؓ کا نکاح ہالہ کے بیٹے ابو العاص سے ہوا تھا۔ (شیخ صدوق ۲:۱۶۷)

(۵) حضرت خدیجہؓ کی سوتیلی بہن صرف رقیقہ تھی جس کی ایک بیٹی امیمہ تھی۔ (نسب قریش ۲۲۹)

(۶) حضرت خدیجہؓ کے ہاں عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ (ھندہ) (انوار النعمانیہ ۱:۱۲۴)

(۷) حضرت خدیجہؓ کے ہاں ابو ہالہ سے صرف ایک لڑکا ہند پیدا ہوا۔ (انوار النعمانیہ ۱:۱۲۴)

(۸) اس میں ہمارے (شیعہ) علماء کا اختلاف ہے کہ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثوم حضور ﷺ کی بیٹیاں تھیں یا ربیبہ تھیں۔ (انوار النعمانیہ ۱:۱۲۴)

(۹) رقیہؓ اور ام کلثومؓ ہالہ کی بیٹیاں تھی۔ (حیات القلوب ۲:۷۱۹)

(۱۰) زینبؓ اور رقیہؓ ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور حضور ﷺ کی ربیبہ۔ (الاستغاثہ ۱:۸۱)

Scanned with Car

(۱۱) ابو ہالہ کا بیٹا ابو العاص ہالہ کا شوہر تھا۔ (حیات القلوب ۲:۴۹۳)

(۱۲) جب آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو وہ کنواری تھیں۔(حیات القلوب ۲:۷۲۸)

ان متضاد بیانات کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تاریخی واقعات ہیں، ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ناول نویسی ہے جب چاہا جس کردار کو چاہا جیسے چاہا بدل دیا۔

بناتِ رسول ﷺ کو ربیبہ کہنا تاریخی اعتبار سے اور علم انساب کے لحاظ سے بالکل غلط ثابت ہو گیا۔اب ربائب کو بنات کہنا قرآنی اعتبار سے غلط ملاحظہ کیجئے۔

(انوار النعمانیہ ۱:۱۲۵)

فزيد بن حارثه وكان لخديجه اشتراه لها حكيم بن حزام باربعمائة درهم فوهبته لرسول الله ﷺ فاعتقه، وزوجه ام ايمن فولدت له اسامة فتبناه رسول الله ﷺ فكان يدعىٰ زيد بن رسول ﷺ حتى انزل الله تعالىٰ. ادعوهم لأبائهم .... الخ	زید بن حارثہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے، حکیم حزام نے انہیں خدیجہؓ کے لئے ۴۴۰ درھم میں خریدا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ حضور اکرم ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا ام ایمن سے نکاح کر دیا ان سے اسامہ پیدا ہوئے ان کو حضور اکرم ﷺ نے متبنیٰ بنالیا۔ان کو زید بن رسول اللہ بلایا جاتا ہے۔یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ادعوهم لأبائهم........الخ

یہی بیان تفسیر حسن عسکری صفحہ ۲۷۱ پر بھی موجود ہے۔

فتركوا ذٰلك وجعلوا يقولون زيد اخو رسول الله ﷺ

معلوم ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ربائب یا متبنیٰ کو اپنے والد کے بغیر کسی دوسرے کی طرف نسبت کر کے بلانا حرام ہو گیا اور ترک کر دیا گیا۔

ربیبہ کا معاملہ تاریخی اور قرآنی ہر دو اعتبار سے غلط ثابت ہو گیا اور علماء شیعہ کے بیانات سے

Scanned with Car

عتیبہ کہ پسران ابولہب بودند و کافر بودند تزویج نمودہ بود۔	بیٹوں سے کیا جب کہ کافروں سے لڑکی لینا، دینا حرام نہیں کیا گیا تھا۔
دوسری جگہ و مشہور آنست کہ دختران آں حضرت ﷺ چہار نفر بودند و ہمہ از حضرت خدیجہؓ بوجود آمدند اوّل زینبؓ و حضرت ﷺ پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں دادن اور ابی العاص بن الربیعہ تزویج نمود۔	مشہور مذہب یہی ہے کہ آنحضرت کی ۴ بیٹیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں، اول زینبؓ جس کا نکاح حضور ﷺ نے ابوالعاص سے اسوقت کیا جب کافر کو لڑکی دینا حرام قرار نہیں دیا گیا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے عتبہ اور عتیبہ سے اپنی بیٹیوں کا نکاح اس وقت کیا جب کافروں کو بیٹی کا رشتہ دینے کی ممانعت کا حکم نازل ہی نہیں ہوا تھا اور حکم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حضور ﷺ کی بعثت اور نزول وحی کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے یہ نکاح ہوئے اور حلال وحرام کی تعیین تو نزول وحی کی وجہ سے ہوئی پھر عتبہ اور عتیبہ سے جدائی بھی ہوگئی۔ رہا ابوالعاص اور حضرت عثمانؓ کا سوال تو حضرت زینبؓ ۷ھ میں فوت ہوئیں۔ اسی طرح ام کلثومؓ بھی ۷ھ میں فوت ہوئیں۔ ابتدائے وحی سے طویل عرصہ تک اپنے خاوندوں کے نکاح میں رہیں۔ اگر یہ دونوں کافر یا منافق تھے تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن مجید نے حکم دیا:

(۱) وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا

(۲) فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ.

(۳) وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

یہ احکام بڑے واضح ہیں کہ مسلمان عورت مشرک کے نکاح میں مت دو۔ یہ حلال نہیں کہ مسلمان عورت کافر مرد کے نکاح میں رہے۔ کیا نبی کریم ﷺ نے ان احکام کا مفہوم نہیں سمجھا؟ اگر سمجھا تو ان پر عمل کیوں نہ کیا؟ کیا نبی، اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی کر سکتا ہے؟ کیا یہ شانِ

Scanned with Cam

نبوت کے منافی نہیں؟

اگر ابوالعاص اور حضرت عثمانؓ کافر تھے تو نبی ﷺ نے اپنی بیٹیاں ان کے ہاں کیوں رہنے دیں۔ اللہ کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی۔ اس الجھن کا حل صرف یہ ہے کہ:

(۱) یہ تسلیم کرو کہ ابوالعاص اور عثمانؓ مسلمان تھے اور سچے مسلمان تھے۔

(۲) یا یہ تسلیم کر لو کہ نبی اللہ کا باغی ہوتا ہے۔

اگر پہلی بات تسلیم نہ کی جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آدمی دوسری کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔ پھر اس کا اسلام سے تعلق کیا رہ جاتا ہے؟

اب ایک الجھن اور باقی رہ جاتی ہے کہ یہ کافر نہیں تھے، بلکہ منافق تھے یعنی ان کے دلوں میں کفر تھا اور زبان پر اسلام اور ایمان کا اقرار۔

اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے چند مقدمات قابل غور ہیں:

(۱) کیا نکاح وطلاق کا تعلق دین سے ہے یا نہیں؟

اس کا جواب ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، جو اسے دین کا حصہ نہ سمجھتا ہو۔

(۲) نکاح وطلاق جب دین ہی کا حصہ ہے اور دین میں حلال وحرام کی تمیز نہ کی جائے تو دین میں فساد ہی فساد ہے۔ دین کہاں رہ جاتا ہے۔

(۳) کیا دین کے متعلق کوئی بات نبی اپنی خواہش سے کرتا ہے یا خدا کے حکم سے؟

جواب ظاہر ہے کہ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰیؕ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی

(۴) نکاح وطلاق دین کا ایک حصہ ہے، نبی دین میں ہر بات خدا کے حکم سے کرتا ہے تو نبی نے اپنی بیٹیوں کے نکاح خدا کے حکم سے کئے۔

Scanned with Car

تفسیر مظہری ۲/۷۴

قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ابیٰ ان اتزوج او ازوج الا اھل الجنۃ	اور اللہ تعالیٰ کو قطعی طور پر ناپسند ہے کہ میں جنتیوں کے بغیر کسی سے نکاح کروں یا نکاح کر کے دوں

اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۲

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لہ (عثمان) والذی نفسی بیدہ لو ان عندی مائۃ بنت یمتن واحدۃ بعد واحدۃ زوجتک اخریٰ ھذا جبرئیل اخبرنی ان اللہ یأمرنی ان ازوجکھا	حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میری ایک سو بیٹی ہوتی تو میں ایک کی موت کے بعد دوسری تیرے نکاح میں دیتا جاتا۔ یہ جبرائیل ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ نے مجھے اسی طرح حکم دیا ہے۔

یہ بات اس وقت ہوئی جب حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضور اکرمؐ سے ام کلثومؓ کا رشتہ پوچھا تھا۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی جہاں سے رشتہ لیتا ہے اور جہاں رشتہ دیتا ہے وہ بذریعہ وحی بحکم خدا دیتا ہے۔

اصولی طور پر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین کی ہر بات نبی خدا کے حکم سے بتاتا ہے حضرت عثمانؓ کے نکاح کے معاملے میں نبی اکرم ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد بھی فرمادیا اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں حضرت عثمانؓ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ معاذ اللہ! اگر حضرت عثمانؓ منافق تھے تو:

(۱) کیا علیم بذات الصدور اور عالم الغیب خدا کو علم نہیں تھا کہ عثمانؓ کے دل میں کھوٹ اور نفاق ہے۔

(۲) اگر علم تھا تو اپنے نبی کو حکم کیوں دیا۔ اگر نبی کریم ﷺ از خود کرنے لگا تھا تو منع کیوں نہ کیا، جبرائیل کو بھیج کر نکاح کرنے کا حکم دینے کی بجائے نکاح سے منع

Scanned with Car

کرنے کا حکم دینا چاہئے تھا۔

(۳) اگر خدا کو عثمانؓ کے نفاق کا علم نہیں تھا، تو ایسے بے خبر خدا پر ایمان لانے کی ضرورت کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ علیم بذات الصدور اور عالم الغیب خدا کو علم تھا کہ عثمانؓ کامل الایمان اور سچا مسلمان ہے۔ اس لئے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنی بیٹی کا نکاح عثمانؓ سے کر دو۔ اور نبی ﷺ کی عبودیت کا اندازہ کیجئے کہ فرماتے ہیں، میری سو بیٹی ہوتی تو عثمانؓ کے نکاح میں دیتا جاتا اگر پہلی زندہ نہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بات بھی بعید از عقل ہے کہ ایک طرف اپنے نبی کو حکم دے کہ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور دوسری طرف حکم دے منافق کو ایک بیٹی تو دی تھی اب دوسری بھی دو اور رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ امر بھی بعید از عقل ہے کہ اللہ کے حکم کی مطلق پرواہ نہ کریں، وہ جس سے جنگ کرنے کا حکم دے وہ اسے بیٹیاں دیئے لگیں۔

تقابل کے لئے ایک نظیر ملاحظہ ہو۔ انوار النعمانیہ ا:۲۴۲

فان تزوج فلا تزوجوه وان مرض فلا تعودوه	اگر کوئی (بے نماز) مسلمانوں سے رشتہ مانگے تو اسے رشتہ نہ دو، اگر وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی بیمار پرسی نہ کرو

مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ بے نماز کو رشتہ مت دو یہ حرام ہے اور بے نماز بہت بڑا گنہگار سہی پھر بھی مسلمان تو ہے۔ مگر نبی کو حکم دیا جاتا ہے کہ منافق کو بیٹی دے۔ پس معلوم ہوا کہ نہ خدا بے خبر ہے نہ رسول اس کا نافرمان ہے نہ عثمانؓ منافق ہے، بلکہ: ع

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

رہا فرعون اور آسیہ کا معاملہ تو اس میں چند امور قابل غور ہیں:۔

(۱) جب ساحرین فرعون کو حضرت موسیٰ کے مقابلے میں شکست ہوئی تو وہ فوراً ایمان لے آئے۔ آسیہ نے شکست ساحرین کے بعد ایمان کا اظہار کیا وہ بھی فوری طور پر

Scanned with Car

ایمان لائی۔

(۲) آسیہ کا ایمان اجمالی تھا۔ کیونکہ توریت تو غرق فرعون کے بعد نازل ہوئی۔

(۳) آسیہ نے جب ایمان کا اعلان کیا تو فرعون نے اسے قتل کر دیا۔

(۴) موسوی شریعت اور تھی محمدی شریعت اور ہے۔

لہٰذا اس سلسلے میں فرعون اور آسیہ کو نظیر بنانا محض تکلف بے جا ہے زوجہء نوحؑ اور زوجہء لوطؑ کے متعلق دو امور قابل توجہ ہیں۔

(۱) ان کی شریعت جدا تھی۔ (۲) ان کی بیویاں قوم کے ساتھ ہلاک ہو گئیں۔

لہٰذا ان کو نظیر بنانا بے محل اور بے معنی ہے۔

حضرت لوطؑ کے متعلق مفسرین نے وضاحت کی ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ وكان فی امته یجوز تزویج الکافر بالمسلمة فان تزویج المسلمات من الکفار کان جائزا.	یہ میری لڑکیاں ہیں تمہارے لئے پاکیزہ ہیں اور حضرت لوطؑ کی شریعت میں کفار کا نکاح مسلمانوں سے جائز تھا۔
وقال مجاهد وسعید بن جبیر اراد نساء قومه واضافهن الٰی نفسه لان کل نبی ابو امته من حیث الشفقة والتربیة و هذا القول اولی لان اقدام الانسان علی عرض بناته علی الاوباش والفجار مستبعد لا یلیق لاهل المرء ة فکیف بالانبیاء وایضا بناته لا تکفی الجمع العظیم اما	اور مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس لفظ سے حضرت لوطؑ کی مراد اپنی قوم کی لڑکیاں تھیں اپنی طرف اس لئے نسبت کی کہ نبی اپنی قوم کے لئے باعتبار شفقت اور تربیت کے بمنزلہ باپ ہوتا ہے اور یہ قول افضل ہے کیونکہ کوئی انسان گوارا نہیں کرتا کہ اپنی بیٹی کسی اوباش اور فاسق فاجر کو دے تو جو بات اہل مروت کے ہاں معیوب ہو وہ بھلا نبی کو کیسے زیب دیتی ہے اور لوطؑ بھلا اپنی دو بیٹیاں

Scanned with Car

بنات امته ففیهن کفایة لکل (تفسیر جمل)	ساری قوم کو کیسے پیش کر سکتے تھے، لہٰذا بنات امت ہی مراد ہے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ:

(۱) حضرت لوطؑ کی شریعت میں کافر اور مومن کا نکاح جائز تھا۔

(۲) اس کے باوجود حضرت لوطؑ نے اپنی بیٹیوں کے متعلق نہیں فرمایا تھا۔

(۳) امت کی عورتیں نبی کی بیٹیاں ہی سمجھی جاتی ہیں۔

اس لئے حضرت عثمانؓ کے نکاح کے سلسلے میں حضرت لوطؑ کی نظیر بے محل اور تکلف محض ہے

اب ایک جاہلانہ اعتراض بھی بیان کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ سید زادی کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہے۔ رسول کی بیٹیاں تو سید زادیاں ہوئی۔ اس کے جواب میں کہہ دینا کافی ہے کہ سید کا اطلاق حسنین کی اولاد پر کیا جاتا ہے گو یہ تحقیقی مسئلہ نہیں پھر بھی اگر اسے درست تسلیم کیا جائے تو حضرت علی کو سید کیسے کہیں گے۔

حیات القلوب ۳:۴۵

واکثر گویند کہ بنا بر احتمالات کہ مذکور شد می باید کہ حضرت امیر المومنین داخل عترت نباشد۔ جواب میگوئم کسے کہ عترت را مخصوص باولاد اومی داند شیعہ می گویند کہ حضرت امیر المومنین ہر چند کہ ظاہر لفظ عترت آنحضرت را شامل نیست اما پدر عترت است و مہتر۔	اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ مذکورشدہ احتمالات کی وجہ سے امیر المومنین عترت یعنی اہلِ بیت یعنی سادات میں داخل نہیں۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص سادات کو امیر المومنین کی اولاد کے ساتھ مخصوص کرتا ہے تو شیعہ کہتے ہیں کہ اگر چہ امیر المومنین کو ظاہر لفظ کے اعتبار سے سادات میں شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن وہ سادات کے والد ہیں اور ان سے بہتر ہیں۔

بات صاف ہوگئی کہ حضرت علیؓ درحقیقت سید نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر سید سیدوں سے افضل ہے لہٰذا اس کو بیٹی دینا بھی افضل ٹھہرا۔ اگر خود حضرت علیؓ سید ہیں تو ان کے تمام بھائی اور ان

Scanned with Car

کی تمام اولاد پر سید کے لفظ کا اطلاق درست ہے ان کو سید کیوں نہ کہا جائے اور:

انوار النعمانیہ ۱:۱۲۵

اما اولاده فهم سبعة وعشرون ولد اذكر اوانثى	حضرت علیؓ کی اولاد ۲۷ لڑکے لڑکیاں ہیں (۱۸ لڑکے اور ۹ لڑکیاں)

اگر حضرت علیؓ کو سید کہا جائے تو ان کے بچوں کو سید زادے اور سید زادیاں کیوں نہ کہا جائے۔ صرف حسنینؓ اور ان کی اولاد کو ہی سید کیوں کہا جائے۔

آخر میں حضرت عثمانؓ کے متعلق حضرت علیؓ کی رائے کا ذکر کر دیتا ہوں:

نہج البلاغہ ۱:۳۷۳

نلت من صهره مالم ينالا	(اے عثمانؓ) تو رسول اکرم ﷺ سے رشتہ دامادی کی وجہ سے اس بلندی مرتبہ کو پہنچا جہاں صدیقؓ فاروقؓ نہ پہنچے۔

Scanned with Car

امِ کلثومؓ

اہل بیت رسول ﷺ میں کانٹ چھانٹ کا سلسلہ ازواج مطہرات سے شروع ہو کر بناتِ رسول ﷺ پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ اور آگے چلتا ہے چنانچہ اسی عادت کے تحت یار لوگوں نے حضرت فاطمہؓ کے بطن سے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثوم کے وجود کا بھی انکار کر دیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ تاریخ اس حقیقت کا ساتھ نہیں دیتی، بلکہ حضرت عمرؓ کا حضرت علی کا داماد بن جانا محبانِ اہل بیت کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ ایسے واقعات پر غور کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کے متعلق کوئی روایت ملتی ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ وہ امر واقعہ ہے یا تاریخی حقیقت ہے یا نہیں۔ علمائے اصول پہلے کو روایت دوسرے کو درایت کہتے ہیں۔ اس غور و فکر کے بعد نتیجہ پر پہنچنے کی اصولی صورت یہ ہے اگر کوئی روایت مخالف واقعہ اور درایت آجائے تو قبول نہ ہوگی۔ اس اصول کے اطلاق کے سلسلہ میں رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق کے مقدمہ میں شیخ مفید کے مناقب کے سلسلے میں ایک مناظرہ کے حالات درج ہیں کہ بغداد میں شیخ مفید نے قاضی عبدالجبار معتزلی پر اعتراض کیا تھا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے خلافت علی ثابت ہوتی ہے۔ تو قاضی عبدالجبار نے جواب دیا کہ یہ ایک روایت ہے اور خلافت صدیقی امر واقعہ تاریخی حقیقت اور درایت ہے اور درایت کے مقابلہ میں روایت قابل قبول نہیں۔ اسی قسم کا ایک مناظرہ قاضی ابو بکر باقلانی کا بھی ملتا ہے اس میں یہی جواب دیا گیا۔ مگر قاضی عبدالجبار کے جواب پر شیخ مفید نے سوال کیا کہ جنگ جمل اور صفین میں امام حق حضرت علیؓ کے مقابلے میں جو لوگ تھے ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو قاضی عبدالجبار نے جواب دیا کہ ان کی آخر صلح ہو گئی اور ہر فریق اپنے کیے پر تائب ہو گیا۔ تو شیخ مفید نے کہا قاضی صاحب! جنگ جمل و صفین درایت ہے اور توبہ یا صلح روایت ہے لہذا درایت کے مقابلہ میں روایت کو کیسے قبول کیا جائے گا۔ اس پر قاضی عبدالجبار خاموش ہو گیا۔

Scanned with Car

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت جو مقابلہ درایت آتی ہے وہ دو طرح کی ہوتی ہے اول یہ کہ اس واقعہ یا درایت کی تکذیب کرتی ہو وہ روایت نا قابل قبول ہوگی دوم یہ کہ روایت کا تعلق صاحب واقعہ یا صاحب درایت سے ہو وہ قابل قبول ہے اس واقعہ میں صلح کا تعلق جنگ سے نہیں، بلکہ فریقین سے ہے کہ اس واقعہ کے بعد کے حالات کیسے گزرے تو روایت نے بتادیا کہ ان میں صلح ہوگئی تھی، لہٰذا اس روایت نے واقعہ کی تصدیق کردی اور ظاہر ہے کہ صلح ہمیشہ بعد جنگ ہوتی ہے۔

اسی طرح ام کلثوم دختر فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہونا واقعہ اور درایت ہے لہٰذا جو روایت اس کی تکذیب کرے وہ مردود ہے۔

علمائے شیعہ میں سے مورخ شہیر عباس قلی خان سپر نے طراز المذہب مظفری جسے فاسخ التواریخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ا:۶۰ طبع تہران ۱۳۴۶ھ میں اختلاف نکاح ام کلثوم پیش کر کے اسے مختلف فیہ قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ دلیل یہ دی ہے کہ:

(۱) بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت علی نے خود ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے کیا۔

(۲) بعض میں آتا ہے کہ حضرت عباس کو اس کا اختیار دیا۔

(۳) بعض میں آتا ہے کہ ذلک فرج غصبناہ (معاذاللہ)

(۴) بعض میں آتا ہے کہ ام کلثومؓ کے نکاح میں مہر ۴۰ ہزار درہم باندھا گیا۔

(۵) بعض میں آتا ہے کہ ۴ ہزار مقرر ہوا۔

(۶) بعض میں آتا ہے کہ ۵۰۰ مقرر ہوا۔

(۷) بعض میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ۴۰ ہزار دینا چاہا تو جواب ملا کہ مہر کی رقم والدہ کے مہر سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔

(۸) بعض کہتے ہیں کہ ام کلثوم سے حضرت عمر کا بیٹا زید پیدا ہوا اور دونوں ماں بیٹا اکٹھے مر گئے۔

(۹) بعض کہتے ہیں کہ بیٹا زید زندہ رہا۔

Scanned with Car

(۱۰) بعض کہتے ہیں زندہ اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

ان اختلافات پر غور کرنے سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یقیناً نکاح ہوا۔ نمبر ا سے نمبر ۳ تک نکاح کی صورت میں اختلاف ہے۔ نکاح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ نمبر ۴ سے نمبر ۷ تک مہر کی رقم میں اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ مہر اس وقت مقرر ہوتا ہے جب نکاح ہو لہٰذا یہ اختلاف بھی نکاح ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ نمبر ۸ سے نمبر ۱۰ تک بیٹے کے زندہ پیدا ہونے یا زندہ رہنے میں اختلاف ہے۔ پیدا ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا یہ اختلاف بھی نکاح ہونے کی مزید تصدیق کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ عباس قلی کے بیان کردہ اختلافات سے یہ نتیجہ نکلا کہ یقیناً نکاح ہوا۔ مہر بھی مقرر ہوا اور بیٹا بھی پیدا ہوا۔ یہاں تک تو صرف اصولی بحث تھی۔ اب تاریخی شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔

ثبوتِ نکاح اُمِ کلثوم

(۱) طراز المذہب ا:۵۷

وخود دریں جا گویند وتوضیح کنند کہ ام کلثومؓ دختر امیر المومنین ....وادازبطن مطہر حضرت صدیقہ کبریٰ فاطمہ الزہراء صلوات اللہ علیھا است کہ عمر بن الخطاب محض برائے شرف و بقائے پیوند بایں وصلت مبادرت نمود۔	اور خود اس جگہ وضاحت کرتے ہیں کہ ام کلثوم دختر حضرت علی .... فاطمہ الزہراء کے بطن سے پیدا ہوئی اور حضرت عمرؓ نے اہل بیت سے تعلق کرنے اور شرف حاصل کرنے کے لئے ان سے نکاح کیا۔

(۲) طراز المذہب صفحہ ۵۸

''در زیل اسامی بنات مکرمات امیر المومنین علی علیہ السلام گوید۔ جناب ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمۃ الزہراء علیھا السلام درسرائے عمر بن الخطاب بود واز دے فرزندے بیاوردہ چنانچہ مذکور شد و چوں عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن ابی طالب اورا در تحت نکاح آورد و بعد از وفات محمد عون بن جعفر بن ابی طالب آنحضرت را تزویج نمود۔''

Scanned with Car

''حضرت علیؓ کی بیٹیوں کے نام کے بیان میں: جناب ام کلثوم دختر حضرت فاطمہؓ، حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھی۔ اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ جب حضرت عمر شہید ہو گئے وہ محمد بن جعفر کے عقد میں آئی اور محمد بن جعفر کی وفات کے بعد عون بن جعفر بن ابی طالب سے ان کا نکاح ہوا''۔

(۳) طراز المذہب صفحہ ۱:۶۵

می گوید در خبر صحیح است کہ عمر بن الخطاب جناب ام کلثوم دختر فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا را از پدرش امیر المومنین از بہر خویشتن خواست گاری کرد۔

''صحیح روایت میں ہے عمر بن خطاب نے ام کلثوم دختر فاطمۃ الزہراء کے لئے ان کے باپ امیر المومنین حضرت علیؓ سے خواستگاری کی''۔

(۴) منتہی الآمال علامہ عباس قمی شیعہ طبع جدید ۱:۱۸۶

وزینب صغریٰ است کہ مکناۃ است بام کلثوم و مادر ایشاں حضرت فاطمہ الزہرا سیدۃ النساء است و اما ام کلثوم حکایت تزویج او با عمر در کتب مسطور است و بعد از او ضجیع عون بن جعفر واز پس زوجہ محمد بن جعفر گشت۔

ام کلثوم دختر فاطمۃ الزہراء کے حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح کے حالات کتابوں میں درج ہیں۔ اس کے بعد عون بن جعفر اور ان کے بعد محمد بن جعفر سے انکا نکاح ہوا۔

(۵) مناقب آل ابی طالب شیخ ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر بن آشوب م ۵۸۸ھ طبع جدید مطبع قم ۳:۳۰۴ پر اولاد علی کے اعداد وشمار دیئے گئے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے کتنے بچے پیدا ہوئے۔

(۶) طراز المذہب ۱:۵۸

ام کلثوم دختر علی ابن ابی طالب علیہ السلام را مادرش فاطمہ الزہرا دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم است تزویج نمود و چہل ہزار درہم در صداقش مقرر داشت واز دے رقیہ وزید بدید گشت

حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم کی والدہ حضرت فاطمہ دختر رسول خدا ﷺ تھیں۔ ان کے نکاح کا مہر ۴۰ ہزار درہم مقرر ہوا اور ان کے بطن سے رقیہ اور زید پیدا ہوئے۔

ان اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ:

ا۔ ام کلثوم حضرت علی کی بیٹی تھی۔ ب۔ ام کلثوم کی والدہ حضرت فاطمہ تھیں۔

ج۔ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا۔

د۔ ام کلثوم کے بطن سے حضرت عمرؓ کا بیٹا زید پیدا ہوا۔

مذہبی تعصب کی بنا پر حقائق پر جس قدر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے یہ حقیقت چھپ نہیں سکتی کہ علمائے انساب ان رشتوں کو مذہبی تعصب کی عینک سے نہیں دیکھتے بلکہ تاریخی حقائق کے طور پر اقوام و افراد کے باہمی تعلق کی بناء پر لکھتے ہیں۔ تمام علمائے انساب نے یہ لکھا ہے کہ ام کلثوم حضرت علیؓ کی بیٹی تھی۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھی اور حضرت عمرؓ سے اس کا نکاح ہوا۔

بھانت بھانت کی بولیاں

(ا) ام کلثوم دختر علیؓ تھی، دختر فاطمہؓ نہ تھی۔

گزشتہ اوراق میں شہادتیں پیش کی جا چکی ہیں کہ جس ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا وہ دختر فاطمہؓ تھی۔ دختر فاطمہؓ ہونے کا انکار اور دختر علیؓ ہونے کے اعتراف سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضیلت کا تعلق حضرت فاطمہؓ کی ذات سے ہے۔ حضرت علیؓ سے نہیں۔ کیا شیعہ کے نزدیک حضرت علیؓ کی بیٹی ہونا ایک عام آدمی کی بیٹی ہونے کے برابر ہے؟ کہ درخور اعتناء ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ ان کی وفات کے بعد امامہ بنت ابی العاص اور بنت زینبؓ سے کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔

منتہی الآمال شیخ عباس قمی ۱:۱۸۸

بعد وفات فاطمہؓ بنا بر وصیت آنحضرت امامہ دختر خواہراں مخدرہ را تزویج کرد و تزویج امامہ از پس ۳ شب واقع شد۔

Scanned with Car

پھر اسی صفحہ پر ہے کہ امامہ سے حضرت علی کا لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد اوسط تھا۔

محمد اوسط کہ مادر او امامہ دختر زینبؓ دختر رسول خدا ﷺ بود"۔

یعنی امامہ سے لڑکا پیدا ہوا لڑکی کوئی نہیں۔ ہاں اس جگہ شیخ عباس نے زینبؓ کا دختر رسول ﷺ ہونا تسلیم کر لیا۔

ہاں حضرت علیؓ کی دوسری لڑکی ام کلثوم صغریٰ بھی تھی جیسا کہ:

مناقب شہر بن آشوب ۳:۳۰۴

وولد من ام سعید بنت عروہ بن مسعود الثقفی نفسیہ وزوج ام کلثوم	حضرت علی کی بیٹی نفسیہ کی ماں ام سعید تھی اور اس نفسیہ کی کنیت ام کلثوم

صغریٰ من کثیر بن عباس بن صغریٰ تھی۔

عبدالمطلب۔

منتہی الآمال ۱:۱۸۷ شیخ عباس قمی شیعی۔

"ونقل شدکہ نفیسہ مکناۃ بام کلثوم صغریٰ بودہ وکثیر بن عباس بن عبدالمطلب او را تزویج نمود"۔

انوار النعمانیہ۔ سید نعمت اللہ محدث الجزائری طبع قدیم ۱:۱۲۵ و نفسیہ وھی ام کلثوم الصغریٰ واما نفسیہ فکانت عبداللہ اکبر بن عقیل.

ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کی دوسری بیوی ام سعید سے نفسیہ پیدا ہوئی اور اسی نفسیہ کی کنیت ام کلثوم صغریٰ ہے۔ اس کا نکاح کثیر بن عباس سے ہوا۔ یا بقول سید نعمت اللہ عبداللہ اکبر بن عقیل سے ہوا۔ بہر حال حضرت عمرؓ سے نہیں ہوا۔ جس ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا وہ حضرت فاطمہ کے بطن سے تھی۔ لہٰذا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوا کہ جس ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا وہ دختر فاطمہؓ نہیں تھی۔

(۲) ام کلثوم جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئی وہ صدیق اکبر کی بیٹی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوی اسماء بنت عمیس کا نکاح حضرت علیؓ

Scanned with Cam

سے ہوا۔ یہ ام کلثوم اپنی ماں اسماء بنت عمیس کے ہمراہ حضرت علیؓ کے ہاں آئی اور یہیں پرورش پائی۔

اس بے بنیاد دعویٰ کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اسماء بنت عمیس پہلے جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں آئی اور اس سے جعفر کے تین بیٹے پیدا ہوئے، عبداللہ، محمد اور عون۔ پھر جب حضرت صدیق اکبر کے نکاح میں آئی تو محمد بن ابی بکر پیدا ہوا۔ اسی محمد کو لیکر اسماء بنت عمیس حضرت علیؓ کے گھر آئی۔ پھر اس کے بطن سے حضرت علیؓ کا بیٹا یحییٰ پیدا ہوا۔ اسماء کی کوئی لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی۔

جیسا کہ: منتہی آلامال ا:۸۷۔ یحییٰ مادر او اسماء بنت عمیس است۔

انوار نعمانیہ ۲:۱۲۵

"یحییٰ امه اسماء بنت عمیس و توفی صغیرا قبل ابیه و اخوته لامه عبدالله و محمد وعون ابناء جعفر بن ابی طالب وقبل محمد بن ابی بکر."

محدث الجزائری نے تصریح کردی کہ اسماء بنت عمیس سے تین بیٹے حضرت جعفر کے ہوئے۔ ایک بیٹا ابوبکر صدیقؓ کا ہوا اور ایک بیٹا حضرت علیؓ کا ہوا۔ اور تینوں خاوندوں سے کوئی لڑکی سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس دعویٰ کی کوئی بنیاد نہیں کہ ام کلثوم حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی تھی۔

(۳) کہا جاتا ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمر فاروق اوائل زمانہ خلافت معاویہ میں قریباً ۵۰ھ میں فوت ہوگئی اور اکثر کتب میں موجود ہے کہ ام کلثوم کربلا، شام اور کوفہ میں ہمراہ قافلہ موجود تھی تو کیا دوبارہ زندہ ہوکر پھر کربلا گئی اور ۵۰ھ میں پھر مرگئی۔

''اکثر کتب میں موجود ہے'' کہہ کر اپنی بے وزن بات میں وزن پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاریخ کی ایک ہی کتاب کو دیکھ لیا ہوتا جسے آپ کے ہاں ناسخ التواریخ کہا جاتا ہے۔ اس میں (۵۲:۱) پر موجود ہے۔

''وازیں اخبار معلوم می شود کہ ام کلثوم بنت علی کہ در یوم الکلف وسفر شام با اهل بیت خیر الانام بود از بطن صدیقہ طاہرہ نیست بلکہ ہماں ام کلثوم صغری است کہ مادرش ام

Scanned with Car

سعید بنت عروہ بن مسعود الثقفی است وہم آں روایت کہ آوردہ اند کہ بعد از ہلاکت عمر ام کلثوم را امیر المومنین بسرائے خود آورد و دیگر اشارت نکردہ اند۔ مؤید ہمیں است کہ درزمان امام حسنؓ وفات یافت''

''ان اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ام کلثوم بنت علی کربلا اور سفر شام میں قافلہ کے ہمراہ تھی وہ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں تھی بلکہ یہ وہی ام کلثوم صغریٰ ہے جس کی ماں ام سعید بن عروہ ہے اور نیز ان روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ام کلثوم کو حضرت علیؓ اپنے گھر لے آئے بھی اس کی مؤید ہے کہ امام حسنؓ کے زمانے میں وفات پائی۔''

''پھر یہی صاحب ناسخ التواریخ ۱:۵۳ پر لکھتا ہے کہ ایک مورخ لکھتا ہے کہ ام کلثوم را در مجلس یزید بدید۔ مگر دوسری طرف حال یہ ہے کہ نویسندہ در جائے دیگر بطورے بایں داستان لب می کشاید کہ حضرت ام کلثوم زوجہ عمر دریں مجلس حضور نداشتہ است۔''

یہ ہے ''اکثر کتب'' کا حال کہ خود ہی دعویٰ کیا اور خود ہی تردید کردی۔ پھر اسی طراز المذہب یعنی ناسخ التوارخ ۱:۵۹ پر

''وازیں جملہ اخبار معلوم میگردد کہ جناب ام کلثوم کہ در کربلا و شام حضور یافتہ ام کلثوم صغریٰ زوجہ عبداللہ الاصغر بن عقیل است''۔

''ان روایات سے ظاہر ہے کہ جو ام کلثوم کربلا اور شام میں موجود تھی وہ ام کلثوم صغریٰ زوجہ عبداللہ الاصغر بن عقیل ہے''۔

غالباً اب تو بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ۵۰ھ میں مرنے والی ام کلثوم دوبارہ زندہ ہوکر قافلہ کربلا کے ساتھ نہیں گئی تھی، بلکہ دوسری ام کلثوم تھی جو اس وقت بقید حیات تھی۔

Scanned with Car

(۴) حضرت عمرؓ کا نکاح ایک جنی سے ہوا ام کلثوم دختر فاطمہؓ سے نہیں ہوا

انوار نعمانیہ ا:۲۵

جب حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے اجازت دے دیں کہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے کردوں تو:

فلما رای امیر المومنین مشقة کلام	جب حضرت علی نے عباس پر حضرت عمر کی سخت
الرجل علی العباس وانه سیفعل معه	کلامی دیکھی اور سمجھا کہ عمر وہ کر گزریں گے جو کہہ
ماقال ارسل الی جنیته من اهل النجران	رہے ہیں تو نجران کی ایک یہودی جنی کیطرف
یهودیة یقال لها سخیفه بنت حروزیه	نجران میں آدمی بھیجا جنی کا نام سخیفہ تھا۔ حضرت
فامرها فتمثلت فی مثال ام کلثوم	علیؓ نے جنی کو حکم دیا اور اس نے ام کلثوم کی شکل
وحجبت الابصار عن ام کلثوم وبعث	اختیار کر لی اور ام کلثوم کو چھپا دیا اور اس جنی کو
بها الی الرجل فلم تزل عنده حتی انه	حضرت عمر کی طرف بھیج دیا گیا۔ اور وہ ہمیشہ عمرؓ
استواب بها یوما وقال ما فی الارض	کے پاس رہی۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کو ایک روز شک
سحر اهل بیت اسحر من بنی هاشم ثم	پڑ گیا اور فرمایا زمین پر بنی ہاشم سے بڑا کوئی
اراد ان یظهر للناس فقتل واخذت	جادوگر نہیں پھر ارادہ کیا کہ حقیقت ظاہر کر دیں مگر
المیراث وانصرفت الی نجران و	قتل کر دیئے گئے اور وہ جنی میراث لے کر نجران
اظهر امیر المومنین ام کلثوم فاقول	چلی گئی۔ اور حضرت علی نے ام کلثوم کو ظاہر کر دیا۔
وعلی هذا فحدیث اول فرج غصبناه	میں کہتا ہوں اس بات پر کہ حدیث پہلی فرج جو
محمول علی التقیة اوالاتقاء من عوام	ہم سے غصب کی گئی تقیہ پر محمول ہوگی یا عوام
الشیعة کمالا یخفی.	شیعہ سے بچنے کے لئے ہوگی۔

پھر ناسخ التواریخ ا:۶۰

این اخبار با حکایت جنیه منافات ندارد چه این	یہ روایات جنی کی حکایت سے کوئی منافات نہیں

Scanned with Car

حکایت است مکتوم کہ جز بر خواص خویش معلوم نداشته اند و معنی آیت حدیث چنیں است کہ غصبناه ظاهرا.	رکھتیں کیونکہ یہ حکایت سوائے خواص کے کسی کو معلوم نہیں تھی اور اس حدیث کے معنی یوں ہوں گے بظاہر جو غصب کی گئی۔

مگر اس ضمن میں اصول کافی میں یہ ملتا ہے کہ:

العباس سالہ (علی) عن یجعل الامر الیه فجعله الیه	حضرت عباس نے کہا حضرت علیؑ سے کہ یہ معاملہ میرے سپرد کردیں اور حضرت علی نے حضرت عباس کو اختیار دے دیا

یہاں کئی سوال پیدا ہوتے ہیں:

(۱) کیا اصول کافی مستند اور معتبر ہے یا انوار نعمانیہ؟

(۲) اگر اصول کافی کے متعلق شیعہ کا عقیدہ وہی ہے کہ ھذا کاف لشیعتنا تو حضرت علیؑ نے حضرت عباس کو جو اختیار دیا تھا اس کا تعلق اپنی بیٹی ام کلثوم سے تھا یا یہودی جنیہ سے تھا؟

(۳) انوار نعمانیہ میں جو ارسل لکھا ہے حضرت علیؑ نے کس کو بھیجا تھا۔

(۴) کیا اسکو اصل شکل میں جنی نظر آئی؟ اصل شکل میں کیسے نظر آیا کیونکہ روایت کے مطابق اس نے حضرت علیؑ کے پاس آنے کے بعد ام کلثوم کی شکل اختیار کی؟

(۵) وہ جنی نکاح کے بغیر حضرت کے پاس بھیج دی گئی۔

(۶) سات سال حضرت عمرؓ کے پاس رہی دو بچے زید اور رقیہ پیدا ہوئے تو اتنی مدت تک ام کلثوم کہاں رہی؟

(۷) کیا حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی کو ایسی قید تنہائی میں رکھا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے کہ ایک ام کلثوم حضرت عمرؓ کے پاس ہے اور ایک حضرت علیؑ کے گھر میں۔

(۸) اور یہ جو لکھا ہے کہ ولما مات عمر اتی علی ام کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها تو کیا حضرت علی جنی کو گھر لے گئے۔

(۹) مگر انوار نعمانیہ میں ہے کہ جنی میراث لے کر نجران چلی گئی۔ یہ کیا معمہ ہے؟

(۱۰) جنی سے شریعت میں نکاح حرام ہے۔ اگر حضرت علیؓ نے نکاح کیا تو فعل حرام کے مرتکب ہوئے اور بغیر نکاح کے بھیجی تب بھی فعل حرام کا ارتکاب کیا۔

(۱۱) اصل ام کلثوم سات سال تک تو کہیں چھپائے رکھی اس کے بعد کی اس کی زندگی پر بھی کوئی روشنی ڈالی جائے۔

(۱۲) صاحب طراز المذہب (۵۹:۱) پر لکھتا ہے۔ وتمسک باذیال جنیۃ یہودیہ چنداں وجوبے ندارد۔ یعنی جنی کا واقعہ ہی سرے سے بناوٹی ہے۔

(۱۳) اگر یہ واقعہ درست ہے تو حضرت علیؓ جیسا بزدل اور کسے ظاہر کیا گیا ہے۔

(۱۴) صاحب طراز آگے صفحہ ۶۰ پر لکھتا ہے کہ جنی کا واقعہ اور اول فرج غصبناہ میں کوئی منافات نہیں کیونکہ ظاہر میں تو واقعی بجبر ام کلثوم سے نکاح پڑھایا گیا اور جنی کا واقعہ خواص کے بغیر کسی کو معلوم نہیں اور ہم تو ظاہر کے مکلف ہیں۔

(۱۵) انوار نعمانیہ کا موقف یہ ہے کہ اول فرج غصبناہ محمول علی التقیہ او الاتقاء عن عوام الشیعة. جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی رضامندی سے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کیا مگر شیعہ کے ڈر سے تقیہ کر کے کہہ دیا کہ غصبناہ۔ کیا شیر خدا کے ساتھ اس کردار کا کوئی جوڑ ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت علیؓ نے اپنی خوشی سے حضرت عمر سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا کیونکہ ہم مذہب جو تھے مگر شیعوں کے ڈر سے تقیہ کر کے کہہ دیا کہ جبراً مجھ سے نکاح کرایا گیا ہے۔

حقیقت کے اعتبار سے اس بیان شدہ واقع پر غور کیا جائے تو یہ ایک ایسا گورکھ دھندا ہے کہ جتنا سوچو معمہ در معمہ بنتا چلا جاتا ہے مگر اللہ جزائے خیر دے سید نعمت اللہ محدث الجزائری کو کہ اس عقدے کا حل بتا دیا۔

Scanned with Car

وانما الاشكال فی تزويج علی عليه السلام ام كلثوم لعمر بن الخطاب وقت تخلفه لانه قد ظهرت منه المناكير وارتد عن الدين ارتد ادا اعظم من كل ارتداد فاذا ارتد علی هذا النحو من الارتداد فكيف ساغ فی الشريعة مناكحة وقد حرم الله تعالیٰ نكاح اهل الكفر والارتداد واتفق عليه علماء الخاصة فنقول قد تفصح الاصحاب عن هذا بوجوهين الاول فقد استفاض فی اخبارهم عن الصادق عليه السلام لماسئل عن هذه المناكحة فقال انه اول فرج غصبناه و تفصيل هذا ان الخلافة قد كانت اعز علی امير المومنين عليه السلام من الاولاد والبنات والازواج والاموال وذلک ان بها نظام الدين واتمام السنة ورفع الجور و احياء الحق وموت الباطل وجميع فوائد الدنيا والأخرة فاذا لم يقدر علی الدفع عن مثل هذا الامر الجليل الذی ما تمكن

حضرت عمرؓ کے خلافت کے وقت حضرت علیؓ کا ام کلثوم کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دے دینے میں اشکال ہے کیونکہ خلافت کے وقت حضرت عمرؓ سے بڑی برائیاں ظاہر ہوئیں اور دین سے ایسے پھر گئے تھے کہ اس سے بڑا کوئی ارتداد نہیں۔ پس ایسے مرتد سے شریعت میں نکاح کیسے جائز ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مرتد سے نکاح حرام کیا ہے اور اس پر شیعہ علماء کا اتفاق ہے ہم کہتے ہیں کہ علمائے شیعہ نے اس اعتراض سے دو طرح جان چھڑائی ہے پہلی یہ کہ شیعہ روایات سے ظاہر ہے کہ جب امام جعفر سے پوچھا گیا اس نکاح کے متعلق تو جواب دیا کہ یہ پہلا فرج ہے جو ہم سے غصب کیا گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ خلافت، حضرت علیؓ کو اپنی اولاد بیٹیوں، بیویوں اور مال سے زیادہ محبوب تھی۔ کیونکہ خلافت سے دین کا نظام قائم ہوتا ہے۔ اتمام سنت ہے۔ دفع ظلم احیائے حق اور باطل کی موت ہوتی ہے۔ اور تمام دینی اور دنیوی فوائد اسی سے وابستہ ہیں۔ پس جب حضرت علیؓ کو قدرت نہ تھی کہ عمر کو خلافت سے باز رکھیں۔ اور تقیہ ایسا باب ہے

Scanned with Car

من الدفع عنهو التقية باب فتحه الله سبحانه للعباد وامرهم بارتكابه والزمهم به كما اوجب عليهم الصلوٰة والسلام حتىٰ انه ورد من الائمة الطاهرين عليهم السلام لا دين لمن لا تقية له فقبل عذره عليه السلام في مثل هذا الامر الجزئي.	جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے کھول دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تقیہ اختیار کریں۔ اور تقیہ کو ایسا ہی واجب کر دیا ہے جیسے نماز اور روزہ یہاں تک کہ ائمہ طاہرین سے روایت ہے کہ جس نے تقیہ نہ کیا اس کا کوئی دین ہی نہیں لہٰذا حضرت علیؓ کا عذر بھی اس جزئی امر میں قبول کیا گیا۔
واما الشبهة الواردة على هذا وهي انه يلزم ان يكون عمر زانيا في ذٰلك النكاح وهو مما لا يقبله العقل بالنظر الى ام كلثوم فالجواب عنها من وجهين احدهما ان ام كلثوم لا حرج عليها في مثله لا ظاهرا ولا واقعا وهو ظاهر واما هو (عمر) فليس بزان في ظاهر الشريعة لانه دخول مترتب على عقد باذن الولي الشرعي واما في الواقع وفي نفس الامر فعليه عذاب الزاني بل عذاب كل اهل المساوى والقبائح الثاني (في القطعي) ان الحال لما آل الى ماذكرنا من التقية فيجوز ان يكون قد رضي عليه السلام	دوسرا شبہ یہ ہے کہ لازم آئے گا کہ عمرؓ زانی ہو۔ اور ام کلثوم کے بارے میں عقل اسے قبول نہیں کرتی اس کا جواب دو طرح ہے ایک یہ کہ اس نکاح میں ام کلثوم پر اس کا کوئی گناہ نہیں تھا۔ ظاہراً نہ واقعہ کے لحاظ سے۔ جہاں تک عمرؓ کا تعلق ہے وہ ظاہری شریعت میں وہ زانی نہیں کیوں کہ نکاح ولی شرعی کی اجازت سے ہوا۔ لیکن واقعہ میں اس پر زانی کا عذاب ہوگا۔ بلکہ ہر بدکار کی برائی کا عذاب ہوگا۔ دوسرا یہ کہ جب حضرت علیؓ نے تقیہ کرلیا تو جائز ہے کہ حضرت علیؓ اس نکاح پر راضی ہو گئے ہیں کیونکہ ایسا نہ ہو تو

Scanned with Car

فبلک المناکحة رفعا لدخوله مسلک غیر الوطی المباح.	وطی غیر مباح میں داخل ہوتا ہے۔

یعنی مسئلہ کا حل یہ ہے کہ:

(ا) حضرت علیؓ نے ام کلثوم کا نکاح اپنی خوشی سے کیا۔ مگر شیعہ کی طرف سے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ عمر مرتد تھے (معاذ اللہ) اور شریعت میں کافر سے نکاح کرنا حرام ہے تو حضرت علیؓ نے ایسا کیوں کیا۔ تو جواب دیا ہے کہ حضرت علیؓ کو خلافت اس قدر عزیز تھی کہ اس کے لئے اپنی اولاد ازواج اور اموال قربان کر دینا پسند کرتے تھے۔ یعنی یہ عقدہ حل ہو گیا کہ کوئی جبر نہیں تھا۔ بلکہ اپنی خوشی سے خلافت کی خاطر یہ قربانی دے دی۔

قربانی تو بڑی ہے مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ قربانی دینے کا خلافت سے کیا تعلق ہے کیا انہیں کہا گیا تھا کہ یہ قربانی دو تو خلافت ملے گی۔ بات پھر الجھ گئی۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اقتدار کی خاطر یہ قربانی دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی لوگ اقتدار کے لئے بیٹیوں، بیویوں اور مال کی قربانی دیا کرتے ہیں اور اس کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بھلے مانسی سے اقتدار تک پہنچنے والے خال خال ہی ملتے ہیں۔ لہٰذا حضرت علیؓ کی یہ قربانی تو کوئی خاص وزن نہیں رکھتی۔

اس کی توجیہہ یہ کی گئی ہے کہ حضرت علیؓ کو صرف اقتدار محبوب نہیں تھا، بلکہ وہ اقتدار کو ایک بہت بڑی خوبی تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ یہ اقتدار حاصل کر کے دین کا نظام درست کریں گے۔ حق کا احیاء کریں گے۔ باطل کو مٹائیں گے۔ گویا تمام دنیوی اور اخروی فوائد خلافت سے وابستہ ہیں۔

واقعی نصب العین بڑا بلند ہے۔ دین کی خاطر تو اس سے بڑی قربانی دینا بھی معمولی بات ہے۔ مگر جب انہیں خلافت ملی تو انہوں نے شیخین کے طریقے سے ہٹ کر ایک کام بھی نہیں کیا ان

Scanned with Car

کے عہد کی پالیسی آئین احکام وغیرہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے پیشتر وہی کام کرتے چلے آئے تھے۔اتنا ضرور فرق پڑا کہ حضرت علیؓ کے عہد میں سلطنت اسلامی کا پھیلاؤ رک گیا۔انہوں نے ایک انچ زمین کا اضافہ بھی اسلامی مملکت میں نہیں کیا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے خلافت کی خاطر اپنی خوشی سے یہ قربانی دی تو غصب فرج کی تہمت کیوں لگاتے ہو تو جواب یہ دیا کہ شیعوں سے خطرہ تھا اس لئے ان کی خاطر اس پر تقیہ کا لیبل لگا دیا۔ایک تیر سے دو شکار۔ایک تو شیعہ مطمئن ہو گئے دوسرا تقیہ کا ثواب مل گیا۔ کیونکہ تقیہ اسی طرح واجب ہے جیسے نماز اور روزہ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ ان سے بھی افضل ہے کیونکہ نماز اور روزہ کے لئے وقت مقرر ہے بلکہ تقیہ ہر وقت ہر حال اور ہر لحظہ فرض ہے جبھی تو کہا گیا ہے کہ جہاں تقیہ نہیں، وہاں دین نہیں۔گویا نماز روزہ تو محض تبرک کے طور پر ہے اصل دین تو تقیہ ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ تقیہ کا ثواب تو مل گیا، مگر زنا کے گناہ سے کیسے بچیں گے۔تو اس کا حل یہ بتایا کہ جہاں تک ام کلثوم کا تعلق ہے ان کے متعلق تو زنا کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔رہے عمرؓ تو شریعت کے لحاظ سے وہ زانی نہیں کیونکہ ولی شرعی کی اجازت سے نکاح ہوا مگر حقیقت کے اعتبار سے وہ زانی ہیں۔بلکہ دنیا بھر کے زانیوں کا عذاب انہیں ہو گا۔مگر کیوں؟ اس لئے کہ عمر جو ہوئے۔ مگر اسی سانس میں دوسری بات بھی کہہ دی کہ جب علیؓ نکاح پر راضی ہوئے خواہ حقیقۃً خواہ تقیہ کر کے بہر حال راضی ہو گئے۔لہٰذا یہ وطی مباح میں داخل ہے۔یا اللہ یہ کیا پہیلی ہے کہ وطی مباح بھی ہے اور دنیا بھر کا عذاب بھی عمر کے لئے تیار ہے۔

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

صحاح اربعہ اور ام کلثوم بنت علیؓ

اہل السنہ کے ہاں کتاب اللہ کے بعد صحاح ستہ کا جو درجہ ہے شیعہ کے ہاں صحاح اربعہ کو وہی مقام حاصل ہے اس لئے اس مستند ذخیرے سے اس امر کا ثبوت پیش کیا جائے گا کہ ام کلثوم

Scanned with Car

حضرت علیؓ کی بیٹی تھی۔

(۱) فروع کافی ۶:۱۱۵،۱۱۶باب متوفی عنہاز وجہا طبع ایران

عن ابی عبدالله قال سالته (ای راوی) عن المرأة المتوفی عنها زوجها تعتد فی بیتها او حیث شاء ت قال بل حیث شاء ت ان علیاً علیه السلام لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بها الی بیته.	راوی کہتا ہے میں نے امام جعفر سے بیوہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ اپنے گھر میں عدت گزارے یا جہاں چاہے تو آپ نے فرمایا جہاں چاہے کیوں کہ حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو حضرت علیؓ ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔

یہاں یہ وضاحت نہیں کہ جسے گھر لے گئے وہ اصل بیٹی تھی یا جنّی تھی ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل بیٹی تھی جنّی کو اپنے گھر لے جانے میں انہیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ بلکہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ ان کے گھر میں دو ام کلثوم ہو جاتیں۔

(۲) الکافی کتاب النکاح باب فی تزویج ام کلثوم.

زرارہ کہتا ہے قال الامام ذٰلک فرج غصبناہ	امام جعفر نے فرمایا یہ وہ فرج ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

واقعی کمزوروں سے لوگ بیٹیاں چھین ہی لیا کرتے ہیں اور حمیت بالکل ہی جاتی رہے تو وہ شکوہ بھی نہیں کرتے۔

(۳) فروع کافی کتاب النکاح باب فی تزویج ام کلثوم

"عن ابی عبدالله قال لما خطب الیه قال له امیر المومنین انها صبیة قال فلقی العباس فقال له ابی بأس فقال ما ذاک قال خطبت الی ابن ابیک فردنی اما والله لاعودن زمزم ولا ادع لکم مکرمة الاهدمتها ولا قیمن علیه شاهدین بانه سرق ولا قطعن یمینه فاتاه العباس فاخبره وسأله ان یجعل الامر الیه فجعله الیه

Scanned with Car

واقعی شیر خدا کہہ کر اس سے ایسا کردار منسوب کرنا صرف ''محبان اہل بیت'' کو زیب دیتا ہے۔ کوئی اور بھلا کہاں ایسی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے تقیہ کر کے عمر فاروق کو امیر المومنین تسلیم کرلیا تو تقیہ کر کے ہی انہیں داماد تسلیم کر لینے میں کیا قباحت ہے البتہ ایک الجھن رہ جاتی ہے کہ بقول شیعہ امام برحق ہے اور بقول شیعہ کافر کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر رہا ہے۔ یہ امامت کیسی ہے اور یہ شریعت کونسی ہے؟ اس الجھن سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ عمر فاروق کو کامل الایمان تسلیم کرو تو حضرت علیؓ کا ایمان بچ سکتا ہے۔ مگر کوئی اس الجھن سے نکلنا نہ چاہے تو اس پر جبر تو نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) استبصار کتاب النکاح باب العدہ ۳: ۱۸۴، ۱۸۵ ۔

''ان علیاً لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بھا الی بیته.

(۵) استبصار (ایضاً

''ان علیاً لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بھا الی بیته.

(۶) تہذیب الاحکام طبع ایران ۸: ۱۶۱ ۔

''ان علیاً لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بھا الی بیته.

(۷) تہذیب الاحکام ۹: ۳۶۲ کتاب المیراث

''عن جعفر عن ابیه قال ماتت ام کلثوم بنت علیؑ وابنھا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحدة لا یدری ایھما قبل فلم یورث احدھما من الأخر وصلی علیھما ضجیعا

(۸) فروع کافی کی ایک روایت پہلے بیان ہو چکی ہے۔

صحاح اربعہ کی یہ روایات امام جعفر اور امام باقر سے مروی ہیں ان میں سے چھ حدیثیں ایسی ہیں کہ وہی راوی اور وہی الفاظ ہیں جو کافی میں ہیں پھر استبصار اور تہذیب سے اختصاراً ان علیا سے بقدر ضرورت نقل کی ہیں۔

Scanned with Car

اوائل خلافت امیر معاویہؓ میں ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید کی وفات ہوئی۔

انکار نکاح پر تبصرہ

(۱) ناسخ التواریخ ۱:۶۳ پر لکھتا ہے کہ:

شیخ (مفید) اصل ایں واقعہ را انکاری نماید برائے بیان آنست کہ از طرق اہل بیت بعید است وگرنہ بعد از ورود ایں جملہ اخبار وجود ایں مناکحت انکارش عجیب می نماید وہم از حضرت ابی عبداللہ مرویست ان علیا لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بھا الی بیتہ بر وجود ایں قضیہ تصریح می نماید۔	شیخ مفید اس واقعہ سے اس بنا پر انکار کرتا ہے کہ اہل بیت کے طریقہ کے خلاف ہے مگر ان تمام روایات کے بعد انکار کرنا تعجب کی بات ہے اور امام جعفر سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو حضرت علی ام کلثوم کے پاس آئے اور ان کو اپنے گھر لے آئے۔ روایت اس قصہ کے وجود پر صریح دلالت کرتی ہے۔

(۲) اسی کتاب کے ۱:۵۹ پر درج ہے۔

''علامہ مجلسی در بحار الانوار بعد از نگارش برخے اخبار میں نویسد کہ از حضرت ابی عبداللہ مرویست کہ درباب تزویج ام کلثوم فرمود ان ذٰلک فرج غصبناہ و بروایتے فرمود اول فرج غصب منا ام کلثوم۔

یعنی شیعہ مورخ عباس قلی خان اس انکار پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف لکھتا ہے کہ شیخ مفید کے پاس عدم نکاح ام کلثوم ہمراہ عمر فاروق کوئی دلیل نہیں، بلکہ یہ انکار در حقیقت ائمہ معصومین کے فرمان کا انکار ہے۔ یہ احادیث امام سے منقول ہو کر صحاح اربعہ میں درج ہیں۔ تو حدیث امام کسی عالم کے قول سے کیسے مردود قرار دی جاسکتی ہے۔

(۳) مجالس المومنین ۱:۱۹۵

محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین	حضرت عمر کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح غیر کفو ہونے کی وجہ سے بجبر کیا گیا تھا تو عمر کی وفات کے بعد محمد بن

Scanned with Car

مشرف گشتہ ام کلثوم را باعدم کفاعت ازروئے اکراہ در جہالہ عمر بود تزویج نمود۔	جعفر نے امیر المومنین کے ساتھ رشتہ مصاہرت کا شرف حاصل کرنے کے لئے ام کلثوم سے نکاح کرلیا۔

یہاں بڑی ذکاری سے انکار کیا گیا ہے۔ جس میں اقرار بھی پایا جاتا ہے کہ نکاح تو ہوا مگر جبراً ہوا۔ اور برضا و رغبت نکاح نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معاملہ کفو کا تھا اور حضرت عمر کفو سے نہ تھے۔

یہ سہارا بھی بڑا بودا ہے کیونکہ شیعہ فقہ میں کفو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شیعہ کتب میں دفتر کے دفتر بھرے ہیں کہ شیعہ کفو کے قائل نہیں طوالت سے بچنے کے لئے ایک حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔

شرائع الاسلام۔ از علامہ حلی کفو کے سلسلے میں لکھتا ہے۔

یجوز نکاح الحرۃ العبد والعربیۃ العجمی والهاشمیۃ غیر الهاشمی۔	آزاد عورت کا نکاح غلام سے جائز ہے۔ عربی عورت کا نکاح عجمی مرد سے ہوسکتا ہے اور ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے جائز ہے۔

اس کی شرح مسالک الافہام میں شہید ثانی شیخ زین الدین نے لکھا ہے (جلد اول کتاب النکاح)

وزوج النبی ابنته عثمان وزوج ابنته زینب بابی العاص بن الربیع و لیسا من بنی هاشم و کذلک زوج علی ابنته ام کلثوم من عمر وتزوج عبدالله بن عمرو بن عثمان فاطمة بنت الحسین وتزوج مصعب بن الزبیر اختها سکینه و کلهم من غیر هاشم۔	نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمانؓ سے کیا اور اپنی بیٹی زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے کیا، یہ دونوں ہاشمی نہیں تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا حضرت عمرؓ سے کیا اور فاطمہؓ بنت حسین کا نکاح عبداللہ بن عمر سے ہوا۔ اور اس کی بہن سکینہ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔ اور یہ سب غیر ہاشمی تھے۔

شارح نے پانچ رشتے بطور ثبوت پیش کردیئے کہ ہاشمی اور غیر ہاشمی کے درمیان ہوئے۔

Scanned with Car

ان میں کفو کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ کفو کا مسئلہ فقہ جعفری میں مطلق قابلِ لحاظ نہیں۔ یہ فقہ جعفری کا متفق علیہ فیصلہ ہے۔

اس نکاح کے باوجود انکار کی بحث کو فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچانے کے لئے ہم ایک مشہور شیعہ مورخ کو پیش کرتے ہیں جس نے اپنی کتاب طراز المذہب میں ایک مستقل باب تزویج ام کلثوم ہمراہ فاروق اعظم باندھا ہے جو صفحہ ۴۸ سے صفحہ ۶۸ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں سے چند اقتباس درج ذیل ہیں۔

(۱) از جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین یاد کردہ اند و در جملہ...... مسطور داشتہ اند واز ،، فرزندش زید و رقیہ کہ عمر بن الخطاب پدید آورد و اسم بردہ اند۔ (صفحہ ۴۸)

(۲) عمر بخدمت امیر المومنین پیام کرد ام کلثوم را خطبہ کرد و علی علیہ السلام ام کلثوم را بایدی تزویج فرمود و عباس بن عبد المطلب باجازت امیر المومنین علی بن ابی طالب متولی امر تزویج شد و عمر را از ام کلثوم پسرے پدید آمد کہ زیدش نامیدند و او با مادر خود ام کلثوم بیک وقت جہاں را بدا کردند و بر ہر دو تن نماز گزاشتند و بعد از ہلاک عمر عون بن جعفر بن ابی طالب جناب ام کلثوم را در حبالہء نکاح در آورد۔ (صفحہ ۴۹)

(۳) ام کلثوم کبریٰ کہ قبل از وفات رسول خدا ﷺ بجہاں آمد و عمر بن الخطاب اورا تزویج نمود و زید الاکبر و رقیہ از عمر بزاد و ام کلثوم و پسرش زید در وقت واحد بمردند۔ (صفحہ ۵۲)

(۴) از جملہ فرزندان عمر بن الخطاب زید و فاطمہ کہ مادر ایشاں ام کلثوم دختر علی ابن ابی طالب از حضرت فاطمہؓ دختر رسول خدا است۔ (صفحہ ۵۷)

(۵) در سال ہفدہم روئے دادہ باشد جناب ام کلثوم از ہشت و نہ سال کمتر نتواند داشت چنانچہ در بیت الاحزان مذکور داشتہ۔ (صفحہ ۶۶)

وجہ نکاح ام کلثوم ہمراہ عمر فاروقؓ

Scanned with Car

کہ کسی مومنہ کا نکاح کافر مرد سے بھی ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا ہونا قرین قیاس نہیں۔ لہٰذا اس بارے میں بھی شیعہ کتب کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۱) مناقب شہر بن آشوب ۱:۵ ۲۷ طبع جدید مطبوعہ قم۔

قیل فلم تزوج عمر ابنته قال لاظهاره الشهادتین واقراره بفضل رسول الله وارائه واستصلاحه وکفه عنه وقد عرض نبی الله لوطؑ بناته علی قومه .. الخ ووجدنا آسیه بنت مزاحم تحت فرعون.	حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عمرؓ سے کیوں کیا؟ وجہ یہ کہ حضرت عمر شہادتین کا اظہار کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے۔ اور حضور کی بے حد عزت کیا کرتے تھے اور حضور اکرم ﷺ سے ہر قسم کی بے ادبی سے باز رہتے تھے اور حضرت لوطؑ نے اپنی بیٹیاں کفار کو پیش کردی تھیں اور حضرت آسیہ، فرعون کی منکوحہ تھیں۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ کو مسلمان تسلیم کرتے تھے اس لئے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کردیا۔ مگر یہ سوال باقی رہتا ہے کہ جب علیؓ نے انہیں مسلمان تسلیم کیا تو شیعان علی اور محبان اہل بیت انہیں مسلمان کیوں نہیں تسلیم کرتے اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے محبان اہل بیت کے نزدیک محبت کا کمال یہ ہے کہ امام کی ایک نہ سنے اور دھڑلے سے امام کی مخالفت کرے اور اگر امام سے اتنی کمال درجے کی محبت نہ ہو تو یہ راہ نکال لیں کہ عمر نے دل میں نفاق چھپا رکھا تھا۔ لیکن یہ بات بھی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ امام کی نگاہ جہاں نہیں پہنچی وہاں ان لوگوں کی نگاہ کیسے پہنچ گئی۔ امام کو عمر کے دل کا حال معلوم نہ ہوا۔ اور صدیوں بعد آنے والے محبان امام نے ایکس رے کر کے عمر کے دل کا حال معلوم کرلیا۔

اس اقتباس سے ضمناً ایک اور نکتہ بھی مل گیا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک اقرار شہادتین ہی مسلمان ہونے کی دلیل تھی تو یہ تیسری پخ جو لگائی ہے اشهد ان علیا ولی الله .... الخ کہاں سے آٹپکی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس شہادت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ محض زیب داستان کے

لئے یار لوگوں نے اسلام کا حلیہ بگاڑا ہے۔

اصل سوال کا جواب تو و کفه عنه پر ختم ہو جاتا ہے، مگر مصنف نے حضرت لوطؑ اور حضرت آسیہ کا حوالہ دے کر بات بڑھادی کہ اللہ کا ایک نبی جب اپنی بیٹیاں کافروں کو پیش کر سکتا ہے تو اس نکاح میں کیا قباحت ہے جو حضرت علیؓ نے کیا۔ یعنی حضرت عمرؓ اگر مسلمان نہ ہو پھر بھی کوئی حرج نہیں قرآن کریم نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَر

اس واقعہ پر شیعہ مفسر شیخ مقداد نے اپنی تفسیر کنز العرفان طبع ایران ۲:۲۲۹ پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔

قَالَ هٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فانه غیر شرعنا فلا یکون حجة فی شرعنا	حضرت لوطؑ کا معاملہ پہلی شریعتوں کا ہے یہ ہماری شریعت میں حجت نہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ بنات رسول)

(۲) طراز المذہب مظفری ۱:۶۱

''ایں کہ صحت نکاح بہماں وجود ظاہر اسلام کہ عبارت از شہادتین وادائے نماز بجانب کعبہ معظمہ واقرار بجملہ شریعت است صورت مے بندد واگر چند مناکحت آناں کہ ایمان استوار دارند افضل وبا آنکس کہ بہماں تکلیف ظاہر اسلام منضم است مکروہ است ولکن گاہ می شود کہ بہ سبب ضرورت و وجود کلمہ اسلام ایں کراہیت نیز مرتفع می گردد و چوں امیر المومنین علیؓ بسبب آں تہدید وتواعد کہ بآنحضرت دارند بقبول ایں کار اضطرار یافت چہ بر جان خود وشیعہ خود در ایں امتناع بیم ناک بود ضرورت اجابت کرد''۔

''ظاہر اسلام جو کہ شہادتین ادائے نماز اور شریعت کے اقرار سے عبارت کی وجہ سے نکاح صحیح قرار دیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کا ایمان مستحکم ہوان سے نکاح افضل ہے، اور جن کا ایمان ظاہر اسلام تک محدود ہوان سے نکاح مکروہ ہے۔ لیکن ضرورت کی بنا پر

Scanned with Car

یہ کراہیت بھی اٹھ جاتی ہے اور چونکہ حضرت علیؓ کو دھمکیاں دی گئیں اس لئے اپنے اور شیعہ کے بچاؤ کے لئے ضرورت پیدا ہوگئی۔ اس لئے آپ نے اجازت دے دی"۔

اس بیان سے نکاح کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔

اول وہ جو افضل ہے اس کے لئے ایمان کا استوار اور مستحکم ہونا شرط ہے۔ مگر یہاں ایمان کے استحکام کا کوئی پیمانہ نہیں بتایا لہٰذا آزادی ہے کہ جسے چاہا استوار قرار دیدیا۔ اور جسے چاہا ناقص سمجھ لیا۔

دوم وہ جو مکروہ ہے اس کے لئے اقرار شہادتین، ادائے نماز اقرار شریعت کافی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہی چلتا ہے اور ہم ظاہر ہی کے مکلف ہیں پھر وہ مکروہ کیوں قرار پائے۔

نیز اسلام کے لئے شہادتین کا اقرار ضروری ہے تو یہ تیسری شہادت جو صرف اذان میں داخل کرلی گئی ہے اور نماز میں موجود نہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق ہے پھر یار لوگوں کا اس پر اصرار کیوں ہے اور اسے شہادتین کے ساتھ ملا کر اسلام کو بگاڑنے کی کیوں کوشش کی جارہی ہے۔

سوم وہ جس میں کراہیت نہیں مگر شرط یہ ہے کہ کوئی ضرورت پیش آجائے۔ گویا اس نکاح کا موجب ایک ضرورت تھی لہٰذا اس میں کوئی کراہیت نہیں، جب کراہیت نہیں تو اس امر کا صاف اقرار ہے کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ نے مومن تسلیم کرلیا ہے۔

(۳) مجالس المومنین طبع جدید ایران ۱:۲۵۱ تذکرہ مناظرہ علی بن اسمٰعیل۔

دیگر پرسید کہ چرا آنحضرت دختر خود بعمر بن الخطاب داد گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بزبان واقرار بفضل حضرت امیر میکرد۔	سوال کیا کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی عمر بن الخطاب کو کیوں دیدی جواب دیا کہ انہوں نے شہادتین کا اقرار کیا اور حضرت علیؓ کی فضیلت کا اقرار کیا اس لئے نکاح کردیا۔

اقرار کیا حضرت عمرؓ مسلمان تھے۔ لا الہ الا اللہ محمد

Scanned with Car

رسول اللہ پڑھتے تھے اور حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل تھے۔لہٰذا حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ شہر بن آشوب نے نبی علیہ السلام کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔
یعنی حضرت عمرؓ کے کامل الایمان ہونے کی وجہ سے یہ نکاح ہوا۔

(۴) طراز المذہب مظفری ۱:۶۲

نخست اینکہ ام کلثوم را حسب تکلیف ظاہر شرع و وجود اسلام عمر با عمر تزویج نمودہ اند۔	پہلی بات یہ ہے کہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے اور شریعت کے مکلّف ہونے کی وجہ سے ام کلثوم کا نکاح کیا

(۵) الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ ۱:۹۳

ان النكاح انما هو على ظاهر الاسلام الذى هو شهادتان والصلوٰة الى الكعبة والاقرار بجملة الشريعة وان كان الافضل ترك مناكحة من ضم الى ظاهر الاسلام ضلالا لا يخرجه عن الاسلام الا ان الضرورة متى قادت الى المناكحة الضال مع اظهار كلمة الاسلام زالت الكراهية من ذلك۔	نکاح کی بنیاد ظاہر اسلام پر ہے وہ ہے اقرار شہادتین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور ساری شریعت کا اقرار ہے صرف اظہار اسلام پر ترک نکاح افضل ہے گویہ گمراہی ہے اور اس سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہاں ضرورت پیش آئے تو ایسے گمراہ سے نکاح جائز ہے۔ ضرورت کراہیت کو رفع کر دیتی ہے۔

بات وہی ہے جو طراز المذہب ۱:۶۱ کے حوالے سے گزر چکی ہے ہاں اس میں یہ اضافہ ہے کہ صرف اسلام کا اظہار کرنے والا گمراہ ہے اسلام سے خارج نہیں یعنی حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کا اقرار ہے۔

Scanned with Car

باب چہارم

آیت استخلاف فی الارض

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا. يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ.	تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (اسلام) کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بہ امن کردیگا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

قرآن کریم نے اس آیت میں بنیادی طور پر دو امور کا ذکر کیا ہے۔ اول ایک خاص جماعت سے خطاب ہے دوم اس جماعت کو تین انعام دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان دونوں امور کا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے۔

اول جن لوگوں سے وعدہ کیا جارہا ہے ان کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ نزول آیت سے پہلے ایمان لاچکے تھے۔ اس سے چند ضروری نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) وہ لوگ اس وعدہ انعام سے خارج ہیں جو نزول آیت کے وقت تک ایمان نہیں

Scanned with Car

لائے تھے۔ مثلاً حضرت امیر معاویہؓ۔ چونکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے لہٰذا ان کی خلافت وہ خلافت نہیں جس کا اس آیت میں وعدہ کیا جارہا ہے۔

(۲) وہ لوگ بھی اس آیت کے مصداق سے خارج ہیں جو نزول آیت کے وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے یا خوردسالی کی وجہ سے قابل خطاب نہیں تھے۔ لہذا حضرت امام حسین اور دوسرے اس سے خارج ہیں اور دوسرے ائمہ شیعہ تو اس کا مصداق نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے تو ان کو خطاب چہ معنی۔

دوسری بات یہ ہے کہ موعود لہ کو وعدہ ہمیشہ اس چیز کا دیا جاتا ہے جو زمانہ حال میں اس کے پاس موجود نہیں ہوتی۔

چنانچہ شیعہ مفسر فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین صفحہ ۳۲۷ طبع طہران میں لکھتے ہیں:

''وعدہ بہ چندے باشد کہ در زمانہ حال نباشد، بلکہ در زمان مستقبل باشد''۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ جن چیزوں کا وعدہ کیا جارہا ہے وہ مومنین کے پاس نزول آیت کے وقت موجود نہیں تھیں۔

امر دوم وعدہ کی تفصیل ہے تو اس میں تین انعامات دینے کا وعدہ ہے اول خلافت فی الارض دوم تمکین دین یعنی اس دین کا پھیلنا اور مستحکم ہونا جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ سوم خوف کے بعد امن کی فضا پیدا ہونا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

کہا جاتا ہے کہ منکم میں ضمیر مخاطب ہے مگر اس میں غائبین بھی داخل ہیں جیسا کہ قرآن کی دوسری تمام آیات کا منشا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ضمیر حاضرین سے خاص ہے اگر کسی مقام پر غائبین کو حاضرین میں داخل کیا جاتا ہے تو وہ خارجی دلائل کی بناء پر ہوتا ہے مثلاً اس پر اجماع امت ہے کہ دین محمدی ﷺ قیامت تک جائے گا۔ لہٰذا اس بنا پر عبادات مثلاً نماز روزہ وغیرہ کے احکام حلال و حرام کے احکام

نکاح وطلاق کے احکام اور میراث وغیرہ کے احکام میں غـائیبین کو حاضرین میں داخل کیا جاتا ہے ایسا کرنا ضروریات دین سے ہے۔ کیونکہ احکامی آیات اسی امر کی متقاضی ہوتی ہیں۔ مگر یہ آیت تو انعامی ہے۔ احکامی نہیں لہٰذا غائبین کو حاضرین میں شامل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

شیعہ وسنی دونوں متفق ہیں کہ ضمیر حاضرین کی حاضرین کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ چنانچہ شیعہ کتاب معالم الدین فی الاصول کے صفحہ ۱۱۲، ۱۹۳، ۱۹۵ پر یہ بحث موجود ہے۔

کتاب کا اصل نام معالم الدین فی الاصول وملاذ المجتہدین ہے۔ یہ شیعہ عالم علامہ جلال الدین ابی منصور الشیخ حسن بن زین الدین شہید ثانی (۱۰۱۱ھ) کی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ غائبین کبھی خطاب میں شامل ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ خطاب سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس حکم میں غائبین کو دلیل خارجی سے داخل کیا جاتا ہے اور یہاں حال یہ ہے کہ نہ یہ آیت احکامی، نہ کوئی دلیل خارجی موجود۔ پھر غائبین کو مخاطبین میں داخل کس بنا پر کیا جائے۔

شہید ثانی اپنی اسی مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

"ما وضع لخطاب المشافهة نحويا ايها الناس ويا ايها الذين امنوا لا يعم بصيغة من تأخر عن زمن الخطاب وانما يثبت حكمه لهم بدليل اخر."

"جوالفاظ اور صیغے بالمشافہ خطاب کے لئے وضع کئے گئے ہیں مثلاً یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا یہ خطاب عام نہیں یہ ان لوگوں کو شامل نہیں جو وقت خطاب موجود نہیں تھے بعد میں آنے والوں کے لئے یہ حکم کسی اور دلیل سے ثابت ہوگا۔ الفاظ خطاب سے نہیں ہوگا"۔

پھر لکھتے ہیں:۔

"انا نقول احكام الكتاب كلها من قبيل خطاب المشافهة وقد مر انه مخصوص بالموجودين فى زمان الخطاب وان ثبوت حكمه فى حق

Scanned with Car

من تأخر انما هو بالاجماع وقضاء الضرورات باشتراک التکلیف بین الکل (صفحہ ۱۹۳)

''ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے تمام خطابات اور احکام حاضرین کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔ یہ احکام ان کے ساتھ مخصوص ہیں جو وقت نزول قرآن موجود و حاضر تھے۔ جو لوگ نزول قرآن کے وقت حاضر نہ تھے یا جو پیدا نہیں ہوئے تھے یا مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے لئے یہ احکام اجماع سے ثابت ہوں گے اور ضروریات دین سے ہے کہ تمام امت دینی اور احکامی تکلیف (یعنی مکلف ہونے) میں مشترک ہے''۔

اسی طرح شیعہ عالم شیخ مرتضیٰ نے اپنی کتاب ''فرائد الاصول'' مطبع ایران میں صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے کہ حاضرین کی ضمیر حاضرین سے مخصوص ہوگی۔ غائبین اس خطاب حاضرین میں داخل نہ ہوں گے۔ ہاں خطابات سے جو حکم ثابت ہوگا اس میں غائبین کو کسی اور دلیل سے شامل کیا جائے گا۔

آیت زیر بحث میں کوئی دلیل خارجی موجود نہیں لہٰذا نزول آیت کے وقت غیر مکلفین اور بعد میں آنے والے غائبین کو کسی اصول کے تحت آیت میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

ہم نے کئی مناظروں میں یہ تحدی کر دی تھی کہ اگر خلفائے ثلاثہ کو کامل الایمان صالح الاعمال اور اس آیت کے موعودہ خلیفہ تسلیم نہ کرنے والا قرآن کی اس آیت پر اپنا ایمان رکھنا ثابت کر دے تو ہم شیعہ مذہب کے برحق ہونے کا اعلان کر دیں گے مگر ناممکن بہر حال ناممکن ہی رہا اور کوئی کوشش بار آور نہ ہو سکی۔

قول فیصل

یہ آیت کلام الٰہی کا ایک حصہ ہے اور کتاب اللہ کے ہر حصے پر ایمان لانا فرض ہے اس لئے اب تین صورتیں ہی ممکن ہیں۔

(۱) خلفائے ثلاثہ کو کامل الایمان، صالح الاعمال اور خلیفہ برحق اور اس آیت کا مصداق

Scanned with Can

تسلیم کرلیں۔

(۲) نزول آیت کے وقت جن حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے ان میں سے خلفائے ثلاثہ کو چھوڑ کر کم از کم تین آدمی پیش کریں جن کے ہاتھ سے یہ تینوں انعامات خداوندی پورے ہوئے ہوں۔ یعنی استخلاف فی الارض، تمکین دین اور امن بعد خوف۔

(۳) اعلان کردیں کہ خدا کو بدا ہو گیا۔ یا یوں ہی طفل تسلی کے طور پر وعدے کرتا رہا۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے شیعہ کو اس کی توفیق آج تک تو ہو نہیں سکی اور آئندہ کے لئے بھی توقع نہیں۔ دوسری صورت کے لئے تاریخ میں کوئی نشان نہیں ملتا۔ رہی تیسری صورت تو شیعہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ شیعہ عالم اعجاز الحسن بدایونی نے اپنی کتاب ''تنبیہ الناصبین'' میں تصریح کردی ہے کہ خدا کے وعدے غلط ہوتے رہتے ہیں۔

ایک اور کوشش

کہا جاتا ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت علیؓ ہیں مگر یہ دعویٰ حقائق کا ساتھ نہیں دیتا مثلاً

(۱) یہ لغتِ عرب کے خلاف ہے۔ آیت میں تمام صیغے جمع کے ہیں۔ اور جمع کے لئے کم از کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں اور حضرت علیؓ فرد واحد ہیں۔

(۲) علمائے شیعہ و اہل السنت تصریح کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کو یہ تینوں انعام مکمل نہیں ملے۔ تمکین دین کے پہلو کو دیکھا جائے تو بزعم شیعہ حضرت علیؓ کے مذہب شیعہ کو ان کے دور میں تمکین حاصل ہونی چاہئیے۔ مگر حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس دین کا اظہار تک نہیں کیا۔ دوسرا پہلو امن بعد خوف ہے۔ تو یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان کے عہد میں امن سرے سے نصیب ہی نہیں ہوا۔ تیسرا انعام خلافت فی الارض کا ہے تو حضرت علیؓ کی خلافت کی حیثیت شیعہ عالم نور اللہ شوستری نے اپنی مایہ ناز کتاب احقاق الحق میں یوں بیان کی ہے۔

Scanned with Car

ان امر الخلافة ما وصل اليه الا بالاسم دون المعنى (یعنی حضرت علیؓ کوخلافت برائے نام ملی تھی) اور شیعہ کے چوٹی کے عالم علامہ محمد یعقوب کلینی نے اپنی کتاب ''الروضہ'' میں حضرت علیؓ کے عہد پر ایک جامع تبصرہ لکھا ہے۔

''ثم اقبل بوجهه وحوله ناس من اهل بيته وخاصته وشيعته فقال قد عملت الولاة قبلی اعمالا خالفوا فیها رسول الله ﷺ متعمدين لخلافه ناقضين لعهده مغيرين لسننه ولو حملت الناس على تركها و حولتها الى مواضعها والى ماكانت فى عهد رسول الله ﷺ لتفرق عنى جندى حتى ابقى و احدى. (صفحہ ۵۱ طبع ایران نجف اشرف)''

''پھر حضرت علیؓ مجمع کی طرف متوجہ ہوئے جس میں آپ کے اہل بیت خاص معتمد آدمی اور خاص شیعہ تھے۔ اور فرمایا کہ مجھ سے پہلے خلفاء نے ایسے کام کئے جن میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی صریح مخالفت کی اور دیدہ و دانستہ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ کئے ہوئے عہد توڑے، سنت رسول کو بدل دیا۔ اب اگر میں لوگوں کو حکم دوں کہ جو کام خلفاء نے کئے انہیں ترک کردو اور میں احکام الٰہی کو اسی اصل پر لاؤں جس پر زمانہ نبوی ﷺ میں تھے تو میرا لشکر مجھے چھوڑ دے گا۔ اور میں تنہا رہ جاؤں گا۔''

اسی مختصر سی عبارت میں حقائق کی ایک دنیا سمو کر رکھ دی گئی ہے۔

(۱) حضرت علیؓ نے مشاہدہ کیا کہ آپ سے پہلے خلفاء نے اللہ اور رسول کی مخالفت کے احکام دیئے اور کام کئے۔

(۲) انہوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ خلفاء نے ایسے کام کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں کئے، بلکہ جان بوجھ کر مخالفت کی۔

(۳) انہیں احساس ہوا کہ یہ احکام بدل دینے چاہئیں اور احساس فرض اور احساسِ ذمہ

Scanned with Cam

داری کا تقاضا یہی تھا۔

(۴) مگر انہوں نے عملاً کوئی ایک حکم بھی نہ بدلا صرف احساس پر ہی رک گئے۔

(۵) انہیں خطرہ تھا کہ جو فوج ان کے گرد جمع ہے اور جس کی طاقت پر حکومت کی بقاء کا مدار ہے وہ باغی ہو جائے گی اگر خلفاء کے زمانے کا کوئی حکم بدلا گیا۔

(۶) ان کی فوج اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت ہی پسند کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا نام آیا تو وہ باغی ہو جائیں گے۔

(۷) مگر یہی تو وہ فوج تھی جو خلفائے ثلاثہ نے تیار کی اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر کفر کے خلاف برسرِ پیکار رہی۔ مگر خلفائے ثلاثہ سے اختلاف پیدا ہونے کا ایک واقعہ بھی پیش نہ آیا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام صحابہؓ اسی عقیدے اور اسی عملی زندگی پر متفق تھے جو خلفائے ثلاثہ نے نبی کریم ﷺ سے حاصل کر کے ملک میں لاگو کر رکھا تھا یہی مسلک اہل السنت والجماعت کا ہے اور خلفائے ثلاثہ کے عہد میں اسی دین کو تمکین حاصل ہوئی جس کا آیت میں ذکر ہے اور جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ وہ دین تو ظاہر بھی نہ ہوا جو بقول شیعہ حضرت علیؓ کا دین تھا۔ لہٰذا اس آیت کا مصداق حضرت علیؓ نہیں بن سکتے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

کہا جاتا ہے کہ امن تو ابوبکرؓ کو بھی نہ ملا عمر بھر مرتدین وغیرہ سے متصادم ہوتے رہے۔ حضرت عمرؓ کو بھی نہیں ملا کہ مارے گئے۔ حضرت عثمانؓ کو بھی نہیں ملا، بری طرح مارے گئے۔

اس شبہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ بدامنی سے مراد جنگ کرنا اور مارا جانا ہے مگر یہ مراد ہی غلط ہے۔ باطل کے خلاف برسرِ پیکار رہنا اور باطل کو مسلسل ہار پر ہار دیئے جانا بدامنی کی نہیں، بلکہ امن، یک جہتی اتحاد، اتفاق اور وحدت فکر و عمل کی دلیل ہے ہاں گھریلو تنازعات اٹھ کھڑے ہوں تو اسے بدامنی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے عہد میں ہوا۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں جو حالات

Scanned with Car

سامنے آتے ہیں۔ ایسے حالات کا ذکر تو اللہ تعالیٰ مقام مدح پر کرتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ گویا اللہ تعالیٰ نے امن کی تعریف بھی بیان فرمادی۔ اور امن کا وہ نقشہ بھی دکھایا جو خلفائے ثلاثہ کے عہد میں دنیا نے دیکھ لیا۔ چنانچہ علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"قلنا ليس فى ضمن الامن السلامة من الموت باى وجه كان وليس من شرط الامن رفع الحرب و انما شرطه ملك الانسان لنفسه باختياره لا كما كان اصحاب النبى ﷺ بمكة و حقيقة الحال انهم كانوا مقهورين فصار و اقاهرين و كانوا مطلوبين فصاروا طالبين وهذا نهاية الا من والشرف والعزة.

''ہم کہتے ہیں کہ موت سے بچ جانے کا نام امن نہیں موت تو بہر حال آنی ہے خواہ کسی صورت میں آئے اور کفار سے جنگ نہ ہونا بھی شرائط امن میں سے نہیں۔ امن کے لئے شرط یہ ہے کہ انسان اپنی جان کا مالک ہو۔ اس پر اس کا اختیار ہو وہ صورت امن نہیں جو مکہ میں صحابہ کرام کے پیش رہی حقیقت یہ ہے۔ مکہ میں صحابہ کرام مقہور و مغلوب تھے پھر غالب آ گئے۔ مکہ میں کفار ان کی تلاش میں رہتے تھے پھر صحابہ کو تلاش ہونے لگی کہ کفر کا قلع قمع کیا جائے۔ یہ امن، شرف اور عزت کی معراج ہے۔''

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ آیت کا مصداق تو امام مہدی ہیں، مگر یہ بات بھی نہیں بنتی۔ کیوں کہ اول تو نزول آیت کے وقت امام مہدی کا وجود ہی نہیں تھا۔ مخاطب کیونکر ٹھہرے پھر بقول شیعہ جب عالم وجود میں آئے تو عالم طفولیت میں ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور کسی غار میں چھپ گئے اور ایسے چھپے کہ صدیاں گزر گئیں مگر غار سے نکلنے کا نام نہیں لیتے۔ خدا جانے یہ امن کی کونسی قسم ہے۔ اس سورۃ میں يستخلفنهم فى

Scanned with Car

الارض کے معنی تو یوں بنیں گے کہ تمہیں غار پر مسلط کردوں گا۔ یا غار کو تم پر مسلط کردوں گا۔ تسلط یہ، امن یہ اور اس پر دعوئی یہ کہ آیت کا مصداق امام مہدی ہیں۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت اصحاب ثلاثہ کامل الایمان اور صالح الاعمال تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر خوش ہوا اور انعامات کا اعلان کر دیا۔ مگر بعد وفات رسول ﷺ حضرات نہ ایمان دار رہے نہ صالح الاعمال، لہٰذا وعدہ کے پورا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یعنی خدا کو بدا ہو گیا۔ شیعہ نے بدا کا عقیدہ ایجاد کر کے ایک محفوظ پناہ گاہ تلاش کر لی ہے۔ اس عقیدہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب ''تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین''

آیت استخلاف کا مصداق

اس آیت کا حقیقی مصداق معلوم کرنے کے لئے کیوں نہ ایسا ماخذ تلاش کیا جائے کہ پھر اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہے بشرطیکہ اس ماخذ سے سچ مچ کا قلبی اور روحانی تعلق ہو۔ ہاں تعلق کی محض ایکٹنگ ہو تو اختلاف کیا انکار بھی کیا جا سکتا ہے۔

چلئے ابو الائمہ حضرت علیؓ سے ہی پوچھتے ہیں۔ ان کی مشہور کتاب ''نہج البلاغۃ شیعہ کے ہاں مستند اور مسلم ہے۔ اس میں صفحہ ۱۴۵ پر امیر المومنین کا ایک خطبہ درج ہے جو علامہ کمال الدین میثم بن علی بحرانی نے اپنی کتاب ''شرح نہج البلاغۃ'' میں ۳:۱۹۴ پر درج کیا ہے۔ ان کی وفات ۶۷۹ھ ہے۔ اس خطبے کا پس منظر یہ ہے کہ فارس کی جنگ میں بہ نفس نفیس شامل ہونے کیلئے حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ لیا۔ شارح لکھتا ہے: کہ یہ قادسیہ کی جنگ تھی، یا نہاوند کی تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

''ان ھذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذ لانہ بکثرۃ ولا قلۃ وھو دین اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیثما طلع ونحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر

Scanned with Car

جنده ومكان القيم بالامر مكان النظام من الخزر يجمعه ويضمه فاذا انقطع النظام تفرق الخزر وذهب ثم لم يجتمع بحذا فيرا ابدا. والعرب اليوم وان كانوا قليلا فهم كثيرون بالاسلام عزيزون بالاجتماع فكن قطباً واستدر الرحیٰ بالعرب واصلهم دونک نادالحرب فانک ان شخصت من هذہ الارض انتقضت علیک العرب من اطرافها واقطارها حتی یکون ماتدع ورائک من العورات اهم الیک مما بین یدیک.

ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولون هذا اصل العرب فاذا قطعتموه استرحتم فیکون ذٰلک اشد ...... علیک وطمعهم فیک فاما ما ذکرت من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان الله سبحانه هو اکره لمسیرهم منک وهو اقدر علی تغییر مایکره واما ما ذکرت من مدرهم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرة وان کنا نقاتل بالنصرة والمعونة".

"بیشک یہ وہ دین ہے جس کے غلبہ یا شکست کا مدار کثرت وقلت پر نہیں بلکہ یہ وہ دین ہے جو اللہ کا ہے۔ اللہ نے اس کی مدد فرمائی ہے۔ اور یہ فوج وہ ہے جسے اللہ نے عزت دی ہے اور اس کی مدد فرمائی ہے۔ یہاں تک وہ دین اس حال تک پہنچا جو تمہارے سامنے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے اور اپنی فوج کا مددگار ہے اور رئیس سلطنت کی حیثیت وہ ہے جو تسبیح کے دانوں کے لئے ڈوری کی ہوتی ہے۔ اگر ڈور ٹوٹ جائے تو سب دانے بکھر جاتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ بکھرے ہوئے دانے پھر جمع نہیں ہوتے۔ عرب قوم اگر چہ اس وقت قلت میں ہے مگر وہ بوجہ قوت اسلام کے کثیر ہیں اور اپنی اجتماعی قوت

کی وجہ سے دنیا پر غالب ہیں۔اس لئے اے فاروق! آپ چکی کے قطب بن کر مرکز میں رہیں اور قوم سے جنگ کی چکی چلوائیں۔خود اس سے دور مرکز میں رہیں، اگر آپ نے مرکز چھوڑا تو اطراف و جوانب سے عرب قوم مرکز پر ٹوٹ پڑے گی۔اور آپ کی غیر حاضری میں معاملات نازک صورت اختیار کرلیں گے۔

کل ایرانیوں نے آپ کو میدانِ جنگ میں دیکھا تو ضرور کہیں گے کہ یہ عرب کی جڑ ہے اسے کاٹ ڈالو تاکہ چین سے رہ سکو۔یہ بات ان کے لئے تمہیں قتل کردینے اور آپ پر ٹوٹ پڑنے کا محرک بن جائے گی۔اور یہ جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ قوم عجمی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی روانگی آپ کی نسبت زیادہ ناپسند ہے اور جو چیز اسے ناپسند ہے وہ اس کے بدلنے پر قادر ہے اور ان کی کثرت کا جو آپ نے ذکر کیا ہے تو ہم نے کبھی کثرت پر اعتماد کرکے جنگ نہیں لڑی بلکہ ہم تو اللہ کی مدد کے بھروسے پر جنگ کیا کرتے ہیں''۔

پھراسی کتاب کے صفحہ ۳:۱۹۶پر نحن علی موعود کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ثم وعدنا بموعود وهو النصر والغلبة والاستخلاف في الارض كما قال وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم الى آخر الأية وكل وعدمن الله فهو منجز لعدم الخلف في خبره.

''پھر ہم سے مدد، غلبہ اور خلافت فی الارض کا وعدہ فرماتے ہوئے وعد الله الذين ... الخ اور ہر وعدہ جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، وہ پورا ہو کے رہتا ہے، کیونکہ خدا کے وعدہ میں خلاف نہیں ہوتا''۔

''ومن جملة وعده نصر جنده وجنده هم المومنون والمومنون منصورون على كل حال سواء كانوا قليلين او كثيرين''.

''اوراس کے وعدوں سے ایک وعدہ یہ ہے کہ میں اپنے لشکر کی مدد کرتا ہوں اور اللہ کی فوج مومن ہیں اور مومن خواہ تھوڑے ہوں، یا زیادہ ہر حال میں اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

"وعدم الحاجة الى اجتماع كل العرب فى هذه الواقعة وذلك لكثرتهم بالاسلام واستقبال الدولة وعزتهم باجتماع الرأى واتفاق القلوب الذى هو خير من كثرة الاشخاص واراد بالكثرة القوة والغلبة".

''اوراس جنگ میں تمام عربوں کا جمع ہونا ضروری نہیں کیونکہ انہی اسلام کی وجہ سے کثرت حاصل ہے۔ دولت وعزت کا رخ ان کی طرف ہے وہ متفق الرائے ہیں۔ ان کے دلوں میں اتفاق اور محبت ہے اور یہ صفات افراد کی کثرت کے مقابلے میں کہیں بہتر ہیں۔ اور کثرت سے مراد قوت اور غلبہ ہے''۔

پھر ۳: ۱۹۷ پر فرماتے ہیں۔

"وبوعد الله تعالىٰ المسلمين بالاستخلاف فى الارض و تمكين دينهم الذى ارتضى لهم وتبديلهم بخوفهم امنا كما هو مقتضىٰ الاية"

''مسلمانوں کو خلافت خدا کے وعدے کے مطابق ملی اور دین اسلام کو جو خدا کا پسندیدہ دین ہے تمکین خدا کے وعدے کے مطابق ملی اور خوف کے بعد امن خدا کے وعدے کے مطابق ملا۔ جو آیت استخلاف کا مقتضیٰ ہے''۔

اسی طرح درۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۰ پر ہے۔

"والموعود هو النصرة والغلبة والاستخلاف فى الارض كما قال تعالى وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ...... الخ ".

''اللہ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے وہ مومنوں کی مدد کرنا ہے ان کو غلبہ دینا ہے اور

Scanned with Car

زمین میں خلیفہ بنانا ہے جیسا کہ آیت کا منشا ہے''۔

حضرت علیؓ کے خطبہ اور اس کی شرح سے واضح ہو گیا کہ:

(۱) حضرت علیؓ نے امیر المومنین عمر فاروقؓ کو ذاتی طور پر جنگ میں شامل نہ ہونے کا مشورہ دیا۔ اور آپ نے قبول فرمالیا۔ اس سے بڑھ کر باہمی خیر خواہی اور باہمی اعتماد کا ثبوت کیا ہوگا۔

(۲) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارے فتوحات کی وجہ کثرت نہیں، بلکہ اللہ کی مدد ہے جو اس نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت علیؓ نے اللہ کے وعدے کا مصداق صدیق وفاروق کو قرار دیا۔

(۳) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ کا وعدہ لازماً پورا ہو کے رہے گا۔ یعنی آپ کے جانے کی ضرورت نہیں وعدہ پورا ہو کے رہنا ہے۔

(۴) آخر میں بات واضح کر دی کہ خلافت اللہ کے وعدے کے مطابق ملی۔ ظاہر ہے کہ خلافت پہلے ابو بکر صدیقؓ کو ملی، پھر عمر فاروقؓ کو پھر عثمان غنیؓ کو اور یہ تینوں اللہ کے وعدے کے مطابق ملیں۔ بلا فصل والی بات تو بناوٹی ٹھہری، کیونکہ یہ تینوں وعدے تو خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پورے ہوئے۔

(۵) وہ فوج جو فاروق اعظمؓ بھیج رہے تھے وہی اللہ کی فوج تھی جس کو غلبہ دینے کا اللہ نے وعدہ فرمایا اور غلبہ عطا کر کے وعدہ پورا کر دیا۔ لہٰذا یہی مصداق ہوئی اس آیت کی۔

(۶) حضرت علیؓ نے شیخین کے عہد کے مسلمانوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں اتفاق، متفق الرائے ہونا، دلوں میں باہمی محبت ہونا جیسے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ جن کی بناء پر اللہ انہیں غلبہ عطا فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے اعلان کر دیا کہ شیخین کے عہد میں مسلمان اسی طرح متحد، متفق اور ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے جس طرح زمانہ نبوی ﷺ میں حضور ﷺ کی تربیت سے تیار ہوئے

Scanned with Car

تھے۔ ان میں اختلاف، دشمنی اور بغض کے افسانے یار لوگوں نے زیب داستان کے لئے تیار کرر کھے ہیں۔ یہ لوگ گویا حضرت علیؓ کو معاذ اللہ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر حضرت علیؓ سے ان لوگوں کا دور کا تعلق بھی ہوتا تو ایسی بے پر کی نہ اڑاتے۔

اسی طرح ایک شیعہ عالم سید رضی الدین ابی القاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن طاؤس الحسنی والحسینی متوفی ٦٦٤ کی کتاب کشف المحجۃ لثمرۃ المھجۃ مطبوعہ نجف اشرف کے صفحہ ۵۴ پر درج۔

"واعلم یا ولدی یقینا انما فتح بلاد اسلام بعد جدک محمد ﷺ بتائید اللہ جل جلالہ وما وعدہ ان یبلغ الیھا نبوتہ وامرہ وقد کان جدک ﷺ اخبر جماعۃ من المسلمین انہ یفتح علیٰ ید نبوتہ بلاد کسری وقیصر و کلما فتحوہ بعدہ وکان المسلمون قد جربوا علیہ صدقہ ووعدہ وسمعوا القرآن یتضمن لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون وقد ذکر جماعۃ من اصحاب التواریخ تصدیق ما اشرت الیہ وعلی خاطری مما وقفت علیہ ما ذکرہ اعثم فی تاریخہ ما معناہ ان ابا بکر لما بدأ بانفاذ ابی عبیدہ والجیوش الی الروم ومات قبل ان یفتحھا وفتحھا المسلمون بعدہ فی ولایۃ عمر قال لہ قوم لا تخرج مع العسکر وقال قوم اخرج معھم فقال لابیک علی علیہ السلام ما تقول انت یا ابالحسن فقال لہ علی ان خرجت نصرت وان احمیت نصرت فقال لہ صدقت الی ان قال یا ولدی فھل تری ما کان فتح البلاد الا بتلک الوعود الصادقۃ والعنایۃ الالھیۃ الفائقۃ۔"

"بیٹا! یہ یقینی امر ہے کہ اسلامی ملکوں میں جو فتوحات تیرے نانا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ہوئیں وہ محض اللہ کی امداد نصرت اور تائید سے ہوئیں۔ اور اس وعدہ کے مطابق

Scanned with Car

ہوئیں جو حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری نبوت اور میرا دین ان شہروں تک پہنچے گا۔ اور یقیناً تیرے نانا محمد رسول ﷺ نے مسلمانوں کی جماعت کو خبر دی تھی کہ میری نبوت کے ہاتھ پر قیصر و کسریٰ کے شہر فتح ہوں گے۔ حضور ﷺ کے بعد صحابہ نے جب کبھی کوئی شہر فتح کیا حضور ﷺ کے وعدہ کے سچا ہونے کی دلیل بنتی گئیں۔ اور صحابہؓ رسول خدا ﷺ سے قرآن کی یہ پیشگوئی سن چکے تھے کہ دین محمد کو تمام ادیان پر غالب کردے گا اور اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو۔ اور مورخین نے میرے اس بیان کی تصدیق کی ہے اور جس حقیقت سے میں واقف ہوں وہ میرے دل میں موجود ہے۔ اس کو اعثم کوفی (شیعہ) نے بھی اپنی تاریخ میں لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب صدیق اکبرؓ نے ابو عبیدہ کو فوج دے کر روم کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا اور صدیقؓ کی وفات ہوگئی اور یہ ملک خلافتِ فاروقی میں فتح ہوا۔ جب فارس سے جنگ کے موقع پر ایک گروہ نے فاروقؓ کو کہا کہ آپ جنگ میں شامل نہ ہوں۔ دوسرے نے کہا آپ محاذ پر ضرور جائیں تو آپؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا آپ جائیں جب بھی فتح ہوگی، نہ جائیں جب بھی فتح ہوگی۔ فاروقؓ نے کہا یہ درست ہے...... بیٹا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شہر بھی فتح ہوئے وہ محض ان سچے وعدوں کے مطابق ہوئے جن کے متعلق اللہ و رسول ﷺ نے پہلے ہی بتادیا تھا۔ یہ محض اللہ کی عنایت سے ہوئے اور اللہ نے اپنے وعدے سچے کردکھائے تھے"۔

اس اقتباس سے کئی اہم امور کی وضاحت ہوگئی۔

(۱) حضور انور ﷺ کے بعد جس قدر فتوحات ہوئی وہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں ہوئی۔

(۲) شیعہ کا اعتراف ہے کہ اس وعدہ الٰہی کے مطابق ہیں جس کے تحت حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا دین اور میری نبوت یہاں پہنچے گی۔

(۳) ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ سے ایک تو وعدہ الٰہی پورا ہوا دوسرا انہوں نے

Scanned with Car

حضورﷺ کی نبوت اور حضورﷺ کا دین ان شہروں تک پہنچایا جو ان کے کامل الایمان ہونے کا ہی نہیں، بلکہ دین کی خاطر جانبازی کا ثبوت ہے۔

(۴) حضور اکرمﷺ نے قیصر و کسریٰ کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کی خوشخبری دی تھی اور یہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں فتح ہوئے۔

(۵) شیعہ عالم نے کہا کہ یہ فتوحات لیظهره علی الدین کله کی عملی تفسیر تھیں تو ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ نے حضورﷺ کے نائب کی حیثیت سے دین حق کو ادیان عالم پر غالب کر دیا۔

(۶) سید رضی الدین نے کمال صفائی سے اعتراف کیا کہ آیت استخلاف کے مصداق خلفائے ثلاثہ ہیں۔

۳۔ شیعہ مفسر فتح اللہ کاشانی نے اپنی تفسیر منہج الصادقین ۶:۳۰۷ میں زیر آیت وقل رب ادخلنی.......... الخ لکھا ہے۔

''پس حق تعالیٰ اجابت دعوت آنحضرتﷺ فرمود بقولہ فان حزب الله هم الغالبون وبقوله لیظهره علی الدین کله وبقوله لیستخلفنهم فی الارض امام جعفر صادقؒ از آبائے کرام خود روایت کردہ کہ رسول خداﷺ ایں دعا در وقتی کرد کہ در غار بود''

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہﷺ کی یہ دعا ان آیات کو نازل کر کے قبول فرمائی کہ بیشک خدا کی فوج ہی غالب رہنے والی ہے، اور یہ کہ ''اللہ دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرے گا، اور یہ کہ ان مہاجرین کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ اور امام جعفر صادق نے اپنے آبائے کرام سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے یہ دعا اس وقت کی جب آپ غار میں تھے۔ (جہاں صدیق اکبرؓ کے ساتھ تھے)''

۴۔ شیعہ مورخ واقدی نے اپنی تاریخ فتوح شام ۱:۱۳۸ اور ۱:۱۵۰ پر لکھا ہے کہ جنگ

Scanned with Car

یرموک کو موءرخ قیامت سے تعبیر کرتے ہیں۔اس جنگ میں عیسائیوں کی پوری قوت میدان میں موجود تھی اور مسلمان ۳۷ ہزار تھے۔سب سے پہلے حضرت معاذ بن جبل نے صفوں کے سامنے باآواز بلند آیت استخلاف کی قرأت کی اور یاد دلایا کہ اسلام تمام دینوں پر غالب ہوگا اور یہ کام ان مہاجرین وانصار کی تلوار سے ہوگا''۔
یہ اس امر کا ثبوت تھا کہ صحابہ کرامؓ کا عقیدہ تھا کہ اس آیت کا مصداق خلفائے ثلاثہ ہیں۔یہ وہی بات ہے جو حضرت علیؓ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمائی تھی۔

یہاں ہم ایک بار پھر وضاحت کر دیتے ہیں۔کہ ضمیر مخاطب صرف حاضرین کے لئے خاص ہوتی ہے اس کے ثبوت میں شیعہ کی چوٹی کی کتاب معالم الاصول صفحہ ۱۹۳ کا حوالہ گزر چکا ہے اسی پائے کی دوسری کتاب شیخ مرتضٰی کی فرائد الاصول ہے اس کے صفحہ ۴۰ پر بعینہ وہی الفاظ درج ہیں جو معالم الاصول سے پیش کئے جا چکے ہیں۔لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی نے حاضرین وقت نزول آیت کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ:

(۱) تمہیں خلافت فی الارض کا انعام دوں گا۔

(۲) دین کا محکم و مضبوط ہونا، دنیا پر غالب ہونا، حدود شرعی کا پوری طرح جاری ہونا، جہاد کے ذریعے اعلائے کلمۃ الحق ہونا تمہارے ہاتھوں سے ہوگا۔

(۳) خانہ جنگی سے محفوظ رہ کر امن وسلامتی کی فضا پیدا ہونا تمہارے ہاتھوں سے ہوگا۔

یہ تین نعمتیں بغیر خلفائے ثلاثہ کے کسی عہد میں پوری نہیں ہوئیں لہٰذا وہی اس کا مصداق ہیں۔پھر حضرت علیؓ کا عقیدہ بحوالہ نہج البلاغہ گزر چکا ہے کہ ان کے نزدیک آیت کا مصداق خلفائے ثلاثہ ہیں۔خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت علیؓ وزیر اور مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور مسلمانوں کی موعودہ فوج میں آپ اور آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ اس خدائی فوج میں شامل رہے۔

۵۔ شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب تتمۃ المنتہی طبع ایران صفحہ ۲۷۶ پر لکھا ہے:

۔۔۔ ما بحمد اللہ بلد اصفہان قبۃ الاسلام وغط	خدا کا شکر ہے کہ ہمارے زمانہ تک اصفہان قبۃ

Scanned with Car

اہل اسلام در آں است و مسجد یست در انجا معروف بلسان الارض در طرف مشرق مزار تخت فولاد نزدیک بقبر فاضل ہندی۔ اہل اینجا می گویند کہ ایں موضع زمین با حضرت امام حسن مجتبیٰؑ تکلم کردہ در زمان کہ آنحضرت در ایام خلافت عمرؓ بن الخطاب بالشکر اسلام بجہت فتوحات بایں مکان تشریف آوردہ و ازیں جہت اور السان الارض میگویند و حضرت در انجا نماز خواندہ۔	الاسلام اور اہل ایمان کا مرکز ہے یہاں ایک مسجد ہے جسے لسان الارض کہتے ہیں جو مزار تخت فولاد کی شرقی جانب فاضل ہندی کی قبر کے پاس ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں لشکر اسلام کے ساتھ حضرت امام حسنؑ فتوحات کی غرض سے تشریف لائے اس زمین نے آپ سے کلام کی اسی وجہ سے اس کو لسان الارض کہتے ہیں۔ حضرت امام حسنؑ نے یہاں نماز ادا کی۔

شیعہ عالم شیخ عباس قمی نے اصفہان کو قبۃ الاسلام قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حیثیت اس شہر کو حضرت عمرؓ نے عطا کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ فاروقی لشکر میں امام حسنؑ ایک سپاہی کی حیثیت سے اسلامی فتوحات کی غرض سے شامل تھے۔ ظاہر ہے کہ فاروقی فوج اسلامی فتوحات کے لئے نکلی۔ جس کے ایک فرد امام حسنؑ تھے۔ اس فوج میں آپ کا شامل ہونا ظاہر کرتا ہے کہ آپؑ کے والد حضرت علیؑ کا مشورہ بھی شامل تھا۔ کیونکہ وہ حضرت عمرؓ کے مستقل مشیر تھے۔ یعنی حضرت عمرؓ کے عہد میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو رہا تھا جو آیت استخلاف میں مذکور ہے۔

۶۔ علامہ میثم بحرانی شارح نہج البلاغہ نے بڑی وضاحت سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو آیت استخلاف کی موعودہ خلافت بیان کیا ہے۔ ان کی فوج کو خدائی فوج کا نام دیا اور جو دین خلفائے ثلاثہ نے پھیلایا اس کو دین اسلام تسلیم کیا۔

۷۔ فتوح شام۔ شیعہ مورخ واقدی ۱:۱۵۴

جنگ یرموک میں عیسائیوں کی عظیم فوج کا سپہ سالار ماھان تھا۔ ہرقل کا بڑا معتمد علیہ تھا۔ اس کا پیغام واقدی نے نقل کیا ہے جو ماھان نے ہرقل روم کو بھیجا تھا۔

Scanned with Car

وقال لهم اسمعوا یا اصحاب الملک وبلغوه عنی انی ماترکت جهدی فی نصرة هذا الدین وحامیت عن الملک وقاتلت عن نعمته وما اقدر ان اغالب رب السماء لانه نصر عرب علینا و ملکهم بلادنا والأن مالی وجه ارجع الی الملک.	اے شاہ کے مصاحبو! میری بات سنو اور میرا پیغام شاہ ہرقل کو پہنچاؤ کہ میں نے دین عیسوی کی مدد میں کوئی کسر نہیں چھوڑی شاہ کی حمایت میں کمی نہیں رہنے دی۔ اس کی مہربانی سے خوب جنگ کی لیکن میں آسمانوں کے رب کیساتھ لڑنے کی قدرت نہیں رکھتا کیونکہ اس نے ہمارے خلاف عربوں کی مدد کی اور عربوں کو ہمارے شہروں پر مسلط کردیا۔ میں اب کس منہ سے شاہ کے پاس لوٹ کر آؤں؟

ماھان جیسا جرنیل جس نے ایرانیوں سے رومی ملک واپس لیا۔ خدائی فوج کے مقابلے میں اپنی بے بسی کا اظہار کر رہا ہے اور اس حقیقت کا اعتراف کر رہا ہے کہ اس فوج کا مقابلہ کرنا رب العلمین کا مقابلہ کرنے کے مترادف ہے۔ غیروں کی حقیقت پسندی دیکھو کہ خلفائے محمد ﷺ کی برتری تسلیم کرنے میں عار نہیں اور اپنوں کی کینہ پروری دیکھو کہ جانشینان رسول ﷺ کو مسلمان تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ چنیں دور آسمان کم دیدہ باشد

۸۔ روضہ کافی طبع ایران صفحہ ۲۲۵ امام باقر کا خطبہ:

وهم من بعد غلبهم سیغلبون. وهم یعنی فارس من بعد غلبهم الروم، سیغلبون یعنی یغلبهم المسلمون فی بضع سنین لله الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرحوا المومنون بنصر الله. ینصر من یشاء عز وجل فلما غزا المسلمون فارس وافتتحوها فرح المسلمون	اور وہ یعنی فارس ان کے یعنی رومیوں کے غلبہ کے بعد غالب ہوں گے۔ یعنی عنقریب چند برسوں میں مسلمان غالب آجائیں گے۔ پہلے اور بعد میں حکم اللہ ہی کا ہے۔ اس روز مومن اللہ کی نصرت سے خوش ہوں گے۔ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ مسلمانوں نے جہاد کر کے جب فارس کو فتح کیا تو وہ اللہ کی

Scanned with Car

بنصر الله عز و جل قال (ای راوی) قلت الیس الله عز و جل یقول فی بضع سنین وقد معنٰی للمومنین سنون کثیرة مع رسول الله ﷺ وفی امارة ابی بکر وانما غلب المومنون فارس فی امارة عمر فقال الامام ..... اما تسمع لقول الله عز و جل لله الامر من قبل ومن بعد .... یوم یتم القضا بنزول النصر فیه علی المومنین فذٰلک قوله عز وجل ویومئذ یفرح المومنون بنصر الله ینصر من یشاء الی یوم یتم القضاء بالنصر.	نصرت سے بہت خوش ہوئے۔ راوی کہتا ہے، میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے چند برس نہیں فرمایا حالانکہ مومنوں پر رسول خدا کے ساتھ بھی کئی سال گزر گئے، پھر صدیق اکبرؓ کا عہد بھی گزر گیا مگر مومن فارس پر غالب آئے تو عہد عمرؓ میں تو امام نے کہا...کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا کہ اول و آخر حکم اللہ کا ہے ...قضا وقدر کے فیصلے کے مطابق جس روز مومنوں کی نصرت کا وقت آئے گا۔ یہ ہے فرمان باری تعالیٰ کہ اس روز مومن خدا کی نصرت کے نزول کی وجہ سے خوش ہوں گے۔

راوی کو آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی امام باقر نے وضاحت کردی کہ روم و فارس کی فتح کی تکمیل اہل ایمان کے ہاتھ سے ہوئی۔ اللہ کی مدد سے ہوئی اور اہلِ ایمان اس روز بہت خوش ہوئے۔ یعنی فتوحات کا سلسلہ صدیق اکبرؓ کے عہد میں شروع ہوا عہد فاروقی میں تکمیل ہوئی۔ دونوں چیزیں اہل ایمان کے ہاتھوں ہوئیں۔ صدیق و فاروق اہل ایمان کے سردار ہوئے اور ان کے ہاتھوں اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ وعد الله الذین .... الخ۔

ثم وعدنا بموعود وھو النصر والغلبة والاستخلاف فی الارض کما قال وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض .. من جملة وعده نصر جنده وجنده المومنون. فالمومنون منصورون علی کل حال	اللہ کے وعدوں میں سے یہ وعدہ بھی ہے کہ اپنے لشکر کی امداد کرے گا اور اس کا لشکر مومن ہیں اور مومنوں کی نصرت کی جاتی ہے ہر حال میں خواہ وہ تھوڑے ہوں یا

Scanned with Cam

سواء کانوا قلیلین او کثیرین.	زیادہ ہوں۔

یعنی آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے نصرت غلبہ اور خلافت کا وعدہ کیا وہ وعدہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پورا ہوا۔

نیز وعدہ تھا اپنے لشکر کی نصرت کا، اللہ کا لشکر مومن ہیں اور مومن نصرت یافتہ ہیں۔ لہٰذا خلافت ثلاثہ کی فوج اللہ کی فوج ہوئی اور مومن ہوئے جبھی تو ان کی نصرت فرمائی اور اس فوج کے سپہ سالار، یعنی خلفائے ثلاثہ اکمل الایمان ہوئے اور آیت استخلاف کے مصداق ہوئے۔

حضرت علیؓ اور خلفائے ثلاثہ کی بیعت

حق کی یہ خاصیت ہے کہ اسے خواہ کتنا دبا دیا جائے وہ کسی نہ کسی گوشے سے ظاہر ہو جایا کرتا ہے۔ خلفائے ثلاثہ کی شان اور ان کی فضیلت پر پردہ ڈالنے کے لئے اور انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کے لئے منظم کوششیں ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں۔ مگر ان دبیز پردوں کو پھاڑ کر ان ظلمتوں کے اندر سے حق کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ، ابی محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی طبع نجف اشرف ۱۹۶۶ء، صفحہ ۳۸ یہ تیسری صدی کا شیعہ عالم ہے۔

قالت (الشیعة) ان علیا کان اولی الناس بعد رسول الله ﷺ بالناس لفضله وسابقته وعلمه وهو افضل الناس کلهم بعده واشجعهم واسخاهم واورعهم و ازهدهم وجازوا امامة ابی بکر وعمر وعدوهما اهلا لذلک المکان	شیعہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ وہ فضیلت، سبقت اور علم میں سب سے بڑھ کر ہیں اور اپنی سخاوت، شجاعت، ورع، زہد کی وجہ سے اپنے سے بعد والوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود تمام صحابہ نے باتفاق رائے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی امامت کو جائز سمجھا اور ان کو اس منصب اور مقام کا اہل تسلیم کیا

Scanned with Cam

والمقام وذكروا ان عليا سلم لهما الامر ورضى بذلك وبايعهما طائعا غير مكره وترك حقه لهما ونحن راضون كما رضى الله المسلمين له ولمن بايع لا يحل لنا غير ذلك ولا يسمع منا احدا الا ذلك وان ولاية ابى بكر صارت رشدا وهدىً لتسليم علىّ و رضاه.	اور یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت علیؓ نے اپنا حق ان کو دے کر برضا و رغبت ان کی بیعت کی اس میں جبر کو مطلق دخل نہ تھا اور ہم اس پر راضی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہے ان کے لئے اور جنہوں نے ابوبکرؓ وعمرؓ کی بیعت کی ہمارے لئے بھی اس کے بغیر کوئی رویہ جائز نہیں اور ہم سے کوئی شخص اس کے بغیر نہیں سنے گا اور حضرت علیؓ کے تسلیم کرنے اور راضی ہونے کی وجہ سے ابوبکرؓ کی خلافت سراپا رشد و ہدایت ہے۔

شیعہ کا یہ بیان حضرت علیؓ کے بیان کی تائید ہے اور تصدیق ہے اور خلافت بلافصل کا حل بھی ہے۔ اگر حضرت علیؓ کی خلافت کا حق تسلیم بھی کیا جائے تو انہوں نے اپنا حق خلفائے ثلاثہ کو دے کر اور برضا ان کی بیعت کر کے بعد کے شیعہ کی اس تہمت کی تردید کردی کہ خلفائے ثلاثہ نے حق غصب کیا تھا۔ یہ بات ایک مفروضہ کو تسلیم کر لینے کی بناء پر ہے۔ قرآن وسنت میں حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کا کوئی نشان تک نہیں ملتا۔ دین شیعہ میں یہ امر ضروریات دین میں شمار کرلیا گیا تو یہ غلو کی ایک ایسی انسانی کوشش ہے جس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسری صدی کے ایک شیعہ عالم کی صراحت کے باوجود اگر کوئی شخص اس بات پر اصرار ہی کرے کہ حضرت علیؓ نے جو بیعت کی وہ صرف قولی اور فعلی تھی قلبی اور حقیقی نہ تھی تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے

شریعت ظاہری احکام کا نام ہے اور مسلمان ظاہر شریعت کے مکلف ہیں اس لئے حضرت کے ظاہری قول وفعل پر ہی شریعت کے حکم کا اطلاق ہوگا۔ کسی کا دل چیر کے کون دیکھتا ہے اور دیکھ سکتا ہے اگر شریعت کے اس اصول کو سامنے نہ رکھا جائے تو دینی امور تو الگ رہے دنیوی کام بھی تلپٹ ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص زبان سے لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔

Scanned with Car

مگر قاضی کے سامنے کہتا ہے کہ میں نے دل سے طلاق نہیں دی تھی صرف زبان سے کہا تھا تو قاضی کیا فیصلہ دے گا۔ یا کوئی شخص مجسٹریٹ کے سامنے زبان سے اقرار جرم کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ میرے دل میں تو انکار پوشیدہ ہے تو مجسٹریٹ اس کے موجودہ زبانی اقرار پر فیصلہ کرے گا یا دل کے انکار پر۔

اس بناء پر جب حضرت علیؓ نے اپنے قول وفعل سے ثابت کردیا کہ وہ خلفائے ثلاثہ کی امامت کو تسلیم کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے ہیں تو کسی کا اس پر اصرار کہ دل سے کچھ بھی نہیں کیا تھا، بال ہٹ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اس اصول کی شہادت میں حضرت علیؓ کا ایک بیان ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ طبع مصر ا: ۳۸ خطبہ نمبر ۷، حضرت زبیرؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

یزعم انه قد بایع بیده ولم یبایع بقلبه فقد اقربا لبیعة وادعی الولیجة فلیأت علیها بار یعرف والا فلیدخل فیما خرج منه.	(زبیر) یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے ظاہری طور پر ہاتھوں سے بیعت کی دل سے نہیں کی تو حقیقت یہ ہے کہ اس نے بیعت کا اقرار کرلیا اور دعوی خلاف باطن کا کرتا ہے تو اس پر کوئی ظاہری دلیل پیش کرے ورنہ وہ داخل ہو جہاں سے خارج ہوا۔

یعنی حضرت علیؓ نے فیصلہ دے دیا کہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہی اقرار بیعت کی دلیل ہے اور یہ کہنا کہ دل سے بیعت نہیں کی درخور اعتنا نہیں۔

زمانہ حال کے شیعہ مجتہد سید علی نقی نے شرح نہج البلاغہ میں اس خطبہ کی شرح میں لکھا ہے:

چوں زبیر نقض عہد کردہ درمیدان جنگ باآنحضرت برآمد آنجناب بادفرمود تو با من بیعت کردہء واجب است کہ مرا پیروی کنی در پاسخ گفت ہنگام بیعت تو توریہ نمودم یعنی بزبان	جب زبیر عہد توڑ کر میدان جنگ میں حضرت علیؓ کے مقابلے میں آئے تو آپ نے فرمایا تو نے میرے ساتھ بیعت کی ہے اس لئے میری پیروی تم پر فرض ہے۔ زبیر نے جواب دیا

Scanned with Car

اقرار و در دل خلاف آنرا قصد کردم حضرت می فرماید زبیر گمان می کند بدست بیعت کردہ و در دل مخالفت بودہ بہ بیعت خود اقرار کردہ و مفر است و ادعا دارد کہ در باطن خلاف آنرا پنہاں داشتہ بنا بریں باید کہ حجت و دلیل بیارد تا راستی گفتار او معلوم شود اگر دلیلے نداشت بیعت او بحالِ خود باقی است باید کہ مطیع و فرمانبردار باشد۔	کہ میں نے بیعت کے وقت توریہ کیا تھا۔ یعنی زبان سے اقرار کیا لیکن دل میں انکار تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ زبیر کا خیال ہے کہ اس نے ظاہراً بیعت کی تھی دل سے خلاف تھا۔ یہی تو اس کا اقرار ہے کہ اس نے بیعت کی۔ اسے چاہئے کہ دل کی بات پر دلیل پیش کرے۔ اگر دلیل نہیں تو اس کی بیعت باقی ہے اس لئے اسے چاہئے کہ میرا مطیع اور فرمانبردار رہے۔

حضرت علیؑ کے اس استدلال کو دیکھ کر کون باور کر سکتا ہے کہ دوسروں پر جس اصول کا اطلاق کرتے ہیں اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ آپ نے دوٹوک فیصلہ کر دیا کہ قولی اقرار اور عملی اقدام ہی حجت ہے۔ آدمی لاکھ کہے کہ میرے دل میں اس کے خلاف عقیدہ ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

جہاں تک حضرت علیؑ کا خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا معاملہ ہے غیروں نے ان کے ذمے تہمت لگا دی کہ وہ دل سے اس امر کے خلاف تھے اور یہ حقیقت نفاق کی تہمت ہے مگر اس پر پردہ ڈالنے کے لئے اس کا نام تقیہ رکھ دیا۔ بھلا نام بدلنے سے حقائق بھی کبھی بدلا کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے تو ان اتہام پردازوں کی تردید فرما دی ہے۔

انہ بایعنی القوم الذی بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما شوریٰ للمھاجرین والانصار فان	میرے ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی جنہوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور اسی بات پر بیعت کی جس کا عہد ان لوگوں نے تینوں سے کیا تھا۔ لہٰذا ہر حاضر کا فرض ہے کہ اپنے اختیار سے دست بردار ہو جائے اور پھر غائب پر واجب ہے کہ

Scanned with Cam

اجتمعوا علی رجل و سموه اماماً کان ذلک لله رضا. (شرح نہج البلاغہ بحرانی ۴: ۳۵۲)	اس کا انکار نہ کرے۔ اصحاب الرائے تو مہاجرین و انصار ہیں اگر وہ کسی شخص کے حق میں اجماع کر لیں اور اسے اپنا امام بنالیں تو اللہ کی رضا اسی میں ہے۔

کتنا صاف بیان ہے اور کیسا واضح اصول ہے کہ اہل الرائے مہاجرین وانصار ہیں جس شخص کی قیادت پر ان کا اجماع ہو جائے اور اس کو وہ امام تسلیم کر لیں۔ اسی میں اللہ کی رضا ہے گویا آپ نے اعلان کر دیا کہ خلفائے ثلاثہ کی قیادت اور امامت پر مہاجرین وانصار کا اجماع ہے لہٰذا یہ فیصلہ اللہ کے ہاں درست اور پسندیدہ ہے۔

بات کتنی واضح ہو حیلہ جو طبائع چور دروازے ڈھونڈ لیتی ہیں چنانچہ اس قول کے متعلق کہا گیا کہ یہ الزامی قول تھا۔ مگر یہ کہتے وقت اس حقیقت کو بھول گئے کہ آئمہ جو بقول شیعہ انبیاء کی طرح معصوم ہیں الزامی زبان میں گفتگو نہیں کیا کرتے، بلکہ سیدھے طریقے سے حقائق بیان کیا کرتے ہیں۔ الزامی انداز تو ان کی شان کے بالکل منافی ہے۔

حضرت علیؓ نے خود اپنے ایک بیان میں اس کی تردید فرمائی ہے۔

امالی شیخ ابو جعفر طوسی مطبع نعمانی نجف اشرف طبع ۱۹۶۴ء ۲: ۱۲۱

وبایعتم ابا بکر وعدلتم عنی فبایعت ابا بکر کما بایعتموه وکرهت ان اشق عصا المسلمین وان افرق بین جماعتهم ثم ان ابابکر جعلها لعمر من بعده وانتم تعلمون انی اولی الناس رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وبالناس بعده فبایعت عمر	تم نے ابو بکر کی بیعت کی اور میری مخالفت کی۔ حالانکہ میں نے بھی ابو بکر کی بیعت اسی طرح کی جیسے تم نے ان کی بیعت کی تھی۔ اور مجھے یہ ناپسند تھا کہ میں مسلمانوں میں یعنی صحابہ کرام میں نااتفاقی ڈالوں اور ان کی جماعت میں افتراق پیدا کروں اور تم جانتے ہو کہ میری قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ تھی۔ پھر میں نے عمرؓ کی بیعت اسی

Scanned with Car

كما بايعتموه فوفيت له بيعته حتى	طرح کی جیسے تم نے کی تھی اور میں نے حضرت عمرؓ کے
لما قتل جعلني سادس ستة	ساتھ کما حقہٗ وفا کی۔ حتیٰ کہ جب وہ شہید ہوئے تو
فدخلت حيث ادخلني و كرهت ان	مجھے مجلس شوریٰ کے ارکان میں چھٹا رکن مقرر کیا۔
افرق جماعة المسلمين واشق	میں نے حضرت عمرؓ کی مقرر کی ہوئی رکنیت کو قبول کیا
عصالهم فبايعتم عثمان فبايعته وانا	اور میں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا پسند
جالس في بيتي ثم اتيتموني غير	نہ کیا پھر تم نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی اور میں نے
داع لكم ولا مستكره لاحد منكم.	بھی کی اور اب میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں اور تم بن
فبايعتموني كما بايعتم ابابكر و	بلائے میرے پاس پہنچ گئے اور میں نے کسی شخص کو اپنی
عمر و عثمان فما جعلكم احق ان	بیعت کے لئے مجبور نہیں کیا۔ پھر تم نے میری بیعت
تفوا لابي بكر وعمر وعثمان	کی جن شرائط پر تم نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی بیعت کی تھی
ببيعتهم منكم ببيعتي قالوا يا امير	پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں تم میری نسبت وفاداری کا زیادہ
المومنين قل كما قال العبد الصالح	حق دار سمجھتے ہو۔ کہنے لگے اے امیر المومنین! آپ
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ	بھی فرما دیجئے جیسے حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ آج
لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فقال	تم پر کوئی زیادتی نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے
كذلك اقول يغفر الله لكم وهو	اور وہ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے تو آپ نے فرمایا میں
ارحم الراحمين.	بھی کہتا ہوں کہ اللہ تمہیں معاف کرے"۔

اس اقتباس کے الفاظ پر غور کیجئے:

(۱) یہ حضرت علیؓ کا اپنا قول ہے کسی اور امام یا کسی مجتہد کا قول نہیں۔

(۲) آپ نے دوٹوک فیصلہ دیا کہ جس طرح تم لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی میں نے بھی اسی طرح کی تھی اب یا تو ثابت کیا جائے کہ سب نے تقیہ کیا تھا، یا تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت علیؓ نے بھی باقی صحابہ کی طرح دل سے بیعت

Scanned with Car

کی تھی۔ اسی طرح یا تو ثابت کیا جائے کہ سب سے جبراً بیعت لی گئی تھی یا مان لیا جائے کہ سب صحابہ کی طرح حضرت نے بھی برضا ورغبت بیعت کی تھی، یہ کما بایعتموہ. کہہ کر حضرت علیؓ نے ہر حیلہ جو، کج بیں اور افترا پرداز کے منہ پر وہ چپت رسید کی ہے کہ قیامت تک اس کی ٹیس اٹھتی رہے گی۔

(۳) اب تو الزامی بیان کہنے والوں کو شرم ہی آنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيْراً"

"حق کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ کی جو مخالفت کرتا ہے اس طرح کہ سابقہ مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ نکالتا ہے ہم اسے اسی گمراہی میں چلائیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے۔"

حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے خطاب کرتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دے کر بیعت کے سلسلے میں ایک اصول بیان فرمایا:

وانما شوری للمهاجرین	خلافت کے مشورے کا حق صرف مہاجرین و انصار کو
والانصار فان اجتمعوا علی	ہے کسی شخص پر اگر وہ متفق ہو جائیں اور اس کو امام و
رجل وسموہ اما ما کان ذلک	خلیفہ بنادیں تو ان کا پسندیدہ اللہ کا پسندیدہ ہوگا۔ جو
للہ رضا فان خرج عن امرهم	شخص ان کے مشورے کا مخالف ہو۔ اعتراض کرے یا
خارج بطعن او بدعة ردوه الی	نئی راہ نکالے تو اسے سیدھی راہ پر واپس لاؤ جو مہاجرین
ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی	وانصار کا فیصلہ ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ
اتباعه غیر سبیل المومنین وولاه	کرو۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر اسلام سے
الی ما تولیٰ ولعمری معاویه لو	نکل چکا اور اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیرے رکھے گا

Scanned with Car

نظـرت بـعقلك دون هواک لتجدني ابرأ الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلة منه. (شرح نہج البلاغہ میثم بحرانی ۴: ۳۵۲)	جدھر وہ پھر چکا اے معاویہ! مجھے اپنی جان کی قسم اگر تم نفس کی اتباع کی جگہ عقل سے کام لو تو یقیناً مجھے خون عثمان سے بری الذمہ پاؤ گے اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس قتل سے بالکل علیحدہ تھا۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ:

(۱) حضرت علیؓ اپنی خلافت کا حق امیر معاویہ سے منوانا چاہتے ہیں، مگر کوئی نص نہیں پیش کی حالانکہ اس موقع پر نص سے بڑھ کر کوئی دلیل کارگر نہ تھی۔

(۲) آپ نے یہ اصول بیان کیا کہ مہاجرین وانصار جس کو خلافت وامامت کا مستحق قرار دیں وہی امام برحق اور خلیفہ راشد ہے اور وہی اللہ کا پسندیدہ ہے۔ یعنی آپ نے بتادیا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر مہاجرین وانصار کا اجماع تھا۔ انہوں نے ان کو خلیفہ چنا ہے۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ امام برحق بھی تھے اور اللہ کے پسندیدہ بھی تھے اور یہ بھی واضح کردیا کہ خلافت وامامت کے لئے نص کی تلاش کی ضرورت نہیں بلکہ مہاجرین وانصار کے اجماع کی ضرورت ہے۔

(۳) مہاجرین وانصار کے فیصلہ کے بعد جو شخص ان کے فیصلہ کو چھوڑ کر نئی راہ نکالتا ہے وہ واجب القتل ہے اور خارج از اسلام ہے۔ یعنی حضرت علیؓ نے یہ واضح کردیا کہ انہوں نے تقیہ کر کے خلفائے ثلاثہ کی بیعت نہیں کی تھی۔ بلکہ ان کے فیصلہ کو اللہ کا پسندیدہ فیصلہ سمجھ کر سچے دل سے بیعت کی تھی۔ اگر کہا جائے کہ تقیہ کیا تھا تو ظاہراً وہ جرم سے بچ گئے، مگر وہ عنداللہ تو واجب القتل اور خارج از اسلام ہی ٹھہرے اس سے وہ کیسے بچ سکتے تھے۔

لہٰذا حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کو بتادیا کہ جس طرح میں نے مہاجرین وانصار کے فیصلہ کو اللہ کا پسندیدہ فیصلہ سمجھ کر خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی اسی طرح آج مہاجرین وانصار کے میرے حق

Scanned with Car

میں فیصلہ کو تم بھی اللہ کا پسندیدہ فیصلہ تسلیم کرو اور میری بیعت کرلو۔

اس اصول پر علامہ بحرانی نے مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

شرح نہج البلاغہ علامہ میثم بحرانی ۴:۳۵۳

وحصر الشوری والاجماع فی المهاجرین والانصار لانهم اهل الحل والعقد من امة محمد ﷺ فاذا اتفقت کلمتهم علی حکم من الاحکام کاجتماعهم علی بیعة وتسمیة اماما کان ذلک اجماعاً حقا هو رضی الله ای مرضی له وسبیل المومنین الذی یجب اتباعه فان خالف امرهم وخرج بطعن فیهم او فیمن اجمعوا علیه کخلاف معاویه طعنه فیه بقتل عثمان ونحوه او بدعة کخلاف اصحاب جمل وبدعتهم فی نکث بیعته ردوه الی ما خرج عنه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المومنین حتی یرجع الیه وولاه الله ما تولی واصلاه جهنم".	اور حضرت علیؑ نے شوری اور اجماع کو مہاجرین و انصار کی جماعت میں بند کردیا۔ کیونکہ امت محمدیہ میں وہی لوگ اہل حل وعقد ہیں۔ اگر مہاجرین و انصار کسی حکم پر متفق ہو جائیں جیسے حضرت علی کی بیعت پر متفق ہو گئے۔ یہ اجماع ان کا حق ہے اور وہی خدا کا پسندیدہ ہے اور یہی اہل ایمان کی راہ ہے جس کی اتباع واجب ہے اور اگر کوئی شخص ان مہاجرین وانصار پر یا ان کے فیصلہ پر طعن کرکے ان کا مخالف ہو جائے جیسے امیر معاویہ کا ان پر قتل عثمان کا طعن کرکے ان کے مخالف ہونا یا اصحاب جمل کی طرح نئی راہ نکال کے اور بیعت توڑ کے مخالف ہونا۔ سو ایسے شخص کو اسی سیدھی راہ پر لاؤ جہاں سے وہ ہٹا ہے اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑو، کیونکہ وہ مسلمانوں کی راہ سے ہٹ گیا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اگر نہ لوٹا تو اسے گمراہی پر چھوڑ دے گا اور اسے جہنم میں پہنچا دے گا۔"

شرح نہج البلاغہ در النجفیہ صفحہ ۲۹۸ پر بعینہ یہی عبارت موجود ہے اور شرح نہج البلاغہ فیض

۱۱۱۱-۱۱۰۲:۸۳۴ یہی عبارت فارسی موجود ہے۔

Scanned with Car

ان شارحین نے حضرت علیؓ کے قول کی شرح کرتے ہوئے کسی قسم کا ابہام باقی نہیں رہنے دیا انہوں نے واضح کر دیا کہ:

(۱) خلافت و امامت کے لئے فیصلہ کن بات مہاجرین و انصار کا اجماع ہے اور بس۔

(۲) حضرت علیؓ اپنی خلافت امیر معاویہ سے منوانا چاہتے تھے اگر اس کے لئے کوئی نص ہوتی تو یقیناً پہلے وہی پیش کرتے۔

(۳) مہاجرین و انصار جس کی امامت اور خلافت پر اجماع کر لیں وہی خدا کا پسندیدہ ہے لہٰذا خلفائے ثلاثہ کی طرح حضرت علیؓ بھی خلیفہ برحق ہیں۔

(۴) مہاجرین و انصار کا راستہ سبیل المومنین ہے اور ان کا اتباع واجب ہے۔

(۵) مہاجرین و انصار کی ذات یا ان کے فیصلے پر جو طعن کرے وہ مسلمانوں کی راہ چھوڑ بیٹھا لہٰذا واجب القتل ہے بقول حضرت علیؓ ظاہر ہے کہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے حق میں مہاجرین و انصار کے فیصلے پر طعن کر کے واجب القتل ٹھہرتے اور مسلمانوں کی راہ کو چھوڑ بیٹھتے۔

(۶) یہ اصول حضرت علیؓ کا بیان اور ان کا فتویٰ ہے لہٰذا جو شخص حضرت علیؓ کے فتویٰ کو قبول نہیں کرتا وہ مہاجرین و انصار کا مخالف حضرت علیؓ کا دشمن اور اسلام سے کوسوں دور۔

ایسی واضح بات اور اتنے صاف فیصلہ کا انکار کرنے کے لئے اچھا خاصا فن کار ہونے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس فن کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزا احمد علی امرتسری نے فرمایا تھا کہ امیر معاویہ چونکہ منصوص خلافت کے منکر تھے اور اجماعی خلافت کے قائل تھے اس لئے حضرت علیؓ نے یہ الزامی جواب دیا اور اپنی خلافت کے ثبوت میں مہاجرین و انصار کے اجماع کا اصول پیش کیا۔

بات تو خوب بنائی گئی مگر لوگ کہتے ہیں کہ المعنی فی بطن الشاعر اس لئے اگر یہ بیان الزامی ہے تو صاحب بیان حضرت علیؓ کا قول پیش کیا جائے۔ آپ اس واضح بیان میں اپنی پسند کا مفہوم داخل کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔ ورنہ آپ بات بنا نہیں رہے بلکہ حضرت علیؓ کی تکذیب کر رہے ہیں۔

Scanned with Cam

اگر بات وہی ہوتی جو آپ بنا رہے ہیں تو حضرت علیؓ پہلے اپنا عقیدہ پیش کرتے کہ خلافت منصوصی ہے اور میری خلافت پر نص موجود ہے اور اے معاویہؓ! اگر تم اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے تو تمہارے عقیدے کے مطابق میں ثبوت دیتا ہوں کہ میری خلافت پر بھی مہاجرین وانصار کا اسی طرح اجماع ہوا ہے جیسے خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر ان کا اجماع ہوا تھا۔ مگر حضرت علیؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا وہی عقیدہ بیان کیا جو سب مسلمانوں کا تھا کہ مہاجرین وانصار جس کی امامت پر متفق ہو جائیں وہ شخص اللہ کا پسندیدہ ہے۔ اگر اس سیدھی بات کو تسلیم نہ کریں اور اسے الزامی جواب قرار دیں تو اس پر کئی سوال اٹھتے ہیں مثلاً یہ کہ:

ایسے مناسب موقع پر حضرت علیؓ نے اپنی خلافت منوانے کے لئے نص کیوں نہ پیش کی یہ اقدام ایک طرف تو کتمان حق ہے دوسری طرف شیعہ کو گمراہی میں دھکیل دینا ہے اور کتمان حق کرنے والوں کے لئے اللہ کی وعید ہے اُولٰئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْن۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کا عقیدہ وہی تھا جو آپ نے ظاہر کر دیا۔

سید علی نقی شارح نہج البلاغہ نے اس خطبہ میں تھوڑی سی تحریف کی ہے لکھتے ہیں:

''پس بعقیدہء شما کہ خلافت از جانب خدا و رسول تعین نشدہ بلکہ باجماع امت بر قراری گردد''۔

مگر شارح حضرت علیؓ کے الفاظ میں 'بعقیدہ شما'' کا اضافہ کرتے ہوئے یہ بھول گئے کہ آپ نے فرمایا **انه بایعنی القوم الذی بایعوا ابا بکر وعمر و عثمان علی ما بایعوهم علیه** یعنی ان لوگوں نے میرے ہاتھ پر ان شرائط پر بیعت کی جن شرائط پر ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

وہ شرائط کیا تھیں، یہی کہ کتاب وسنت پر عمل کرنا اور رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلنا اگر یہاں ''بعقیدہء شما'' کا اضافہ کریں تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اے معاویہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ بیعت ہوئی کتاب وسنت پر عمل کرنے پر اور حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے پر مگر میرا عقیدہ یہ نہیں۔

Scanned with Car

کیا آپ اس لفظ کے اضافہ سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی شرط یہ تھی کہ کتاب وسنت کی مخالفت کرنی ہے اور رسول ﷺ کا اتباع ہرگز نہیں کرنا ہے (معاذ اللہ) اور بعقیدہ ءشما مہاجرین وانصار کے مقرر کردہ خلیفہ کی مخالفت کرنے والا واجب القتل ہے اور خارج اسلام ہے اور جہنمی ہے۔ مگر میرا عقیدہ یہ نہیں اس لئے اے معاویہ! نہ تم واجب القتل نہ خارج از اسلام نہ جہنمی۔ کیا امیر معاویہ سے اپنی خلافت کا حق منوانے کا یہی طریقہ ہے۔

چند تفسیری نکات اور فضیلت خلفائے ثلاثہ

اب ہم آیت کے الفاظ کی تشریح اور اسکی تفسیر اور شیعہ کے خیالات پیش کرتے ہیں۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ: وعدہ ان لوگوں سے کیا گیا جو مومن اور صالح ہوں۔

نیز نزول آیت کے وقت جو حاضر تھے اس سے واضح ہوگیا کہ یہ وعدہ رسول اللہ ﷺ سے نہیں، بلکہ آپ کے متبعین سے ہے۔ کیونکہ نبی تو بعثت کے وقت سے ہی خلیفہ ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی کو خلافت کا وعدہ دینا ایسا ہے۔ جیسے خلیفہ کو کہا جارہا ہے کہ ہم تمہیں خلافت دیں گے یہ تو تحصیل حاصل ہے۔

منکم:۔ میں "من" بعضیہ ہے بیانیہ نہیں کیونکہ ضمائر پر جو مِنْ داخل ہوتا ہے وہ بعضیہ ہوتا ہے

لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ:۔ خلافت فی الارض دو قسم ہے، لغوی اور شرعی۔

لغوی کا مطلب یہ ہے کہ ایک کو ہٹا کر دوسرے کو اس کی جگہ مکان دینا۔ وطن بنانا وغیرہ۔ شیعہ علماء نے یہ معنی کئے ہیں کہ مکہ اور دوسری جگہوں سے ہجرت کرکے مدینہ وطن بنانا ہے مگر آیت میں لغوی معنی مراد نہیں کیونکہ ایک جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ متوطن ہونا مومن صالح، فاسق، کافر سب کو حاصل ہے اور قرآن نے وعملوا الصالحات کی قید لگائی ہے اور ایمان کی قید لگائی ہے لغوی معنی مراد لینے سے یہ دونوں قیدیں لغو اور بے معنی ہو جاتی ہیں۔ تیسری قید الارض کی ہے۔ قرآن نے جہاں کہیں خلافت یا حکومت کے ساتھ الارض کی قید لگائی ہے وہاں یقیناً تسلط اور حکومت مراد ہوتی ہے، جیسے:

Scanned with Cam

(۱) اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ

(۲) یَادَاوٗدُ فَاجعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ۔

(۳) وَکَذَالِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ۔

(۴) اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ۔

اس قید سے وہ خلافت اس وعدہ سے خارج ہے جو شیعہ کے ہاں ذہنی، وہمی، روحانی، خفی، غیر ظاہری اور غیر جلی وغیرہ کے لفظوں سے تعبیر کی جاتی ہے گو خلافت سے خلافتِ لغوی بھی مراد ہوتی ہے مگر اس آیت میں لغوی مراد نہیں ہو سکتی۔ اس خلافت کو رب العالمین نے سابقہ خلافتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ کما استخلف الذین من قبلھم۔ سابقہ خلافتوں کے متعلق قرآن مجید نے یہ فرمایا کہ:

(۱) وَاٰتَیْنَاھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا: ہم نے ان کو بہت بڑے ملک کی حکومت دی۔

(۲) اِذْجَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَاءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا!

اکثر مفسرین نے اس آیت سے خلافت حضرت موسیٰ مراد لی ہے کہ ان کے بعد ان کے تین خلفاء حضرت یوشع بن حضرت طالب اور حضرت یوساقوس مراد ہیں۔ ان تینوں خلفاء کے حالات خلفائے ثلاثہ صدیق و فاروق و عثمان سے ملتے جلتے ہیں۔ بعض مفسرین نے حضرت داؤد کی خلافت مراد لی۔ ان کے بعد حضرت سلیمانؑ حاکم ہوئے۔

ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ دونوں مراد ہو سکتی ہیں۔ اس تشبیہ سے واضح ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت ہمرنگ نبوت اور علی منہاج النبوت تھی۔ صرف ظاہری دنیوی حکومت نہیں تھی۔

آیت میں اللہ تعالیٰ نے موعودین کے ساتھ خلافت کے ساتھ تمکین دین و استحکام دین کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ ان نعمتوں کو پورا کرنے کا خلفائے ثلاثہ کو آلہ بنایا ہے۔

اس حقیقت کا اظہار حضرت علیؓ نے ان الفاظ میں فرمایا:

Scanned with Car

درۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ طبع قدیم صفحہ ۳۹۲، اور شرح میثم بحرانی ۵: ۴۶۳ حضرت فاروق کی تعریف میں فرمایا:

وولیھم وال فاقام واستقام حتیٰ ضرب الدین بجرانہ ان الوالی ھو عمر بن الخطاب (میثم)	اور حاکم ہوا مسلمانوں کا ایک حاکم اور اس نے قائم کیا دین کو حتیٰ کہ دین نے اپنا سینہ زمین پر رکھ دیا والی سے مراد عمر بن الخطاب ہے۔
ان الوالی ھو عمر بن الخطاب (درۃ النجفیہ)	والی سے مراد عمر بن الخطاب ہے۔
وضرب بجرانہ کنایۃ بالوصف المستعار عن استقرارہ وتمکنہ کتمکن البعیر البارک من الارض.	سینہ زمین پر رکھ دیا کنایہ ہے اس سے مراد قرار پکڑنے اور تمکن ہونے کے جیسے بیٹھنے والا اونٹ جب زمین پر سینہ ٹیک دیتا ہے تو جم کے بیٹھ جاتا ہے

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آیت استخلاف میں جو تمکین دین کا وعدہ ہے وہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے پورا ہوا۔ حضرت علیؓ کے عقیدہ کے مطابق حضرت عمرؓ نہ صرف کامل دیندار ہیں بلکہ دین کے ایسے خادم ہیں کہ انہوں نے دین اسلام کو استحکام بخشا۔

اور شیعہ تفسیر المیز ان فی تفسیر القرآن ۱۵: ۱۵۲

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم قال تمکین الشیء اقرارہ فی مکان وھو کنایۃ عن ثبات الشیء من غیر زوال و اضطراب و تزلزل بحیث یوثر اثرہ من غیر مانع ولا حاجز فتمکن الدین ھو کونہ معمولا بہ فی المجتمع من غیر کفر بہ واستھانۃ بامرہ.	کسی شے کے تمکن ہونے سے مراد قرار پکڑنا ہے یہ کنایہ ہے شے کا اپنی جگہ پر ثابت وقائم ہونا اس طور پر کہ نہ زوال ہو نہ اضطراب، نہ تزلزل۔ اس حیثیت سے کہ دین کسی مانع یا رکاوٹ کے بغیر پورا اثر کرے۔ پس تمکین دین یہ ہے کہ پورے دین پر عمل ہو اسطرح کہ نہ انکار کا شائبہ رہے نہ دین کے احکام کی توہین کا۔

حضرت علیؓ کے کلام سے ثابت ہوا دین کو تمکین حاصل ہوئی عمر فاروقؓ کے ہاتھ سے اور تملین

Scanned with Car

سے مراد یہ ہوئی کہ دین کو وہ قوت حاصل ہوئی جسے زوال اور تزلزل کا اندیشہ نہ رہا۔ ثابت ہوا کہ آیت استخلاف میں تمکین دین کا وعدہ حضرت عمرؓ جیسے کامل الایمان خلیفہ کے ہاتھوں پورا ہوا۔

موعودہ خلافت سے مراد ان خلفاء کی خلافت ہے جن کے عہد میں قیصر و کسریٰ اور دیگر سلطنتیں مملکت اسلامیہ میں شامل ہوئیں چنانچہ:

تفسیر منہج الصادقین ۶:۳۳۵

دراندک فرصتے حق تعالیٰ بوعدہ مومناں وفا نمودہ جزائر عرب و دیار کسریٰ و بلاد روم بدیشاں ارزانی داشت۔	تھوڑی سی مدت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا کہ جزائر عرب مملکت کسریٰ اور روم کے علاقے مومنوں کے ہاتھوں فتح ہوئی۔

یعنی یہ وعدہ اس عہد میں پورا ہوا جسے خلافت علی منہاج النبوۃ کہتے ہیں۔ اس کے بعد کی حکومت کو نبی کریم ﷺ نے ملک عضوض کا نام دیا ہے یہ وہ حکومت ہے جس کا ظاہر زمین پر تسلط ہو اور باطن میں پورے دین کو نہ سنبھال سکے اس میں من وجہ ہدایت ہوئی ہے۔ من وجہ عدم ہدایت۔

تیسری قسم وہ حکومت یا ریاست عامہ ہے جو ظاہراً و باطناً خدا اور رسول ﷺ کی بغاوت کی آئینہ دار ہو۔ ایسی حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت مقرر ہوتی ہے جب کسی قوم کو سزا دینا یا تباہ کرنا مقصود ہو۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهِ الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيراً	جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں۔
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ.	شیعہ تفسیر صافی۔
ليجعلنهم خلفاء بعد نبيكم.	اللہ ان کو نبی ﷺ کے بعد خلیفہ بنائے گا۔

یعنی موعودہ خلافت وہی ہے جو نبی کریم ﷺ کے بعد متصل خلفائے ثلاثہ کو اللہ نے عطا کی

Scanned with Car

اور تفسیر مجمع البیان، شیخ ابو علی طبرسی۔

لیورثنهم ارض الکفار من العرب والعجم فیجعلهم سکانها و ملوکها.	یعنی ان کو کفار کی زمین کا عرب و عجم میں وارث بناؤں گا، ان کی زمین میں ان موعودہ مومنین کو سکونت دوں گا اور ان کو حاکم و بادشاہ بناؤں گا۔

عرب و عجم کی کفار کی زمین کو فتح بھی خلفائے ثلاثہ نے کیا اور اس پر حکومت بھی انہوں نے کی۔

تفسیر شیعہ مجتہد طباطبائی صفحہ ۱۵۳

انها رأیت الاستخلاف) واردة فی اصحاب النبی ﷺ وانجز الله وعده لهم باستخلافهم فی الارض وتمکین دینهم و تبدیل خوفهم امنا بما اعز الاسلام بعد رحلة النبی ﷺ فی ایام الخلفاء الراشدین والمراد باستخلافهم استخلاف الخلفاء الاربعة بعد النبی ﷺ والثلاثة الاول منهم ونسبة الاستخلاف الی جمیعهم مع اختصاصه ببعضهم وهم الاربعة او الثلاثة من قبیل نسبة امر البعض الی الکل کقولهم قتل بنو فلان.	یہ آیت نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اپنا وعدہ یوں پورا کیا کہ انہیں زمین کی خلافت دی، ان کے دین کو استحکام دیا، ان کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ اسلام کا غلبہ اس کا سبب بنا۔ یہ سب نبی کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا۔ استخلاف سے مراد خلفائے اربعہ ہیں یا خلفائے ثلاثہ ہیں۔ تمام کی طرف خلافت کی نسبت کنایہ ہے۔ خلافت بعض کی کل کی طرف، جیسے کہا جاتا ہے: فلاں قوم نے قتل کیا۔ (حالانکہ سب لوگ قتل نہیں کرتے، اسی طرح تمام صحابہ خلیفہ نہیں ہوئے۔ یہاں بھی نسبت بعض کی کل کی طرف ہے) (شیعہ مفسر نے مِن کو تبعیضیہ تسلیم کیا ہے)

بات اتنی واضح ہے کہ مزید تجزیہ اور تبصرہ کی محتاج نہیں۔ اقتباس کا نتیجہ یہ ہے:

(۱) یہ آیت حضور ﷺ کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی یعنی اس کا مصداق مہاجرین و

Scanned with Car

انصار ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان سے خلافت وحکومت دینے کا وعدہ کیا اور وہ وعدہ پورا کردیا۔یعنی خلفائے ثلاثہ جو انہیں مہاجرین وانصار میں سے ان کی خلافت وہی موعودہ خلافت ہے۔

(۳) ان کے ہاتھوں دین حق کو استحکام دیا۔

(۴) خوف کے بعد امن دے کر یہ وعدہ بھی پورا کیا۔

(۵) شیعہ مجتہد نے تسلیم کیا کہ یہ وعدہ نبی کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں پورا ہوا۔

(۶) اصل میں یہ وعدہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پورا ہوا، مگر خلفائے راشدین کہنا صرف کنایہ ہے خلافت بعض کی کل کی طرف۔

(۷) شیعہ مجتہد نے حضرت علیؓ کی تقلید کی آپ نے خلفائے ثلاثہ کو سب سے پہلے خلفائے راشدین کے لقب سے یاد کیا یہاں شیعہ مجتہد نے بھی خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین لکھا۔

(۸) شیعہ مجتہد نے مِنْ کو تبعیضیہ تسلیم کیا ہے۔

تاریخی شہادت

لیستخلفنھم فی الارض.	حیات القلوب ۲:۱۷۱۔
ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرت ﷺ نظر کرد سوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک وپر مود بود۔پس فرمود کہ چگونہ خواہد بود حال تو در ہنگام کہ دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست ہا کردہ	ابن آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ کی سراقہ بن مالک کے بازوؤں پر نگاہ پڑی کہ باریک اور بالوں سے پر تھے۔فرمایا کہ وہ کیا منظر ہوگا جب تم نے شاہ عجم کے کنگن ان کلائیوں میں پہن رکھے ہوں گے۔

Scanned with Car

باشی۔ پس چوں در زمان عمرؓ فتح مدائن کردند عمر اورا طلبید و دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دستہائے او کرد و فرمود چوں مصر را فتح کنید قبطیاں را مکشید کہ مادر ابراہیم ماریہ از ایشاں است و فرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد۔ چوں آنرا فتح کنید کلیسائے کہ جانب شرقی آں واقع است آں را مسجد کنید۔"	پس جب عہد فاروقی میں مدائن فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور شاہ فارس کے کنگن اس کی کلائی میں ڈال دیئے۔ حضور نے پھر فرمایا کہ جب تم مصر فتح کرو تو قبطیوں کو قتل نہ کرنا کہ ابراہیم کی ماں (ماریہ) اسی قبیلہ میں سے ہے۔ اور جب رومیہ کو فتح کرو تو مشرقی جانب جو گرجا ہے اس کو مسجد بنانا۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تم میرے بعد ایران کو فتح کرو گے اور شاہ ایران کے کنگن سراقہ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں حضور ﷺ کی پیشگوئی پوری ہوئی اور انہوں نے حضور ﷺ کا فرمان پورا کر دیا۔ کہ شاہ ایران کے کنگن سراقہ کو پہنائے، گویا **لیستخلفنھم فی الارض** کا خدائی وعدہ پورا ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد خلیفہ عمرؓ نے ایران کو فتح کیا۔

دوسری بات حضور ﷺ نے فرمائی کہ تم مصر کو فتح کرو گے۔ تیسری بات رومیہ فتح کرو گے۔ یہ پیشگوئیاں بھی حضرت عمرؓ کے عہد میں پوری ہوئیں۔ فاروق اعظمؓ نے وہاں مسجد بنوائی۔ یعنی **لیستخلفنھم فی الارض** کے مصداق حضرت عمرؓ کو تسلیم کیا گیا۔

حیات القلوب ۲: ۷۷ ۲ عفیف راوی کہتا ہے۔

من باعباس گفتم کہ ایں چہ دین است کہ ماندیدم ہرگز گفت ایں محمد بن عبداللہ است و دعویٰ میکند کہ خدا اورا فرستادہ است میگوئید کہ گنجہائے کسریٰ و قیصر برائے او فتح خواہد شد۔	میں نے عباس سے کہا یہ کیسا دین ہے کہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہا یہ محمد بن عبداللہ ہے دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو بھیجا ہے کہتا ہے کہ کسریٰ و قیصر کے خزانے اس کے لئے فتح ہوں گے۔

یعنی حضرت عباس نے جواب دیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے رسول اللہ ﷺ کے لئے فتح ہوں گے اور یہ پیشگوئی خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔

Scanned with Car

حیات القلوب ۲: ۲۸۰

آنحضرت بمسجد آمد و نجر اسماعیل ایستاد و بصدائے بلند ندا کرد کہ اے گروہ قریش وای طوائف عرب شمارا می خوانم بسوئے شہادت بوحدانیت خدا و ایمان آوردن پیغمبری ءمن وامر می کنم شمارا کہ ترک کنید بت پرستی را و اجابت نمائید مرا در آنچہ شمارا باں می خوانم تا بادشاہان عرب گردید و گروہ عجم شمارا فرمانبرداراں گردند و در بہشت بادشاہاں باشید۔	نبی کریم ﷺ مسجد حرام میں آئے حجر اسمٰعیل کے پاس کھڑے ہوکر بلند آواز سے فرمایا کہ اے گروہ قریش اور اے قبائل عرب میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کی توحید اور میری رسالت کی شہادت دو اور میں حکم دیتا ہوں کہ بت پرستی چھوڑ دو اور جو میں کہتا ہوں اسے قبول کرو، تاکہ تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ اور عرب کے لوگ تمہارے حکم کے تابع ہو جائیں اور تم بہشت میں بھی بادشاہ بنو۔"

حضور ﷺ کی یہ سب پیشگوئیاں حضور ﷺ کے سچے جانشین خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں پوری ہوئیں اور اللہ کے وعدے لیستخلفنهم فی الارض کی عملی تفسیر خلفاء ثلاثہ کے عہد میں سامنے آگئی۔

(۱) حملہ حیدری علامہ باذل ۱: ۱۶ حضور ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا:

کہ اے عم چہ بد میکنم من بہ قوم	رہے مینایم کہ یو ما فیوم
بیابد ازاں حکم ایشاں رواج	ستانند از خسرواں ساج و باج
ز ملک عرب تا دیار عجم	گزارند بر حکم ایشاں قدم

"چچا جان میں نے اپنی قوم کے ساتھ کونسی برائی کی ہے صرف یہی کہ میں حق کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہوں۔ اگر قوم نے میری بات مان لی تو دنیا ان کے زیر نگیں ہوگی، عرب و عجم پر ان کا حکم چلے گا"۔

اس پر ابوجہل نے پوچھا کہ وہ کونسا کلمہ ہے جس کے کہنے پر یہ حکومت مل سکتی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

Scanned with Car

(۲) کہ گویند از صدق بے اشتباہ　　نباشد جز اللہ دیگر الٰہ

''انہیں چاہئے کہ صدق دل سے اقرار کریں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں''۔

حضور ﷺ کی یہ پیشگوئی خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پوری ہوئی۔

حملہ حیدری باذل ا:۲۳۵

شاہ ایران نے باذان کو حضور ﷺ کی گرفتاری کے لئے بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

(۳) بگویند اول جواب سلام　　رسانید آنگہ ز من ایں پیام

کہ از قدرت قادر ذوالجلال　　شود پاک گیتی ز کفر و ضلال!

ہمہ اہل ایران و اہل یمن!　　بزودی درآیند در دین من

''شاہ کو میرا اسلام کہنا اس کے بعد یہ پیغام دینا کہ اللہ کی قدرت سے اللہ کی زمین کفر اور گمراہی سے پاک ہو جائے گی اور اہل ایران اور اہل یمن جلد ہی میرے دین میں آجائیں گے۔''

دنیا کو کفر و ضلال سے پاک کیا تو خلفائے ثلاثہ نے اور اہل ایران و یمن کو دین محمدی کا گرویدہ بنایا تو خلفائے ثلاثہ نے دین خلفائے ثلاثہ دین محمدی تھا۔

حملہ حیدری باذل ا:۲۲۹ قیصر روم نے فتح اسلامی کی خوشخبری خود دی۔

کہ بر کشور ما بزودی شوند　　مسلط گروہے کہ ختنہ کنند

ہماری سلطنت پر جلد ہی ایک ایسی قوم مسلط ہو جائے گی جن میں ختنہ کا رواج ہے یہ پیشگوئی بھی خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پوری ہوئی۔

لیستخلفنهم فی الارض کی تفسیر اور واقعہ خندق

(۱) شیعہ تفسیر مجمع البیان صفحہ ۳۴۱ وہ سخت پتھر جو حضور ﷺ کی ضربوں سے ٹوٹا اور حضور ﷺ نے فرمایا:

Scanned with Car

اما الاولیٰ فان الله عز و جل فتح علیّ بها الیمن و اما الثانیة فان الله عز و جل فتح علیّ بها الشام والمغرب و اما الثالثة فان الله عز و جل فتح علیّ بها المشرق فاستبشر المسلمون	حضورﷺ نے فرمایا کہ میری پہلی ضرب پر اللہ نے مجھ پر یمن فتح کیا دوسری پر شام اور مغرب میرے لئے فتح ہوئے، تیسری ضرب پر مشرق اس خوشخبری سے مومن خوش ہوئے۔

حضورﷺ نے تینوں فتوحات کے ساتھ علی فرمایا: مگر یہ ممالک فتح ہوئے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں۔ گویا حضورﷺ نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ فرمایا۔ کیونکہ خلفائے ثلاثہ نے حضورﷺ کے مشن کی تکمیل کی۔

(۳) تفسیر قمی۔ علی بن ابراہیم شاگرد امام حسن عسکری ۲:۱۷۸

ثم اخذ هولا فضرب ضربة فبرقت برقة فنظرنا فيها الى قصور الشام ثم ضرب اخرىٰ فبرقت برقة فنظرنا فيها الى قصور المدائن ثم ضرب اخرىٰ فبرقت برقة اخرىٰ فنظرنا فيها الى قصور اليمن فقال رسول الله ﷺ اما انه سيفتح الله عليكم هذه المواطن التي برقت فيها البرق.	پھر حضورﷺ نے ہول لے کر ایک ضرب لگائی اس سے روشنی اٹھی جس میں ہم (صحابہ) نے شام کے شاہی محل دیکھے دوسری ضرب پر روشنی اٹھی تو مدائن کے شاہ محل دیکھے۔ تیسری ضرب پر روشنی اٹھی تو ہم (صحابہ) نے یمن کے محل دیکھے۔ تو حضورﷺ فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تم (صحابہ) کے ہاتھوں یہ ممالک فتح کرے گا جو تم نے اس روشنی میں دیکھے ہیں۔

صحابہؓ کے ہاتھوں خلفائے ثلاثہ کی قیادت میں استخلاف فی الارض کا وعدہ پورا ہونے کی پیشگوئی کی جارہی ہے۔

(۴) تفسیر صافی طبع ایران صفحہ ۳۳۶

"ثم اخذ الهول فضرب ضربة فبرقت برقة فنظرنا فيها الى قصور

Scanned with Cam

الشام ثم ضرب اخریٰ فبرقت برقة اخریٰ فنظرنا فیها الیٰ قصور المدائن ثم ضرب اخریٰ فبرقت برقة اخریٰ فنظرنا فیها الی قصور الیمن فقال رسول الله ﷺ اما انه سیفتح الله علیکم هذه المواطن التی برقت فیها البرق"۔

(۴) تفسیر المیزان فی تفسیر القرآن ۱۱: ۲۹۳

" اما الاولیٰ فان الله عز و جل فتح علیّ الیمن واما الثانیة فان الله عز وجل فتح علیّ الیمن واما الثانیة فان الله عز و جل فتح علیّ بها الشام والمغرب واما الثالثة فان الله عز وجل فتح علیّ بها المشرق فاستبشر بذٰلک المسلمون"۔

(۵) تفسیر منہج الصادقین ۷: ۲۸۹

''حضرت متین رابدست مبارک گرفت وبسم اللہ گویاں براں سنگ زدودوانگ آں سنگ بشکست ونوری ازاں مانند برق بجست مانند مصباح در جوف لیل مظلم ودراں روشنی نظر انور سید اطہر ﷺ بر قصر ہائے شام افتاد گفت اللہ اکبر مفاتیح شام بمن دادند۔ ومسلمانان نیز تکبیر کردند ونوبت دوم ضربتے دیگر برآں زدودوانگ دیگر شکستہ شدہ نوری دیگر از وظاہر گشتہ قصور یمن بنظر اشرف درآمدہ گفت اللہ اکبر۔ مفاتیح یمن دردست من نہادند اہل اسلام نیز اللہ اکبر تکلم کردند سیم بارہ تمام سنگ رادرہم شکست و بنوری کہ ازاں درخشاں شد کوشکہائے کسریٰ بران حضرت مشاہدہ شد فرمود اللہ اکبر مفاتیح ممالیک فارس بقبضہ اقتدار من دادند موموناں دیگر بار بہ اللہ اکبر لب کشودند و خوشحالی شدند وگفتند الحمدللہ موعود صادق است''۔

بات وہی ہے مگر یہاں ذرا کھل کے سامنے آئی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ایران، شام، یمن وغیرہ ممالک حضور ﷺ کے زمانے میں فتح نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ خلفائے ثلاثہ کے عہد

Scanned with Car

میں مملکت اسلامیہ میں شامل ہوئے مگر حضورﷺ نے پتھر توڑتے وقت فرمایا مفاتیح بمن دادند کہ چابیاں مجھے دی گئیں۔ یعنی حضورﷺ نے فرمایا ان ممالک کو فتح کرنے والا ہاتھ میرا ہاتھ ہوگا۔ اور ان ممالک پر قبضہ کرنے والوں کا اقتدار میرا اقتدار ہے۔ اس منظر کے دیکھنے والوں اور اس بات کے سننے والوں نے دیکھ لیا کہ حضورﷺ کی پیشگوئی خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کی تفسیر اور تکمیل خلفائے ثلاثہ نے کی اور لیستخلفنھم فی الارض کے مصداق خلفائے ثلاثہ ہی بنے۔

(۶) روضہ کافی طبع جدید صفحہ ۱۸۲

"فتناول رسول اللہ ﷺ الھول فضرب بھا ضربۃ فنفرت بثلاث فرق فقال رسول اللہ ﷺ لقد فتح علیّ فی ضربتی ھذہ کنوز کسریٰ وقیصر

وہی بات صاحب روضہ کافی نے کہی کہ فتح علی کہ قیصر وکسریٰ کے خزانے میرے ہاتھ لگے۔ جس کا مطلب یہ ہے جنکے ہاتھ لگے وہ حضورﷺ ہی کے ہاتھ تھے اور وہ خلفائے ثلاثہ کے بغیر اور کون ہے جو اس کا مصداق ٹھہرے۔

(۷) حملہ حیدری علامہ باذل ۱:۱۶۵

چہ بُد ایں باشد چہ تعبیر آں — بتکبیر چوں کشودی زبان!
بپاسخ چنیں گفت خیر البشر! — کہ چوں جست برق نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ بمن! — دوم قیصر روم سوم از یمن
سبب را چنین گفت روح الامین — کہ بعد از من انصار و اعوان دین
بداں مملکتہا مسلط شوند! — بآئین من اھل آں بگروند
بریں مژدہ و شکر لطف خدا — بہر بار تکبیر کردم ادا!!!
شنیدند آں مژدہ چوں مومناں — کشیدند تکبیر شادی کناں

Scanned with Car

علامہ باذل نے تو کوئی لگی لپٹی رہنے نہیں دی۔

ہتھوڑے کی ضرب سے پیدا ہونے والی روشنی میں جو روم و شام ایران و یمن کے جو محل دکھائے گئے اس کی تعبیر اور سبب پوچھا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

(۱) میرے بعد دین اسلام کے سچے خادم ممد و معاون ان ممالک پر مسلط ہوں گے ظاہر ہے حضور ﷺ کے بعد ان ممالک پر اقتدار خلفائے ثلاثہ کو حاصل ہوا۔ گویا حضور ﷺ نے بصیرت نبوی ﷺ سے خلفائے ثلاثہ کو یہ سرٹیفکیٹ دے دیا کہ یہ میرے دین کے محافظ انصار و اعوان ہیں۔ اب اگر کوئی اس حقیقت کا انکار کرے اور خلفائے ثلاثہ پر کسی قسم کا طعن کرے تو ظاہر ہے کہ رسول کا دشمن، دین کا مخالف اور جھوٹا ہے۔

(۲) ان ممالک میں میرا دین اور میرا آئین جاری کریں گے۔ خلفائے ثلاثہ کے حق میں یہ حضور ﷺ کا دوسرا سرٹیفکیٹ ہے کہ یہ نہ صرف دین کے محافظ ہیں، بلکہ دین اسلام کے داعی مبلغ اور اسلام کو ہیئت مقتدرہ دینے والے ہیں۔

(۳) مومن اس مژدہ پر خوش ہوئے اور آج بھی خوش ہیں مگر جن کو اسلام سے بیر ہے ایمان سے دشمنی ہے وہ آج بھی دانہء اسپند نظر آتے ہیں۔ اپنی اپنی قسمت ہے۔

۸۔ حیات القلوب ۲:۲۱۹

"خاصہ و عامہ روایت کردند کہ در جنگ احزاب آنحضرت ﷺ کندن خندق را میانہء صحابہ قسمت فرمود کہ ہر چہل ذراع راده نفر حفر نمائند پس در حصہء سلمان و حذیفہ زمین سنگ رسید کہ کلنگ دراں اثر نمی کرد چوں سلمان در خدمت آنحضرت عرض کرد از مسجد احزاب بزیر آمد دکلنگ را از ایشاں گرفت و سہ مرتبہ زد وہ مرتبہ شیء ازاں جدا شد۔ دور ہر مرتبہ برق ساطع می شد کہ جہان روشن می شد واللہ اکبر می گفت وصحابہ اللہ اکبر می گفتند پس فرمود کہ در برق اول قصر ہائے یمن را دیدم وخدا آں را

Scanned with Car

بمن دادو در دوم قصر ہائے شام رادیدم وخدا آن را بمن دادو در برق سوم قصر ہائے
مدائن رادیدم وملک شاہاں عجم را بمن داد پس خدافرستادہ کہ لیظھرہ علی الدین
کلہ ولو کرہ المشرکون"۔

حیات القلوب کے تین حوالے گزر چکے ہیں۔مگر یہاں ملاباقر مجلسی نے ایک بات کا اضافہ کیا ہے کہ حضرت سلمان وحذیفہ کے حصے میں وہ جگہ آئی جہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ضربیں لگائیں اور ہر ضرب پر فرمایا کہ یہ ملک بمن دادیعنی اللہ نے مجھے دیا ہے۔مگر تاریخ شاہد ہے کہ یہ ملک تو خلفائے ثلاثہ کو اللہ نے عطا کئے۔پھر حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب کیا نکلا، یہی کہ دین اسلام کی توسیع اور اقتدار میں آنے میں میرے اور خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ میں کوئی فرق نہیں۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نا گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری!!!

دوسری نئی بات یہ بتائی، تیسری ضرب پر یہ آیت نازل ہوئی کہ لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔

یعنی ان ممالک کے فتح ہونے کا مطلب لیظھرہ علی الدین کلہ ہوگا۔ان ممالک کو فتح کرنے والے حضور ﷺ کے اس کام کی تکمیل کریں گے جو آپ نے دین کو غالب کرنے کے لئے شروع فرمایا تھا۔یعنی اللہ پاک نے تصدیق فرمادی کہ خلفائے ثلاثہ ہی دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے کام کی تکمیل کریں گے۔مگر آیت کا آخری حصہ ذرا قابل غور ہے، وہ یہ کہ خلفائے ثلاثہ کی خدمات کی رسول کریم علیہ السلام نے بھی بشارت دی۔اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق کردی۔مگر مشرکوں کو یہ بات ہرگز پسند نہ آئے گی واقعی ومن اصدق من اللہ قیلا اللہ سے بڑھ کر سچی بات کہنے والا اور کون ہے؟

آج تک مشرکوں کا یہ حال ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی دینی خدمات کا اعتراف تو کجاان کا نام

Scanned with Car

سنتے ہی مشرکوں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں۔

آیت استخلاف کی تفسیر کے سلسلے میں موعودین کی تعیین کے لئے شیعہ کتب سے یہ آٹھ اقتباسات مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ایسی ہی دوسری پیشگوئیوں کا ماحصل یہ ہے کہ:

(۱) ان میں سے نبی کریم ﷺ کے بعد جو خلفاء مقرر ہوئے ان کی قیادت میں جن لوگوں نے جہاد کیا۔

(۲) موعودین مہاجرین وانصار کا گروہ ہے۔

(۳) جن خلفائے محمد ﷺ نے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کو اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔

(۴) ان کی فتوحات کو رسول کریم ﷺ نے اپنی فتوحات قرار دیا۔

(۵) یہی حضرات دین اسلام کے اعوان وانصار تھے۔

(۶) انہی خلفائے ثلاثہ نے دین حق کو غالب کیا اور لیظہرہ علی الدین کلہ جو نبی کریم ﷺ کا مشن تھا، خلفائے ثلاثہ نے اس کی تکمیل کی۔

(۷) ان کے اقتدار کو نبی کریم ﷺ نے "قبضہ اقتدار من" سے تعبیر فرمایا۔

(۸) استخلاف فی الارض کے موعودین خلفاء ثلاثہ کی دینی خدمات کا ذکر آئے تو مشرک اس سے جلتے ہیں۔

(۹) خلفائے ثلاثہ نہ صرف خود کامل الایمان تھے، بلکہ انہوں نے عظیم سلطنتوں کو کلمہ پڑھایا اور دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھا دیا۔

مہاجرین وانصار اور خلفائے ثلاثہ کی فضیلت

باب اول آیات جہاد کے تحت فروع کافی کی ایک طویل حدیث کا بقدر ضرورت حصہ نقل کیا جا چکا ہے۔ یہ بہت طویل روایت امام جعفر سے مروی ہے۔ کئی صفحوں پر مشتمل ہے۔اس سے جو اصول حاصل ہوتے ہیں، یہاں پہلے وہی حصے نقل کئے جاتے ہیں۔

Scanned with Cam

(۱) امام جعفر نے فرمایا۔ فروع کافی ۵:۱۵تا۱۹

ان جمیع ما بین السماء والارض یہ ساری کائنات اللہ کی ہے اور یہ اس کے رسول کا حق للہ عز وجل و لرسولہ ولاتباعھم ہے اور حضور ﷺ کے متبعین اہل ایمان کا حق ہے جن من المومنین من اھل ھذہ الصفۃ. میں وہ صفات پائی جاتی ہیں جو بیان ہو چکی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام مہاجرین وانصار خلفاء کے عہد میں ہر میدان میں غالب آئے قرآن مجید کا یہی فیصلہ ہے۔

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ

اَلاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ

اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا الْغَالِبُوْن

(۲) فرمایا:

ولکن المھاجرین ظلموا من جھتین ظلمھم اھل مکۃ باخراجھم من دیارھم واموالھم وقاتلوھم باذن اللہ لھم فی ذلک وظلمھم کسری وقیصر ومن کان دونھم من قبائل العرب والعجم بما کان فی ایدیھم مما کان المومنون احق بہ منھم فقد قاتلوھم باذن اللہ لھم فی ذلک.	لیکن مہاجرین پر دو طرف سے ظلم کیا گیا اہل مکہ نے انہیں گھروں سے نکال کر ان کے اموال چھین کر ان پر ظلم کیا۔ اس لئے مہاجرین اللہ کے حکم سے ان کے خلاف لڑے اور قیصر و کسریٰ اور دوسرے قبائل عرب وعجم نے ان پر ظلم کیا کہ جو کچھ ان کے قبضے میں تھا اس کے زیادہ حقدار مہاجرین تھے اس لئے مہاجرین نے اللہ کے حکم سے ان حکومتوں کے خلاف جنگ کی۔

قیصر و کسریٰ اور حکومتوں کے خلاف خلفائے ثلاثہ نے جنگ کی، اللہ کے حکم سے کی اور فتح حاصل کی۔

ان ممالک کی حکومتوں کے زیادہ حقدار مہاجرین ہی تھے۔ یعنی امام جعفر نے اصولی بات کہہ

Scanned with Car

دی کہ خلفائے ثلاثہ ہی خلافت وحکومت کے صحیح حقدار تھے۔اللہ کے حکم سے انہوں نے جنگ کی اور اللہ نے ان کا حق انہیں دے دیا۔اگر کسی کو اللہ کی پسند اور اس کے فیصلے کے خلاف شکایت ہے تو بیٹھا سر پیٹتا رہے۔نادان کو اللہ کا دشمن بننے سے کیا حاصل ہوگا؟

(۳) فرمایا:

وكذلك ما افاء الله على المومنين من الكفار فانما هي حقوق المومنين رجعت اليهم بعد ظلم الكفار اياهم فذلك قوله تعالىٰ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ما كان المومنون احق به منهم.	اسی طرح کفار کے قبضہ سے مومنوں کے ہاتھ جو کچھ لگا وہ مومنوں کا حق تھا جو ان کے پاس لوٹ کر آ گیا۔اسی لئے اللہ نے مہاجرین کو جنگ کی اجازت دی کیونکہ وہ مظلوم تھے اور ان ممالک کی حکومت کے زیادہ حق دار تھے۔

خلفائے ثلاثہ نے جنگ کر کے جو کچھ چھینا یہ ان کا حق تھا، کفار سے حکومت لی، دولت لی، یہ ان کا حق تھا۔لہٰذا خلفائے ثلاثہ خلفائے برحق تھے۔اور یہی آیت استخلاف کے اصل مصداق تھے اور آیت استخلاف بقول امام جعفر خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر نص صریح ہے۔

(۴) فرمایا:

انما اذن للمومنين الذين قاموا بشرائط الايمان التي وصفناها وذلك انه لايكون ماذونا له حتى يكون مظلوما ولا يكون مظلوما حتى يكون مومنا. ولا يكون مومنا حتى يكون قائما بشرائط الايمان التي اشترط الله عز و جل على المومنين والمجاهدين فاذا تكاملت فيه شرائط الله كان مومنا واذا كان مومنا	ان مومنوں کو جہاد کی اجازت دی گئی جو ان شرائط ایمان پر پورے اتریں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ ماذون نہیں جب تک مظلوم نہ ہوں اور مظلوم نہیں جب تک مومن نہ ہوں۔ان شرائط ایمان کے ساتھ جو اللہ نے مومنین اور مجاہدین کے لئے رکھی ہیں۔جب وہ شرطیں پوری کر لیں وہ مومن ہیں اور جب مومن ہیں تو مظلوم ہیں اور جب مظلوم ہیں تو

Scanned with Car

كان مظلوما واذ كان مظلوما كان ماذونا له في الجهاد لقوله تعالىٰ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا.	ماذون ہیں جہاد کے لئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا.

یعنی امام نے واضح کردیا کہ مہاجرین مظلوم تھے۔ لہٰذا کامل مومن تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں جہاد کی اجازت دی اور انہوں نے کفار سے جنگ کر کے اپنا حق واپس لے لیا اور یہ ساری جنگیں خلفائے ثلاثہ نے جیتیں۔ لہٰذا خلافت کے حقدار وہی ہیں۔

اس طویل حدیث میں جو اصولی باتیں بیان ہوئی ہیں ان کی وضاحت تو ہوگئی مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے باقی متعلقہ حصے بھی نقل کردیئے جائیں تاکہ پورا نقشہ سامنے آجائے۔

ثم اخبر تبارك و تعالىٰ انه لم يأمر بالقتال الا اصحاب هذه الشروط فقال عز و جل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله. وذلك ان جميع ما بين السمآء والارض لله عز و جل ولرسوله ولا تباعهم من المومنين اهل هذه الصفة فما كان من الدنيا في ايدى المشركين والكفار والظلمة والفجار من اهل الخلاف لرسول الله ﷺ والمولىّ لمن طاعتهما مما كان في	پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے جہاد کا حکم ان لوگوں کو دیا جو ان اوصاف سے متصف ہیں۔ چنانچہ فرمایا اذن للذین...الخ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ تمام چیزیں جو آسمان اور زمین کے مابین ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول اور ان کے متبع ان مہاجرین کی ہیں جو ان صفات سے موصوف ہیں۔ دنیا کا جس قدر حصہ مشرکین، کفار، ظالم اور بدکار لوگوں کے پاس ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے مخالف اور ان کی اطاعت سے منحرف تھے اور جو کچھ ان کے قبضے میں تھا۔ انہوں نے ان صفات سے متصف اہل ایمان پر ظلم کر کے ہتھیا رکھا تھا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے

Scanned with Car

ايديهم ظلموا فيه المومنين من اهل هذه الصفات وغلبوهم عليه مما افاء الله على رسوله فهو حقهم افاء الله عليهم ورده اليهم وانما معنى الفيء كل ما صار الى المشركين ثم رجع مما كان قد غلب عليه او فيه فما رجع من قول او فعل الى مكانه فقد فاء .... وكذلک ما افاء الله على المومنين من الكفار فانما هى حقوق المومنين رجعت اليهم بعد ظلمهم الكفار اياهم فذٰلک قوله تعالىٰ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ما كان المومنون احق به منهم وانما اذن للمومنين الذين قاموا بشرائط الايمان التى وصفناها وذٰلک انه لا يكون ماذونا له فى القتال حتى يكون مظلوما ولا يكون مظلوما حتى يكون مومنا ولا يكون مومنا حتى يكون قائما بشرط الايمان التى اشترط الله عز و جل على المومنين والمجاهدين واذا تكاملت فيه شرائط الله عز و جل كان مومنا واذا كان

اپنے رسول ﷺ کو بطور فے عطا کیا تھا۔ وہ انہیں اہل ایمان کا حق تھا کہ خدا نے انہیں ان ظالموں سے واپس دلایا۔ فے کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو چیز مسلمانوں کی تھی مشرکوں کے قبضے میں چلی گئی تھی۔ پھر مسلمانوں کے پاس آ گئی تھی جو چیز قول یا فعل کی قبیل سے اپنے مقام پر لوٹ آئے اس کے لئے کہتے ہیں ”فاء“ یعنی رجع لوٹ آئی۔ کفار نے ظلم سے جو چیز ہتھیا رکھی تھی وہ مومنوں کا حق تھا ان کے پاس لوٹ آئی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذن للذین ...الخ۔ کیونکہ ان چیزوں کے حقدار تو وہ مومن تھے جو ان شرائط ایمان پر ہی قائم ہوں جو ہم نے بیان کی ہیں۔ کیوں کہ جب تک مظلوم نہ ہوں جہاد کی اجازت نہیں اور جب تک مومن کامل نہ ہو مظلوم نہیں کہلاتا اور مومن وہ ہوتا ہے جو ان شرائط پر پورا اترے جو اللہ تعالیٰ نے مومن مجاہدین کے لئے مقرر کی ہیں۔ جب ان میں یہ شرائط کامل ہوں گی وہ مومن ہوں گے مومن ہے تو مظلوم ہے تو اسے جہاد کی اجازت ملی۔ جیسا کہ فرمایا۔ اذن للذین یقاتلون ......الخ.

Scanned with Cam

مومنا كان مظلوما واذا كان مظلوما كان ماذونا له في الجهاد لقوله تعالىٰ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله علىٰ نصرهم لقدير. وان لم يكن مستكملا لشرائط الايمان فهو ظالم ممن يبغي ويجب جهاده حتى يتوب وليس مثله ماذونا له.

والدعاء الى عز و جل لانه ليس من المومنين المظلومين الذين اذن لهم في القران في القتال فلما نزلت هذه الأية اذن للذين يقالون بانهم ظلموا ... في المهاجرين الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم احل لهم جهادهم بظلمهم جهادهم اياهم واذن لهم في القتال. فقلت (اى راوى) فهذه نزلت في مهاجرين بظلم اهل مكة لهم فما بالهم في قتالهم كسرىٰ وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل العرب فقال (اى امام) لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة فقط لم يكن لهم الى قتال جموع كسرىٰ و قيصر

اگر کسی شخص میں یہ شرائط ایمان پوری نہ ہوں تو وہ ظالم ہے۔ ایسے شخص سے جہاد کرنا مومنوں پر فرض ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے اس کے لئے جہاد کی اجازت نہیں اور وہ اسلام کی دعوت دینے کا مجاز بھی نہیں کیونکہ ایسا شخص ان لوگوں مین سے نہیں جو مومن اور مظلوم ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاد کی اجازت دی۔

جب یہ آیت اذن للذین یقاتلون ...... الخ نازل ہوئی تو یہ ان مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی جن کو اہل مکہ نے گھروں سے نکالا اور اموال سے محروم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کے لئے حلال کر دیا کہ جہاد کریں اہل مکہ کے ساتھ جنہوں نے ان پر ظلم کیا تھا۔ راوی کہتا ہے میں نے امام سے کہا کہ یہ آیت ان مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی جن کو اہل مکہ نے ظلم سے گھروں سے نکالا تھا تو ان مہاجرین کا قیصر و کسریٰ اور دوسرے قبائل سے جہاد کرنا کس بنا پر جائز ہوا؟ امام نے کہا اگر بات یہی ہوتی کہ مہاجرین کو صرف اہل مکہ سے ہی جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو کسریٰ و قیصر اور دوسرے قبائل عرب سے جہاد کرنے

Scanned with Cam

وغیر اهل مكة من قبائل العرب سبيل
لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن
لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة
لاخراجهم اياهم من ديارهم واموالهم
بغير حق ولو كانت الأية انما عنت
المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة
كانت الأية مرتفعة الفرض عمن
بعدهم اذلم يبق من الظالمين
والمظلومين احد وكان فرضها مرفوعا
عن الناس بعدهم وليس كما ظننت ولا
كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا
من جهتين ظلمهم اهل مكة باخراجهم
من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن
الله لهم في ذلک وظلمهم كسرئ
وقيصر و من كان دونهم من قبائل
العرب والعجم في ايديهم مما كان
المومنون احق به منهم فقد قاتلوهم
باذن الله عز وجل لهم في ذلک
وبحجة هذه الأية يقاتل المومنون كل
زمان وانما اذن الله عز و جل للمومنين
الذين قاموا بما وصفها الله عز و جل

کی کوئی سبیل نہ ہوتی کیونکہ انہوں نے تو
مہاجرین پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا اور اس آیت کا
تعلق مکہ کے بغیر کسی دوسرے سے مطلق نہ
ہوتا۔ جب ایسے ظالموں اور مظلوموں کا وجود
ہی نہ رہتا تو جہاد کی فرضیت بھی اہل مکہ کے ظلم
کے خاتمہ کے بعد اٹھ جاتی۔ بات یہ نہیں جو
تو نے سمجھی۔ یا میرے سامنے بیان کی اصل
بات یہ ہے کہ مہاجرین پر دو اطراف سے ظلم
ہوا، اہل مکہ نے انہیں گھروں سے نکال کر اور
ان کے اموال چھین کر ظلم کیا اور مہاجرین نے
اللہ کی اجازت سے اہل مکہ کے ساتھ جہاد کیا۔
کسریٰ وقیصر اور عرب وعجم کے دوسرے قبائل
نے مہاجرین پر یہ ظلم کیا کہ جو کچھ ان کافر
حکومتوں نے دبا رکھا تھا وہ دراصل مومنوں کا
حق تھا اس لئے مہاجرین نے اس آیت کی رو
سے اللہ کی اجازت پا کر کسریٰ وقیصر وغیرہ کے
خلاف جہاد کیا اور اسی آیت کے تحت ہر زمانے
میں مسلمان جہاد کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان
اہل ایمان کو جہاد کی اجازت دی ہے جو ان
شرائط پر قائم ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور
جہاد کے سلسلے میں مومنوں پر مقرر کی ہیں جو ان

Scanned with Car

من الشرائط التي شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط فهو مومن مظلوم وماذونا له في الجهاد و بذلك المعنى ومن كان على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس له في القتال ولا بالنهي عن المنكر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ماذونا له في الدعاء الى الله عزوجل.

شرائط پر قائم ہے وہ مومن ہے اور مظلوم ہے اور اسے جہاد کی اجازت ہے اور اسی وجہ سے جو ان شرائط کے خلاف ہو وہ ظالم ہے مظلوم نہیں اس لئے اسے نہ جہاد کی اجازت ہے نہ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کی اجازت ہے کیونکہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتا کہ اسے جہاد کی اجازت دی جائے یا دعوت دین کی اجازت دی جائے۔

امام جعفر صادق نے وہ تمام حقائق بیان کر دیئے جو امر واقع بن کر چشم عالم کے سامنے آئے اور تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو گئے مثلاً:

(۱) اہل مکہ نے جن مہاجرین کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر گھروں سے نکالا اللہ تعالیٰ نے انہیں جہاد کی اجازت دی۔

(۲) جنہیں اذن جہاد ملا وہی کامل الایمان اور مظلوم تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو انہیں اذن نہ ملتا کیونکہ سنت اللہ یہی ہے۔

(۳) قیصر و کسریٰ کے خلاف انہی مہاجرین کو جہاد کرنے کی اجازت ملی جو اہل مکہ کے ہاتھوں گھروں سے نکالے گئے تھے۔

(۴) کفار مکہ کے علاوہ دوسروں سے جہاد کرنے کی اجازت اس لئے اللہ تعالیٰ نے دی کہ کفار نے وہ سب کچھ غاصبانہ طور پر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جو ان اہل ایمان کا حق تھا۔

(۵) ان مہاجرین نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے قیصر و کسریٰ کے خلاف جہاد کر کے اپنا

Scanned with Car

حق ان سے واپس لے لیا۔

(۶) ان مہاجرین نے جو کچھ اپنے حق کے طور پر واپس لیا وہ مال و دولت، جائیداد اور حکومت تھی۔

(۷) مال و دولت اور جائیداد جو ان مہاجرین کا حق تھا انہیں مل گیا اور ان مہاجرین میں سے حکومت جن کا حق تھا وہ انہیں مل گئی۔

(۸) امام جعفر نے صاف بیان کر دیا کہ حکومت خلفائے ثلاثہ کا حق تھا جو انہیں مل گئی اگر انہیں خلیفہ حق تسلیم کرنے سے کوئی ہچکچاتا ہے تو ثابت کرے کہ مہاجرین نے قیصر و کسریٰ سے جنگ کر کے جو حکومت واپس لی وہ کس کو ملی؟

بات کیسی واضح اور صاف ہے مگر جسے اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت کرنے میں عار نہ محسوس ہو وہ امام کی مخالفت کرنے سے کیوں چوکے گا۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد ''سلطان العلماء سید محمد اپنی کتاب ''تشید المبانی'' میں لکھتے ہیں:۔

نہایت آنچہ ازیں حدیث ظاہر می شود اینست	اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ
کہ مہاجرین ماذون بجہاد کسریٰ و قیصر بودند و	مہاجرین کو قیصر و کسریٰ کے خلاف جہاد کی اجازت
حقیقت خلافت خلفاء ازاں اصلاً مستفاد نمی	دی گئی۔ خلفاء کا برحق ہونا اس سے مطلق ثابت نہیں
شود زیرا کہ در احادیث معتمد اہل سنت وارد	کیونکہ اہل سنت کے ہاں نبی کریم ﷺ کی حدیث
شدہ کہ رسالتمآب ﷺ مسلمین را خبر تسلط	موجود ہے کہ آپ نے مسلمانوں کو خلفائے جور کی
خلفائے جور دادہ بود و امر باطاعت آنہا نمودہ	خبر دی تھی اور ان کی اطاعت کا حکم دیا تھا نیز فاضل
بود تیز دلالت صریح براں وارد و در خصوص جہاد	دہلوی نے تحفہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جہاد
فارس فاضل دہلوی نیز مشورہ نمودن خلیفہ ثانی	فارس کیلئے حضرت علیؓ سے مشورہ لیا تھا۔ اس لئے
باآنحضرت مذکور ساختہ پس بریں تقدیر ماذون	مہاجرین و انصار کو جہاد فارس کے لئے اجازت ملنا
بودن مہاجرین و انصار برائے جہاد فارس	محتاج بیان نہیں امام جعفر نے جو انہیں ماذون فرمایا تو

Scanned with Cam

دردم وغیرہ مستغنی عن البیان است۔ وآنچہ جناب امام جعفر صادق در باب اذن آنہا فرمود بسبب حقیقت خلافت ثلاثہ۔	اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے انہیں جہاد کی اجازت دی تھی۔ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کی وجہ سے یہ اجازت نہیں ملی تھی۔

انسان لٹھ لئے عقل کے پیچھے پڑا ہو تو اسے جگ ہنسائی کا خیال بھی نہیں رہتا۔ سلطان العلماء نے یہ تسلیم کیا کہ جہاد فارس کے لئے مہاجرین ماذون تھے۔ مگر اذن دینے والا صرف سلطان العلماء نے ڈھونڈ نکالا کہ وہ حضرت علیؓ تھے آدمی عقلی اعتبار سے خواہ کتنا تہی دامن ہو اگر اسے کسی صاحب عقل کے پاس بیٹھنے کا کبھی موقع ہی ملا ہو تو وہ سوچ سکتا ہے کہ کسی حکومت میں حکم حاکم کا چلتا ہے یا مشیر کا؟ اور مشیر کا کام مشورہ دینا ہے یا حکم دینا؟ اور مشورہ کی حقیقت ایک رائے ہوتی ہے جسے قبول یا رد کیا جاسکتا ہے یا یہ حکم ہوتا ہے کہ اسے مطلق رد نہ کیا جاسکے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ لیا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ تھے اور حضرت علیؓ ان کے ماتحت ایک مشیر۔ رائے لینے کے بعد فیصلہ حضرت عمرؓ نے کیا یا حضرت علیؓ کا یہ منصب تھا کہ فیصلہ کرتے اور حکم چلاتے؟ اب کوئی سلطان العلماء ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ حکم مشیر کا چلتا ہے، حاکم کی بساط صرف اتنی ہے کہ مشیر کے سامنے درخواست پیش کردے اور اگر سلطان العلماء نہ ہو تو کم از کم مخبوط الحواس ہونا ضروری ہے۔

اول تو امام جعفر نے صرف اذن کی بات نہیں کہی بلکہ انہوں نے فرمایا کہ:

(۱) مہاجرین دوہرے مظلوم تھے۔ قیصر و کسریٰ کا ظلم یہ تھا کہ جو کچھ انہوں نے دبا رکھا تھا وہ دراصل مہاجرین کا حق تھا۔ لہٰذا مہاجرین باذن اللہ لڑے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آیت اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ ...... الخ نازل فرما کر ان مظلوموں کو اجازت دی کہ قیصر و کسریٰ کے خلاف جہاد کریں۔

(۳) اذن انہیں ملا جو مظلوم تھے اور مظلوم وہ تھے جو مومن تھے اور مہاجرین ان تمام اوصاف کے مالک تھے جو مومن کے لئے ضروری ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا، فرمایا۔

Scanned with Car

(۴) یہ عجیب بات ہے کہ گھر کے آدمی اور ما کان و یکون کے جاننے والے امام تو اس راز سے واقف نہ ہو سکے کہ اجازت حضرت علیؓ نے دی اور سلطان العلماء کے پاس یہ رازِ سربستہ پہنچ گیا۔ امام تو کہیں اللہ نے حکم دیا۔ سلطان صاحب کہتے ہیں کہ علیؓ نے حکم دیا۔ بات وہی ہوئی من چہ می سرائم وطنبورہ من چہ می سراید۔

(۵) فارس سے جنگ کرنے میں سلطان صاحب کو فاضل دہلوی کا اشارہ مل گیا کہ حضرت علیؓ سے مشورہ کیا گیا۔ مگر فارس کے علاوہ دنیا بھر کے خلاف جو جہاد حضرت عمرؓ کے عہد میں کئے گئے، ان کے متعلق تو کوئی ایسا سراغ نہیں ملا، پھر کسریٰ وغیرہ کے خلاف جنگ کرنے میں مہاجرین کو کس نے اجازت دی اور وہ کیونکر ماذون قرار پائے۔

(۶) اللہ کی طرف سے ماذون ہونے کی شرط مومن ہونا اور مظلوم ہونا ہے۔ اگر اللہ نے اجازت نہیں دی تو حضرت علیؓ نے کیوں اجازت دی؟ کیا اس لئے کہ حضرت علیؓ (معاذ اللہ) خدا کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔

(۷) اگر یہ مومن نہیں تھے تو واجب القتل تھے حضرت علیؓ کا کام یہ تھا کہ خود مہاجرین کے خلاف جہاد کرنے کا مشورہ دیتے۔ اور اگر انہوں نے مہاجرین کو فارس کے خلاف جہاد کرنے کا مشورہ دیا تو ظاہر ہے کہ انہیں کامل الایمان اور مظلوم تسلیم کیا۔

(۸) امام جعفر نے فرمایا کہ **بما کان فی ایدیھم مما کان المومنون احق به منھم** ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فارس وغیرہ کے پاس وہ کونسی چیز تھی جس کے مہاجرین حقدار تھے اور انہوں نے لڑ کر اپنا حق لے لیا۔ ظاہر ہے یہ سب سے بڑی چیزیں دو ہیں۔ حکومت اور دولت۔ امام کہتے ہیں کہ اس کے زیادہ حقدار مومن تھے سوچئے کہ دولت تو سب مہاجرین میں تقسیم ہوگئی۔ ہر ایک کو مناسب حصہ مل گیا وہی اس کے حقدار تھے مگر یہ دوسری چیز کس کو ملی؟ امام کہتے ہیں جس کو یہ ملی اس کا زیادہ حقدار تھا تو

Scanned with Car

''حقیقت خلافت خلفاء ازاں اصلاً مستفادہ نمی شود'' ۔ کہتے وقت آپ نے اس علم کی تہمت کو کہیں اتار کے رکھ دیا تھا؟ ''یـاتـو بـمـا کان ایدیھم'' کی تعیین کیجئے اور ثابت کیجئے کہ ان کے پاس حکومت و اقتدار نہیں تھا یہ ثابت کیجئے کہ ان سے اقتدار لے کر مہاجرین نے خلفائے ثلاثہ کے علاوہ کسی اور کو دیا۔ سیدھی بات ہے کہ امام جعفر نے واضح کر دیا کہ مہاجرین مظلوم تھے مومن تھے اذن جہاد اللہ کی طرف سے ملا اور انہوں نے قیصرو کسریٰ سے اقتدار چھینا یہ ان کا حق تھا اور خلفائے ثلاثہ کو اقتدار ملا لہٰذا حق بحق دار رسید۔

امام جعفر صادق نے اس طویل حدیث میں مہاجرین کے قائد خلفائے ثلاثہ کی وہ مدح وثنا کی ہے اور قرآن کریم کی آیت کے حوالے سے ان کا استحقاق اس طرح ثابت کیا ہے کہ کوئی کمی باقی نہیں رہنے دی۔ مگر پھر بھی آخر میں ایک زبردست انتباہ فرمایا ہے۔

فـلیتـق الـلـه عـز و جل عبدالایغتر بـالامـانـی التـی نهی الله عز و جل عنهـا مـن هـذه الـحـدیث الکاذبة عـلـی الـلـه التـی یـکذبهـا القرآن ویتبـرأ مـنهـا و من حملتها ورواتها ولا یقدم علی الله عز و جل بشبهة لا یـعـذر بهـا فـانـه لیـس وراء الـمـعـتـرض لـلـقتل فی سبیل الـلـه منـزلة یـوتـی مـن قبلها وهی غایة الاعمال فی عظم قدرها.	انسان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور ان جھوٹی آرزوؤں پر مغرور نہ ہونا چاہئے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان جھوٹی حدیثوں سے پرہیز کرنا چاہئے جو اللہ پر افترا باندھتی ہیں قرآن جن کی تکذیب کرتا ہے احادیث کو جھوٹا کہتا ہے اور ان حدیثوں کے راویوں اور ماننے والوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ کوئی شخص اللہ کے پاس کسی شبہ کے ساتھ نہ جائے جس میں وہ معذور نہ سمجھا جائے کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بڑھ کر قابل عزت اور قابل قدر کوئی شخص نہیں اور تمام اعمال سے عظیم عمل یہی ہے۔

یعنی امام جعفر نے انتباہ کر دیا کہ مہاجرین ماذون من اللہ ہیں۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں

Scanned with Car

جہاد کیا اور اس سے بڑا کوئی عمل نہیں۔ لہٰذا جھوٹی حدیثوں کے سہارے ان صحابہ پر طعن کرنے اور ان کی فضیلت کا انکار کرنے سے آدمی اپنی عاقبت خراب نہ کرے ان کا ماذون ہونا، مظلوم ہونا، مومن ہونا اور جنتی ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے مگر معلوم ہوتا ہے یار لوگوں نے اسے کھوکھلی دھمکی ہی سمجھا اس لئے مہاجرین صحابہ اور خلفائے ثلاثہ کے حق وہ باتیں کہیں جو صرف وہی آدمی کہہ سکتا ہے جسے امام جعفر صادق سے دلی عناد ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ اذن تو حضرت علیؓ کو ملا تھا کہ فارس وغیرہ سے جنگ کر کے ان سے حکومت چھین لیں تو مشکل یہ ہے کہ یہ بات کہنے والوں نے خود اس راہ میں ایک رکاوٹ کھڑی کردی ہے کہ حضرت علیؓ سے کچھ بن نہیں پڑتا۔

اصول کافی طبع نولکشور لکھنو صفحہ ۱۷۳ حضرت علیؓ کے لئے ایک وصیت کا پورا باب ہے جو جبرائیل اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر آئے اور حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر سنائی تو حضرت اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

قال امير المومنين فصعقت حين سمعت الكلمة هذا من جبرائيل حتى سقطت على وجهي وقلت نعم قبلت و رضيت وان انتهكت الحرمة وعطلت السنن ومزق الكتب وهدمت الكعبة وخضبت لحيتي من راسي بدم عبيط صابرا محتسبا حتیٰ اقدم عليك۔	حضرت علیؓ نے فرمایا جب میں نے جبرائیل کی یہ بات سنی تو میں غش کھا کے گر پڑا اور میں نے کہا کہ مجھے یہ وصیت منظور ہے میں اس پر راضی ہوں۔ اگرچہ میری بے حرمتی کی جائے۔ سنت رسول ﷺ معطل ہو جائے، قرآن کریم کے پرزے اڑا دیئے جائیں، خانہ کعبہ کو مسمار کردیا جائے اور اگر داڑھی میرے سر کے خالص خون سے رنگی جائے میں ہر حال میں صبر کرونگا اور طالب ثواب ہونگا۔ یہاں تک کہ جان دے کر یا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔

ظاہر ہے کہ سنت کو معطل کرنا کتاب الٰہی کی توہین کرنا اور امر کعبہ کو منہدم کرنا کفار ہی کا کام

Scanned with Cam

ہے اور اگر کفار ان سب باتوں پر تل جائیں تو حضرت علیؓ کا ان کے خلاف جنگ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہیں تو ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی، بلکہ صبر کرنے اور یہ سب مناظر دیکھ کر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بن کر ثواب کا امیدوار رہنے کا حکم ہے اور انہوں نے اس حکم کی تعمیل کرنا بخوشی قبول کیا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ قیصر و کسریٰ کے خلاف جنگ کر کے ان سے وہ سب کچھ چھین لیتے جو انہوں نے دبا رکھا تھا اگر ایسا کرتے تو وصیت کی خلاف ورزی کرتے اور خدا سے جو عہد کیا تھا اسے توڑ کر نقض عہد کے مجرم بنتے یہ درست ہے مگر حیرت ہوتی ہے کہ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علیؓ نے یہ کیسے بھلا دی؟ شاید اس کی وجہ یہ کہ ان جنگوں میں نہ تو قرآن کو برباد کیا جا رہا تھا، نہ کعبہ کو گرایا جا رہا تھا اور نہ سنت کو معطل کیا جا رہا تھا۔ اگر یہ لوگ ان میں سے کوئی کام کرتے تو حضرت علیؓ بالکل نہ لڑتے اور پورے صبر سے کام لیتے۔ مگر جب ان لوگوں نے کوئی کام بھی نہ کیا تو حضرت علیؓ کو مجبوراً لڑنا پڑا۔ لہٰذا صاحب اصول کافی نے فیصلہ کر دیا کہ اذن للذین یقاتلون کی آیت میں جو اذن دیا گیا ہے وہ حضرت علیؓ کے لئے نہیں اور اصول کافی کا کون انکار کرے۔ جب اس کے ساتھ امام کا یہ سرٹیفکیٹ موجود ہے کہ ھذا کاف لشیعتنا اس لئے امام جعفر کے پیش نظر یہ وصیت یقیناً ہوگی۔ جبھی تو بات صاف کر دی کہ مہاجرین کو اذن قتال دیا گیا تھا انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی قیصر و کسریٰ کے خلاف جہاد کیا، اللہ نے مدد کی اور فارس سے دولت چھینی جو ان کا حق تھا۔ اقتدار چھینا اور خلفائے ثلاثہ کو اقتدار مل گیا، جو ان کا حق تھا اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ لیستخلفنهم فی الارض اور امام جعفر نے جو صحابہ اور خلفائے ثلاثہ کی فضیلت کا اعتراف کیا تو گویا امام نے قرآن کریم کی تفسیر فرما دی۔

امام جعفر کی اس حدیث تک محدود نہیں قدیم شیعہ کتب میں خلفائے ثلاثہ کی فضیلت کہیں مجموعی طور پر اور کہیں نام لے لے کر بیان کی گئی ہیں۔ جن میں شیخین کی فضیلت کا خصوصیت سے ذکر پایا جاتا ہے مثلاً:

Scanned with Car

۱۔ تفسیر قمی طبع طہران ۲:۳۷۶

فقال رسول الله ﷺ ان ابا بکر یلی الخلافة بعدی ثم من بعد ابوک (عمر) فقالت من اخبرک هذا قال الله	حضور اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ میرے بعد خلافت کا والی ابو بکرؓ ہوگا پھر تیرا باپ (عمر) ام المونین نے پوچھا آپ کو کس نے خبر دی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔

۲۔ تفسیر صافی طبع ایران ۴:۷۱۷

ان ابابکر و عمر یملکان بعدی و قریب من ذٰلک ما رواه العیاشی	ابو بکرؓ و عمرؓ میرے بعد والیءِ حکومت ہوں گے اور اسی کے قریب وہ روایت ہے جو مفسر عیاشی نے بیان کی ہے۔

۳۔ تفسیر المیزان فی تفسیر القرآن طبع ایران ۱۹:۳۹۹

والذی اعرض عنه قوله ان اباک واباها یلیان الناس بعدی مخافة ان یفشوا	اور جو بات رسول اللہ ﷺ نے پوشیدہ رکھی وہ یہ تھی کہ اے حفصہؓ تیرا باپ (عمر) اور عائشہ صدیقہؓ کا باپ ابو بکر میرے بعد حاکم و والی ہونگے اعراض کی وجہ تھی کہ راز فاش نہ ہو جائے۔

۴۔ تفسیر منہج الصادقین ۹:۳۴۴

سخن را کہ تحریم ماریہ قبطیہ است و حکومت ابوبکرؓ و عمرؓ بعد ازاں۔	بعض از واجہ حدیث کے تحت لکھا ہے جو بات پوشیدہ رکھی وہ ماریہ قبطیہ کی تحریم اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی حکومت کی بات تھی۔

۵۔ تفسیر مجمع البیان طبع ایران: ۳۱۴ واعرض عن بعض کے تحت لکھا۔

ان ابابکر و عمر یملکان بعدی وقریب من ذٰلک ما روی العیاشی بالاسناد عن عبدالله بن عطاء المکی عن ابی جعفر	ابو بکرؓ اور عمرؓ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اسی کے قریب وہ حدیث ہے جو مفسر عیاشی نے عبداللہ بن عطاء اور اس نے امام باقر کی سند سے بیان کی ہے

۶۔ کشف المحجہ لثمرہ المھجہ سید رضی الدین ابی القاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن طاؤس۔

مطبع حیدریہ نجف اشرف فصل ۸۶ صفحہ ۶۱

یہ اقتباس اور اس پر تفصیلی بحث ''آیت معیت'' کے باب میں ملاحظہ ہو۔

۷۔ حملہ حیدری۔علامہ باذل ۱:۲۲۸ ہرقل روم کی پیشگوئی بیان کرتا ہے۔

چنین شد کہ یک شب بعلم نجوم   چنین گشت معلوم والیء روم!

کہ از گردش نیلگوں آسماں   رود ملک از دست عیسائیاں

شوند آنکساں در جہاں بادشاہ   کہ در دین شاں ختنہ باشد روا

۸۔ حملہ حیدری۔علامہ باذل ۱:۱۴

ابا بکر ازاں پس براہ پا گزاشت   کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت

بادکاہنے دادہ بود ایں خبر   کہ مبعوث گردد یکے نامور

زبطحاز میں ودر ہمیں چندگاہ   بود خاتم انبیاء از الٰہ

تو با خاتم انبیاء بگردی!   چوں او بگورد جانشینش شوی

زکاہن چو بودش بیاد ایں نوید   بیاورد ایماں نشانش چو دید

روایات میں کاہن کی جگہ راہب کا لفظ ہے۔اگر کاہن سمجھا جائے تو اسے علم نجوم سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر ایمان بھی لائیں گے اور حضور ﷺ کے پہلے خلیفہ بھی ہوں گے اور اگر راہب تسلیم کیا جائے تو اسے یہ حقیقت سابقہ کتب ساوی سے معلوم ہوئی ہوگی۔

(۱) یہ بات مسلم فریقین ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قیصر و کسریٰ اور یمن، مصر اور حبشہ کے سلاطین کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے خطوط بھیجے تھے۔

(۲) علامہ باذل کے حملہ حیدری سے یہ اقتباس گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ہمہ اہل ایران و اہل یمن   بزودی درآیند در دین من

(۳) حملہ حیدری سے یہ حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ

Scanned with Car

بپاسخ چنیں گفت روح الامیں — کہ بعد از من انصار و اعوان دین
بر آں مملکت ہا مسلط شوند! — بآئین من اہل آں بگروند؟

اب ان آٹھ اقتباسات کو پھر سے پڑھیئے، اور ان سوالوں کے جوابات تلاش کیجئے کہ:

(۱) ان ممالک کو فتح کس نے کیا؟

(۲) ان ممالک میں جو دین فاتحین نے پھیلایا وہ اسلام تھا یا کوئی اور اگر اسلام ہی تھا تو حضور ﷺ نے جو دین من فرمایا اس کے پھیلانے والے کون تھے؟

(۳) ان ممالک پر مسلط کون ہوئے؟ حکومت کس کی ہوئی؟

(۴) ان مسلط ہونے والوں کو حضور ﷺ نے اعوان و انصار دین جو فرمایا تو وہ کونسا دین تھا؟

(۵) یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت خلفائے ثلاثہ کے پاس رہی تو اوپر کے چار سوالوں کا جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے جن سلاطین کو اسلام کی دعوت دی ان کو خلفائے ثلاثہ نے فتح کیا۔ ان ممالک میں وہی دین اسلام پھیلایا جس کی حضور ﷺ نے دعوت دی تھی۔ لہٰذا وہی اعوان و انصار دین ہیں، کامل الایمان ہیں اور خلفائے ثلاثہ برحق ہیں اور آیت استخلافُ کے مصداق وہی ہیں ورنہ تاریخ سے اس آیت کا کوئی اور مصداق ثابت کیجئے۔

ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خلافت تو واقعی خلفائے ثلاثہ نے سنبھالی لیکن یہ ظالم حکمران تھے مگر شیعہ مفسرین نے روایات بیان کی ہیں اور اصول کافی میں حضور ﷺ کی ان خلفاء کے متعلق جو پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں ان میں کہیں جور و ظلم کا تذکرہ بھی ہے اگر نہیں تو یہ کیا بات ہوئی کہ حضور ﷺ نے آدھی بات بتائی اور آدھی راز سربستہ ہی رہی اگر اسے بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ سوال پھر بھی حل نہ ہوگا کہ پھر شیعہ کو یہ راز کس نے بتایا اور کیوں؟ ضد کا بھی آخر کوئی سلیقہ ہوتا ہے یہ کیا کہ آدمی خدا کی مخالفت پر ڈٹ جائے، رسول ﷺ کا مدِّ مقابل بن جائے اور اپنے آئمہ کا انکار بھی کر بیٹھے۔ اور نہ اس کے ایمان میں خلل آئے، نہ اس کے محبِ اہل بیت ہونے پر حرف آئے۔

Scanned with Car

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد　　　جو چاہے آپ کا فہم کرشمہ ساز کرے

اس حقیقت سے گریز کی ایک راہ کھلی ہے اور یہ راہ ہی نہیں شاہراہ ہے۔ کیونکہ اس پر ہر قسم کے احکام واقعات کی ٹریفک چل سکتی ہے۔

وہ راہ یہ ہے کہ ''امام نے تقیہ کر کے صحابہ کرام کو ماذون للجہاد فرمایا ہے اور تقیہ کر کے ہی انہیں مظلوم اور ماکل الا یمان بہ شرائط عشرہ بیان کیا ہے''۔ وہ یہ اکسیر ہے جو شیعہ حضرات ہر اس موقع پر استعمال کرتے ہیں جہاں وہ دلیل کے میدان میں زچ ہو جائیں۔ مگر یہ نسخہ ہر مقام پر کامیاب ثابت نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اس معاملے میں غور کیجئے:

(۱) کیا امام نے کسی مقام پر اس بات کا اظہار کیا کہ وہ بات میں نے تقیہ کے طور پر کہی تھی؟

(۲) اگر نہیں تو کسی بات پر تقیہ کا لیبل لگانے کا معیار کیا ہے؟ اگر معیار یہ ہے کہ جہاں کوئی دلیل نہ مل سکے وہاں تقیہ کا ٹھپہ لگا دو تو اس سے خود فریبی کے سوا کچھ حاصل نہیں اور ہر سوچنے والا انسان اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ محض ضد ہے جو باطل پر ڈٹ جانے کے لئے ایک آڑ سے زیادہ کچھ نہیں اور اگر معیار یہ ہو کہ جس بات کے متعلق جی چاہے کہہ دے یہ تقیہ کر کے کہی گئی ہے تو اس وقت بڑی الجھن پیدا ہو گی جب کوئی شخص کہہ دے کہ امام نے تقیہ کر کے اقرار شہادتین کیا تھا۔ پھر امام کا ایمان اور اس کا مذہب کیونکر ثابت ہو گا۔ یہ ایسا اندھا کنواں ہے جس سے شیعہ لاکھ کوشش کریں نکل نہیں سکتے۔

(۳) اس حدیث میں امام نے قرآن کی آیت کا حوالہ دے کر صحابہ کو ماذون، مظلوم، مومن صالح ثابت کیا ہے۔ اگر اسے تقیہ کہیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا یہ امام نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔ جو لوگ (بقول شیعہ) مرتد، کافر، ظالم اور غاصب تھے ان کو قرآن کی آیت سے مومن صالح اور خلافت و حکومت کا حق دار ثابت کیا یہ تو صاف

Scanned with Cam

طور پر خدا کے خلاف مورچہ لگانا ہوا۔ خدا کچھ کہے امام کچھ کہے کیا امام کا منصب یہی ہے؟

(۴) امام نے تقیہ کر کے ثواب حاصل کر لیا۔ مگر اس حدیث سے جو مخلوق خدا گمراہ ہوئی اس کا گناہ کس کے ذمے امام نے تقیہ کر کے خلق خدا کو جو دھوکہ دیا ہے اس کا اثر تو صدیوں تک اور دنیا کے کونے کونے میں پھیلا ہے۔ کیا تقیہ کا ثواب ان تمام گناہوں کو بہالے جائے گا؟ تقیہ نہ ہوا طوفان نوح ٹھہرا۔

(۵) امام نے تقیہ کیوں کیا حالانکہ امام کو اس سے منع کیا گیا تھا۔

اصول کافی طبع جدید ایران ۲:۵۹امام باقر نے اپنے بیٹے امام جعفر کو مہر شدہ وصیت یہ دی تھی اور امام نے پڑھی وہ وصیت یہ تھی۔

ثم دفعه الى ابنه جعفر ففک خاتما فوجد فيه حدث الناس وافتهم وانتشر علوم اهل بيتک وصدق آباء ک الصالحين ولا تخافن الا الله عز و جل وانت فى حرز و امان.	امام باقر نے وہ وصیت کا لفافہ اپنے بیٹے امام جعفر کو دیا انہوں نے لفافہ کی مہر توڑی تو اس میں لکھا پایا "لوگوں کے سامنے حدیث بیان کر، انہیں فتویٰ دے اور اپنے خاندان کے علوم پھیلا، اور اپنے نیک آباؤ کی تصدیق کر اور اللہ کے بغیر کسی سے نہ ڈر، تو محفوظ اور مامون ہے۔

ایک تو باپ، پھر امام، پھر اس کی وصیت۔ بیٹا اور وہ بھی امام مگر دیکھنا یہ ہے کہ آدمی جب جھوٹ بولتا ہے یا یوں کہیئے کہ تقیہ تب کرتا ہے جب اسے کسی قسم کا اندیشہ ہو کہ سچی بات کہی تو رسوائی ہوگی، یا جان جائے گی۔ تو وصیت میں ولا تخافن الا الله عز و جل" اگر یہ کہیں کہ امام نے اس وصیت پر ضرور عمل کیا تو ماننا پڑے گا کہ اس جملے میں "الا" کا لفظ یا تو امام نے پڑھا نہیں تھا یا اس وقت تھا ہی نہیں بعد میں تبرکاً داخل کر دیا گیا۔ گویا اصل عبارت یوں تھی "ولا تخافن الله عز و جل" یعنی اللہ سے ہرگز نہ ڈرنا۔ اس لئے امام نے جھوٹ کے وبال سے بے نیاز ہو کر

Scanned with Car

اور اللہ کے خوف سے یکسر آزاد ہوکر بڑی بے تکلفی سے جھوٹ بول دیا۔ پھر "حدیث الناس" کا حکم ہے تو اس میں کوئی لفظ رہ گیا ہے اور امام نے بین سطور پڑھ لیا کہ اس کا مطلب ہے جھوٹی حدیثیں بیان کیا کر۔ اسی طرح "وافتھم" کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ لوگ پوچھیں تو جھوٹے فتوے دیا کر اور "وانتشر علوم اھل بیتک" کو دیکھا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ نے تقیہ کر کے یہ حدیث بیان کی تو وصیت کے اس حصے کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل بیت کے علوم کا جوہر اور خلاصہ جھوٹ ہے جس کی تلخی سے بچنے کے لئے اس پر تقیہ کی شیرینی کا کوٹ کر دیا گیا ہے۔

امام کے متعلق یہ تصور دلانا امام پر اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا۔ شاعر تو محبوب کو ظالم کہتے ہیں مگر یہاں تو عاشقوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ یہاں ایک اور بات قابل غور ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ تقیہ دین ہے یا کفر ہے؟ ظاہر ہے کہ کفر ہوتا تو امام سے منسوب کون کرتا لہٰذا معلوم ہوا دین ہے۔ اگر یہی بات ہے تو شیعہ کو بھی چاہئے کہ تقیہ کر کے صحابہ کرام بالخصوص خلفائے ثلاثہ کی مدح وثنا کریں۔ اسکے تین فائدے ہیں۔ اول یہ کہ تقیہ کا ثواب ملے گا اور وہ اتنا ہے کہ سمیٹا ہی نہیں جا سکتا۔ دوم یہ کہ امام مفترض الطاعۃ کی اطاعت اور اس کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ سوم یہ کہ قوم میں منافرت نہ پھیلے گی، اس میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوگا، جسکی ہر زمانے میں بالعموم اور اس وقت بالخصوص شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ مگر جہاں نفس پرستی اور ہنگامہ آرائی ہی محبوب مشغلہ ہو وہاں ثواب کا کسے خیال آسکتا ہے۔ ع ہائے ان مالیوں نے باغ اجاڑا اپنا۔

خلافت اور نص

کہا جاتا ہے کہ خلافت کا منصوص ہونا ضروری ہے اور حضرت علیؓ کی خلافت منصوص ہے۔ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لئے کوئی نص موجود نہیں۔ نص کیا ہے اور خلافت کے منصوص ہونے سے کیا مراد ہے اس پر تفصیلی اور مدلل بحث ہماری کتاب "تحذیر المسلمین" میں کی گئی ہے۔ تاریخی ترتیب کی روشنی میں اس موضوع پر اجمالی بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے نص کب اور کس صورت میں نازل ہوئی

Scanned with Car

اس سلسلے میں ملاحظہ ہو۔

احتجاج طبرسی صفحہ ۲۹:۳

وقد بقی علیک من ذٰلک فریضتان مما یحتاج ان تبلغهما قولک فریضة الحج و فریضة الولایة والخلافة من بعدک الیٰ ان قال فلما بلغ غدیر خم قبل الجحفة بثلاثة امیال نزل بلغ ما انزل الیک من ربک.	(اے میرے رسول) آپ پر دو فریضوں کا بیان کرنا باقی رہ گیا ہے، ایک فریضہ حج، دوسرا آپ کے بعد ولایت اور خلافت کا فریضہ.... آپ جب غدیر خم پر پہنچے جو الجحفہ سے تین میل ادھر ہے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا۔

(۱) حجۃ الوداع تک حضرت علیؓ کی خلافت ولایت کے متعلق کوئی شخص بھی جانتا نہیں تھا۔

(۲) غدیر خم پر آیت نازل ہوئی جس کا مفہوم عام ہے کہ جو کچھ تجھ پر نازل ہوا وہ لوگوں تک پہنچا۔ اس میں خلافت علیؓ کا اشارہ تک موجود نہیں۔

(۳) اس موقع پر حضرت علیؓ کی خلافت کا حضور ﷺ نے کوئی واضح اعلان نہیں فرمایا۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل غور ہے اس واقعہ سے پہلے آیت ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ...... الخ'' نازل ہوگئی تھی۔ یعنی اس سے پہلے ہی اعلان ہو چکا تھا کہ دین مکمل ہو گیا۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ غدیر خم کے مقام پر پہنچنے کے بعد خلافت علیؓ کے اعلان کا حکم دیا گیا تو اس سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ دین کا حصہ نہیں تھا اور نہ یہ ماننا پڑے گا 'الیوم اکملت لکم دینکم' والی بات (معاذ اللہ) محض بہلاوا ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں بیان کی گئی اور یہ بات ماننا کہ قرآن کریم کی کوئی آیت معاذ اللہ بے معنی یا زائد ہے۔ مسلمان کے بس کی بات نہیں لہذا لازماً دوسری حقیقت ہی تسلیم کرنی پڑے گی کہ خلافت علیؓ کا اعلان کرنا دین کا حصہ نہیں اور اس حقیقت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کی خلافت کا اعلان نہیں فرمایا۔ لہٰذا خلافت علیؓ کا منصوص ہونا بس نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

Scanned with Car

خلفائے ثلاثہ کے متعلق غدیہ کے واقعہ سے پہلے برسوں ایسے اعلان ہوتے رہے جن میں مہاجرین وانصار اور خلفائے ثلاثہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا سرٹیفکیٹ ان کے کامل الایمان ہونے کی سندان کے جنتی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً:

(۱) والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسانٍ رضى الله عنهم ورضوا عنه.

(۲) لقد رضى الله عن المومنين اذ يبايعونک تحت الشجرة.

(۳) والذين اٰمنوا وهاجروا وجاهدوا فى سبيل الله والذين اٰووا وّ نصروا اولئک هم المو منون حقاً لهم مغفرة ورزق كريم.

(۴) لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا و كلا وعد الله الحسنىٰ.

پہلی تین آیتوں میں مہاجرین وانصار کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کا اعلان ہے۔ چوتھی آیت میں فرق مراتب بیان ہوا ہے کہ جولوگ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے جہاد کیا دین کے راستے مال خرچ کیا وہ ان صحابہ سے افضل ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد دین کی یہ خدمت کی۔ ظاہر ہے خلفائے ثلاثہ کا تعلق پہلے گروہ سے ہے۔ لہذا اس آیت میں خلفائے ثلاثہ کی فضیلت بلکہ افضلیت کا اعلان ہوا ہے اور دونوں گروہوں کے جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری ہوا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ان اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے اس موقع خاص پر تو راضی ہو گیا مگر یہ لوگ بعد میں معاذ اللہ مرتد ہو گئے لہذا اللہ تعالیٰ کی یہ سندات ان کے کسی کام نہیں آسکتیں۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ناقص ہے ایک بات کر دیتا ہے نتائج کی اسے خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ بات یا تو بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ کو بدلنی پڑتی ہے۔ اسی مجبوری کی بناء پر شیعہ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق بدا کا عقیدہ ایجاد کیا۔ جس پر تفصیلی بحث ''تحذیر المسلمین'' میں ملاحظہ ہو۔

دوسری بات یہ تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اللہ کی رضامندی کی سند کے بعد معاذ اللہ اگر یہ لوگ بگڑ

Scanned with Cam

گئے تو رسول کریم ﷺ جیسی شخصیت اور آپ کی صحبت اس جم غفیر میں سے کسی کی اصلاح نہ کر سکی۔ تو پھر بعد میں کوئی کس برتے پر مسلمان ہونے کا یا جنتی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ بقول شیعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل ہونے کا وعدہ فرمایا، حضور اکرم ﷺ سے اس کا اعلان کرایا مگر واقعات اس کے بالکل برعکس ظہور میں آئے۔ کیا خدا کو اپنے وعدے کا کوئی پاس نہیں تھا؟ اگر پاس تھا تو کیا خدا ایسا کمزور ہے کہ بندوں کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔ چپ سادھ لی اور اپنے ''مخالفین'' کا کچھ نہ بگاڑ سکا؟ حضرت علیؓ نے بھی کسی موقع پر خدائی وعدہ کا حوالہ نہ دیا کہ میرا لحاظ نہ سہی خدا کے وعدے کا تو کچھ خیال کرو۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ خلافت بلافصل کی بات محض ایک افسانہ ہے جو بعد میں مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لئے گھڑ لیا گیا۔ اس کا تانا بانا کیسے تیار ہوا اسکی تفصیل آگے آتی ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقررہ پروگرام اس انداز سے پورے کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کی قدرت کا اقرار کئے بغیر کچھ بن نہیں پڑتی۔ مثلاً:

(ا) فرعون جیسا سرکش حکمران اپنے ہوا خواہوں کے بتانے پر اپنی اور اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے یہاں تک کر گزرتا ہے کہ قبطی قوم کو من حیث القوم ذلیل و رسوا کر کے چھوڑا۔ پھر قبطیوں کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دینے کا حکم رائج کیا تا کہ ان کی نسل کا وہ حصہ ہی ختم ہو جائے جو اس کے سامنے صف آرا ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ کا پروگرام دیکھئے کہ جس سال بچوں کو قتل کر دینے کا حکم فرعون نے صادر کیا اسی سال حضرت موسیٰؑ کو پیدا فرمایا۔ پھر صندوق میں ڈال کر دریا کے حوالے کرایا پھر فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کرائی پھر انہی کے ہاتھوں اسکو ہلاک کرایا اور اس کی حکومت کا خاتمہ کرایا۔

تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ فرعون جیسے سرکش سے تو خدا نہ دبا مگر ابوبکرؓ و عمرؓ کیا فرعون سے بھی زیادہ طاقتور تھے کہ ان کے مقابلے میں خدا کی ایک نہ چلی اور خدا نے حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل

کا فیصلہ کر کے انہیں مدتوں انتظار کرایا۔ اس لیے اس معاملے میں یا تو خدا کو عاجز اور بے بس ماننا پڑے گا یا خلافت علی بلا فصل کو افسانہ تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۲) حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے انہیں اپنی راہ کا کانٹا سمجھتے ہوئے راہ سے ہٹانے کی تدبیر کی۔ قافلے کے ہاتھوں بیچا، پھر مصر میں عزیز مصر کی بیوی نے انہیں جیل بھجوا دیا مگر خدا نے نہ صرف اسے جیل سے نکالنے کی تدبیر کی بلکہ حکومت مصر میں اس منصب پر پہنچایا جو دنیا کے لئے قابلِ رشک تھا اور بتایا کہ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ اور جو لوگ قدرت قادر کے منکر تھے ان کے لئے اعلان بھی فرمایا کہ وَاللهُ غَالِبٌ عَلٰىٓ اَمْرِهٖ.

اگر خلافت بلا فصل کی بات اللہ کا امر تھا تو اللہ کو غالب آنا چاہئے تھا اور جب یہ نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا فیصلہ تھا ہی نہیں ورنہ بندوں کے مقابلے میں مغلوب ہو جانے والا خدا بھی کیا خدا ہوا۔

پھر تاریخ سے اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ جب کوئی ظالم حکمران اللہ والوں کے مقابلے میں اٹھا اللہ نے اس ظالم کی گردن توڑی اور غلبہ اللہ والوں کو عطا کیا مگر یہاں کیا بات ہے کہ بقول شیعہ یکے بعد دیگرے تین ظالم حکمران رہے، مگر خلافت بلا فصل کا فیصلہ کرنے والا ربّ بس دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس کے مقابلے میں خلفائے ثلاثہ کے حالات دیکھے جائیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی خلافت منصوصی تھی۔ مثلاً حضرت علیؓ کی خلافت کا معاملہ تو بقول شیعہ غدیر خم تک منصۂ شہود پر نہیں آیا تھا، بلکہ کسی کے ذہن اور تصور میں بھی نہیں پایا جاتا تھا مگر نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں عملاً خلفائے ثلاثہ کو اسی ترتیب کے ساتھ کاروبار سلطنت سنبھالنے کی ٹریننگ دی۔ چنانچہ:

۱۔ تفسیر قمی طبع ایران ۲: ۴۳۴ شیعہ کی پہلی تفسیر

وادی یابس جنگ سلاسل میں نبی کریم ﷺ نے ۱۲ ہزار کافروں کے مقابلے میں پہلے

Scanned with Ca

حضرت ابوبکرؓ کو پھر فاروق اعظمؓ کو امیر بنا کر بھیجا۔

فنزل جبریلؑ علی محمد ﷺ	جبریل امین نازل ہوا، اور نبی کریم ﷺ کو کفار
واخبره بقصتهم وما تعاقدوا عليه	کے قصہ کی خبر دی جو انہوں نے آپس میں
وتواثقوا وامره ان يبعث فلانا	معاہدے کئے تھے ان کی بھی اطلاع دی اور حکم دیا
(ابوبكر) اليهم فى اربعة الاف فارس	کہ ان کے مقابلے کے لئے مہاجرین و انصار
من المهاجرين وانصار الى ان قال ثم	میں سے ۴ ہزار سواروں کے ہمراہ ابوبکر صدیق کو
قال يا معشر المسلمين انى امرت و	بھیجوں.....اے جماعت مسلمین مجھے حکم ملا ہے
جبرائيل امرنى عن الله ان ابعث	اور مجھے جبریلؑ نے اللہ کی طرف سے حکم دیا ہے
اليهم فلانا (عمرؓ) فى اصحابه اربعة	کہ میں ان کفار کے مقابلے عمر فاروقؓ کو اپنے
الاف.	ساتھیوں کے ساتھ جو ۴ ہزار ہیں بھیجوں

۲۔ تفسیر صافی طبع ایران سورۃ العادیات صفحہ ۸۴۳

"فنزل جبرائيل .... قد اخبرنى وامرنى ان اُسير اليهم ابا بكرؓ بامره .... وان جبرائيل امرنى عن الله ان ابعث اليهم عمر فسر يا عمر"

۳۔ تفسیر فرات بن ابراہیم طبع قدیم ایران

"فنزل جبرائيل على محمد ﷺ فاخبره بقصتهم وامره ان يبعث ابا بكر اليهم فى اربعة الاف ثم وان جبرائيل امرنى ان ابعث عمر مكانه اليهم"

۴۔ حیات القلوب ۲: ۵۲۰، ۵۲۱

"پس جبرائیل نازل شد و قصہ ایشاں را برائے آنحضرت نقل کرد و از جانب خدا مامور گردانید آنحضرت را کہ ابوبکرؓ را با چہار ہزار سوار از مہاجرین و انصار بجنگ ایشاں

Scanned with Cam

بفرستد........وحضرت رسول ﷺ ابوبکرؓ راطلبید وبرایشاں امیر کرد......وانیک جبرائیلؑ مراازجانب خداامری کندکہ عمرؓ رابجائے اوفرستم باچہار ہزارسوار باعمرؓ برد • بانامِ خدا"۔

یہ چاروں شیعہ کی معتبر کتابیں ہیں۔ان میں ابوبکرؓ وعمرؓ کی امارت کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرم ﷺ نے انہیں یکے بعد دیگرے امارت سونپی۔اس کا وزن کم کرنے کے لئے راویوں نے اپنی طرف سے آخر میں یہ دم لگائی کہ ابوبکرؓ بھی بھاگ کے آگئے پھر عمرؓ بھی بھاگ کے آگئے۔

تقیہ کی آڑ میں ایسی کوششیں کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں مگر اس سے شیخین کی امارت پر اور من جانب اللہ مامور ہونے پر کیا فرق پڑتا ہے؟اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ بزدل تھے۔جنگ سے بھاگ آئے اس انداز سے سوچیں تو اس سے ایک اور حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ حضرت علیؓ تو ان دونوں سے بزدل تھے جو ان "بزدلوں" کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور اپنا حق نہ لے سکے اور شیعوں کا خدا ان سے بھی "بزدل" تھا جو ان "بزدلوں" سے حضرت علیؓ کا حق بھی نہ دلوا سکا۔آدمی سلیقے سے جھوٹ بولے تو کبھی کبھی بات بن جاتی ہے مگر شیعہ راویوں کو تو صرف تقیہ کی عبادت سے غرض ہوتی ہے سلیقہ کا کم ہی خیال رکھتے ہیں۔

گزشتہ صفحات میں شیعہ کی تفسیر قمی، تفسیر صافی، تفسیر المیزان، تفسیر منہج الصادقین، تفسیر مجمع البیان اور حملہ حیدری علامہ باذل کے حوالے گزر چکے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی خبر دی۔اگر خلافت منصوصی ہی ہے تو شیخین کی خلافت پر حضور کا بار بار کا فرمان نص ہے اور اگر اس سے انکار نہ کیا جائے کہ وما ینطق عن الھویٰ انھو الا وحی یوحی تو حضور اکرم ﷺ اپنے سامنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے مصلیٰ پر کھڑا کر کے عملاً ان کی خلافت پر نص قائم کر گئے۔

Scanned with Car

آیت استخلاف میں خلیفہ بنانے کی نسبت خدا کی طرف سے ہے

یہ سوال اکثر اٹھایا جاتا ہے کہ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنانے کی نسبت اپنی طرف کی ہے مگر خلفائے ثلاثہ کو مہاجرین وانصار نے خلیفہ بنایا لہٰذا یہ آیت کا مصداق نہیں بن سکتے۔

چونکہ بات علمی انداز میں کہی گئی ہے اس لئے بظاہر وزنی معلوم ہوتی ہے مگر یہ علمی نکتہ جب عملی حقائق کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو نہایت بودا نظر آتا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ جس طریقے سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت عمل میں آئی ٹھیک اُسی طریقہ سے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اگر استخلاف کی نسبت خلفائے ثلاثہ کے حق میں درست نہیں معلوم ہوتی تو کیا حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کے لئے اللہ نے کوئی فرشتے نازل کئے تھے کہ انہیں اٹھا کر تختِ خلافت پر بٹھا دیں۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مہاجرین وانصار نے انتظار کیا کہ حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ خود خلیفہ بنائے گا۔ مگر جب انتظار طویل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مافوق الفطرت انتظام نہ کیا تو مہاجرین وانصار نے سمجھ لیا کہ اللہ تو انہیں خلیفہ بناتا نہیں چلو ہم ہی حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیں۔ مگر یہی کچھ تو وہ صدیق وفاروق وعثمان کے انتخاب کے وقت کر چکے تھے۔ اگر وہاں انتخاب کی نسبت غلط سمت کو مڑ گئی تو حضرت علیؓ کے انتخاب کے وقت وہ نسبت کیسے درست قرار پائی۔

اگر حضرت علیؓ کے پاس خلافت پر کوئی نص ہوتی تو خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کے انتخاب کے وقت پیش تو کرتے مگر تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کسی موقع پر نص پیش کرنا تو کیا نص کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے تو امیر معاویہؓ کے مقابلے میں بھی نص کی بجائے مہاجرین وانصار کے اجماع کو بطور دلیل پیش کیا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۲) حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو جو خط لکھا اس کا متن شیعہ کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغہ، علامہ میثم بحرانی ۴: ۳۵۵، ۳۵۶۔

زعمت انه انما افسد علیّ بیعتک خطیئتی فی عثمان لعمری ما کنت	(اے معاویہ) تمہارا خیال ہے کہ آپ کی بیعت جو مجھ سے ہوئی اسے خون عثمان کے گناہ نے فاسد کر دیا ہے

Scanned with Car

الا رجلا من المهاجرين اوردت كما اوردوا و صدرت كما صدروا وما كان الله ليجمعهم على ضلال و لا يضربهم بعمى واما ما زعمت ان اهل الشام حكام على اهل الحجاز فهات رجلين من قريش الشام يقبلا فى الشورى ان تحل لها الخلافة فان زعمت ذلك كذبك المهاجرون والا نصار.	مجھے اپنی جان کی قسم میں مہاجرین میں سے ایک فرد ہوں مہاجرین جس راہ پر چلے ان کی طرح میں بھی اسی راہ پر چلا جیسے انہوں نے چھوڑا ایسے میں نے بھی چھوڑا اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار کو دل کا اندھا بنا کر گمراہی پر جمع کر دے اور اگر آپ کا خیال ہے کہ شامی عربوں پر حاکم ہیں تو آپ شام کے دو قریشی جو شوریٰ کیلئے مقبول ہوئے ہوں، پیش کریں کہ ان کیلئے خلافت ہے (میری بیعت کے بعد) اگر آپ کا یہی خیال ہے تو مہاجرین و انصار اس خیال کی تکذیب کریں گے۔

ایضاً ۴:۳۵۷

وهى كونها بيعة واحدة باتفاق المهاجرين والانصار الذين هم اهل الحل والعقد من امة محمد ﷺ وهذه صغرى من شكل الاول وتقدير كبرىٰ وكل بيعة وقعت كذالك فلا يثنى فيها نظر ولا يستأنف فيها خيار وكل ما سبق من حال الائمة الثلاثه (خلفائے ثلاثه) قبله عليه السلام اذلم يكن لاجدان يثنى فى بيعتهم نظر اولا يستأنف خيارا بعد ان عقدها	اور بیعت ایک ہی ہے جو امت محمد ﷺ کے ارباب حل و عقد مہاجرین و انصار کے اجماع اور اتفاق سے ہوئی ہے یہ صغریٰ شکل اول کا تھا اب کبریٰ جو بیعت مہاجرین و انصار کے اجماع سے ہو جائے اس میں نظر ثانی نہ ہوگی۔ اور نہ اس میں کسی کا اختیار چلے گا اور خلفائے ثلاثہ کی بیعت کا جو حال گزر چکا ہے ان کی بیعت خلافت میں کسی کو نظر ثانی کرنے یا نئی راہ نکالنے کا اختیار نہیں رہا۔ جس بیعت کا انعقاد مہاجرین و انصار کے ہاتھوں ہو چکا تھا پھر

Scanned with Car

المهاجرون والانصار لاحدهم ثم اشار الى حكم من لم يدخل فى بيعته وهم قسمان لان من لم يدخل فيها اما ان يخرج عنها او يقف فيها فحكم الخارج عنها ان يكون طاعنا فى صحتها وانعقادها فيجب ان يجاهدو يقاتل حتى يرجع اليها اذهى سبيل المومنين كما سبق و حكم الواقف فيها والمتردى فى صحتها انه مداهن وهو نوع من النفاق ومستلزم للشك فى سبيل المومنين ووجوب اتباعه	حضرت علیؓ نے اس آدمی کے متعلق حکم کی طرف اشارہ کیا جو بیعت خلافت میں داخل نہیں ہوا کہ اس کے لئے دو راستے ہیں۔ اور وہ آدمی دو قسم کے ہیں یا تو مسئلہ خلافت میں طعن کر کے مہاجرین وانصار کی مخالف کی راہ اختیار کرے گا تو ایسے آدمی کے خلاف جہاد کیا جائے تا کہ وہ اہل ایمان کی راہ پر پلٹ آئے یعنی بیعت خلافت میں مسلمانوں کے ساتھ متفق ہو جائے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو بیعت تو کرے مگر صحت امامت و خلافت میں متردد ہو اور تسلیم کرنے میں پس و پیش کرے وہ ایک قسم کا منافق ہے اسے اہل ایمان کی راہ کے متعلق شک ہے اس پر واجب ہے کہ مسلمانوں کی راہ اختیار کرے اور انکی اتباع کرے اس راہمیں شک کرنا نفاق ہے۔

ایضاً ۳:۳۳۹

ايها الناس ان احق الناس بهذا الامر اقوىٰ لهم عليهم واعلمهم بامر الله فيه فان شغب مشاغب استعتب فان ابىٰ قوتل و لعمرى لئن كانت الامامة لا تنعقد حتى	لوگو! خلافت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قوی ہو اور احکام شرعی کا زیادہ عالم ہو، اگر کوئی اس کا اعتراض کرے تو اسے سمجھایا جاوے اور اگر انکار کرے تو قتل کر دیا جائے میری جان کی قسم اگر خلافت کا انعقاد اس طریقہ سے ہو کہ

Scanned with Car

تحضرھا عامة الناس فما الی ذلک سبیل ولکن اھلھا یحکمون علی من غاب عنھا ثم لیس للشاھد ان یرجع ولا للغائب ان یختار الاوانی اقاتل رجلین رجلا ادعی مالیس له واخر منع الذی علیه.	تمام عوام اس پر جمع ہو جائیں تو اس انعقاد کا کوئی راستہ نہیں لیکن جو خلافت منعقد کرنے کے اہل ہیں اگر وہ فیصلہ کریں تو انکا حکم غائب پر بھی ہے حاضر کے لئے رجوع کا کوئی حق نہیں اور غائب کوئی اور راہ اختیار کرنے کا مجاز نہیں خبردار میں ان آدمیوں سے لڑونگا جو خلافت کا حقدار ہونیکا دعویٰ کرے اور اس سے جو امام کی مخالفت کرے گا۔

حضرت علیؑ کے اس خطبے کی شرح علامہ میثم بحرانی نے یوں کی ہے۔

الاول بیان احکام الذی ھو احق الناس بامر الخلافة وحصر الاحق به فی امرین احدھما اقوی الناس علیه وھو الا کمل قدرة علی السیاسة والاکمل علما بمواقعھا وکیفیاتھا وکیفیت تدبیر المدن والمعروب وذالک یستلزم کونه اشجع الناس.. وبیان کیفیة انعقاد الامامة بالاجماع فبین لقوله لعمری الی قوله ما الی ذالک سبیلا ان الاجماع لا یعتبر فیه دخول جمیع الناس حتی العوام اذلو کان ذلک لاوی الی ان لا ینعقد اجماع قط فلم تصح امامه احدا بدالتعذر	پہلے ان احکام کا ذکر ہے جو سب سے زیادہ حق دار خلافت کے متعلق ہیں۔ اس حقدار کو دو اوصاف میں بند کر دیا ہے۔ پہلا یہ کہ سب سے قوی ہو وہ شخص سیاست پر کامل قدرت رکھتا ہے مواقع خلافت کا کامل علم رکھتا ہے۔ شہروں کی آبادی کی کامل تدبیر جانتا ہے فن جنگ سے خوب واقف ہے ان اوصاف کا مالک سب سے زیادہ بہادر ہوگا۔۔ اجماع کے ذریعے امامت کے انعقاد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اپنے قول 'میری جان کی قسم تا اس کا کوئی راستہ نہیں' میں فرمایا اس اجماع کا کوئی اعتبار نہیں جسمیں تمام عوام جمع ہوں کیونکہ یہ محال ہے اس طرح تو خلافت پر اجماع ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر تو خلافت

Scanned with Car

اجتماع المسلمین بامرهم من اطراف الارض بل المعتبر فی الاجماع انفاق اهل الحل والعقد من امة محمد ﷺ فلیس لاحد منهم بعد انعقادها ان یرجع ولا عن عداهم من العوام ومن غاب عنها ان یختاروا غیر من اجمع هولاء علیه.	کبھی صحیح نہ ہوگی کیونکہ دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کا اکٹھا ہونا محال ہے، بلکہ اجماع معتبر وہ ہے جو امت کے اہل حل وعقد صائب الرائے لوگوں کا اجماع ہو۔ اس اجماع سے جو خلافت منعقد ہو جائے اس کے بعد کسی مسلمان کو اختیار نہیں کہ اس سے منہ پھیرے اور نہ کسی غائب کو حق ہے کہ مسلمانوں کی اس راہ کے بغیر کوئی اور راہ اختیار کرے۔

۱۔ حقیقی اور صحیح خلافت وہ ہے جو مہاجرین وانصار کے اجماع سے منعقد ہو کیونکہ امت محمد ﷺ میں اہل حل وعقد اور صائب الرائے وہی ہیں۔

۲۔ اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین وانصار کو دل کا اندھا بنا کر کسی گمراہی پر جمع کر دے۔

۳۔ مہاجرین وانصار کے اجماع کے بعد دوسرے لوگوں کا دو قسم کا ردعمل ہو سکتا ہے اول وہ شخص جو اس اجماع پر طعن کر کے مخالفت کی راہ اختیار کرے ایسے آدمی کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔

دوسرا وہ شخص جو بیعت تو کرے مگر صحت خلافت میں متردد ہو تو ایسا شخص منافق ہے اس کی راہ مسلمانوں کی راہ سے الگ ہے۔

۴۔ حاضرین میں سے جو شخص بیعت کرے اسے رجوع کا کوئی اختیار نہیں۔

۵۔ جو شخص اس اجماعی منتخب خلیفہ کے مقابلہ میں خلافت کا حق دار ہونے کا دعویٰ کرے میں اس کے خلاف لڑائی کرونگا۔

حضرت علیؓ کے اس عقیدے کے آئینے میں خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور حضرت علیؓ کے

Scanned with Car

کردار کا جائزہ لیجئے۔

۱۔ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا انعقاد مہاجرین و انصار کے اجماع سے ہوا جو امت محمدیہ میں مسلمہ ارباب وحل وعقد ہیں۔ لہذا ان کی خلافت صحیح اور وہ اپنے اپنے وقت خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ثابت ہوئے اور حضرت علیؓ کا عقیدہ یہی ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

۲۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کی خلافت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے ان کی بیعت کی یا کوئی دوسرا ردعمل اختیار کیا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ان حضرات کو خلافت کا صحیح حقدار سمجھ کر ان کی بیعت کی اور جس طریقے سے ان کی خلافت منعقد ہوئی حضرت علیؓ نے ان طریقہ کو صحیح اور معیاری طریقہ بیان فرمایا۔

اگر بقول شیعہ یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت علیؓ نے ان کی خلافت پر طعن کر کے ان کی مخالفت کی تو حضرت علیؓ ایسا شخص اس قابل ہے کہ اس کے خلاف جہاد کیا جائے اور اگر بقول شیعہ بیعت تو تقیہ کر کے کر لی مگر صحت خلافت میں انہیں تردد رہا تو بقول حضرت علیؓ ایسا شخص منافق ہے اب یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ شیعہ کا قول معتبر ہے یا حضرت علیؓ کا ارشاد اور عقیدہ۔

اب اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جس کام کی نسبت اللہ کی طرف ہو وہ کام کیسے انجام پاتا ہے یا ظہور میں آتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آئات میں اس حقیقت کیطرف رہنمائی ہوتی ہے مثال کے طور پر چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم.

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اللہ نے تلوار چلا کر کفار کو قتل کیا تھا یا اللہ نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ تلوار ہاتھ میں لے کر اللہ کے باغیوں کو قتل کریں۔

۲۔ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ

Scanned with Car

کیا اللہ نے اپنی مٹھی میں خاک لے کر دشمنان اسلام کی طرف پھینکی تھی یا ہاتھ نبی کریم ﷺ کا تھا۔ اور یہ بات حضور ﷺ کے دل میں اللہ نے ڈالی تھی؟

۳ وکایٌ من دابة لا تحمل رزقها الله یرزقها

اللہ رزق کیسے دیتا ہے کیا خوراک کی بوریاں بھر کر آسمان سے پھینکتا ہے یا اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ نے اپنی وسیع زمین میں روئیدگی کی طاقت پیدا کر کے رزق پھیلا دیا اور حیوانات کی جبلت میں یہ داعیہ رکھ دیا کہ اپنا رزق تلاش کریں اور اللہ کے وسیع خزانے سے حاصل کریں۔

۴. نحن نرزقکم و ایاھم

تمہیں اور تمہارے متعلقین کو اللہ رزق کیسے دیتا ہے کیا اللہ نے آسمانوں پر کہیں روٹی پلانٹ لگا رکھے ہیں کہ پکی پکائی روٹی ہر آدمی کے گھر پہنچ جاتی ہے۔ یا اس کی صورت یہ ہے کہ سامان رزق زمین میں فراوانی سے پھیلا دیا اور ہر آدمی کے اندر یہ خواہش اور قوت رکھ دی کہ اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق خدا کے اس وسیع خزانے سے اپنا اپنا حصہ حاصل کریں۔

اس قسم کی بیسیوں آیتیں اللہ کی کتاب میں جا بجا ملتی ہیں اس اصول کی روشنی میں آیت استخلاف پر غور کریں۔

زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کا طریقہ کیا یہی ہے کہ آسمان سے ایک تخت اتارا جائے ایک تاج ہو کلغی ہوں فرشتے آئیں اور اللہ کے مقرر کردہ آدمی کو اٹھا کے تخت خلافت پر بٹھا دیں، یا اس کی صورت سنت اللہ کے مطابق یہی ہے کہ اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں ایک بات ڈال دے۔ ان میں ارباب حل و عقد کسی موزوں آدمی کو خلیفہ چن لیں۔ ظاہر ہے کہ قابل عمل صورت وہی ہے جو حضرت علیؓ نے بیان کردی کہ خلافت کا انعقاد مہاجرین و انصار کے اجماع سے ہوا جس کو یہ لوگ حق دار سمجھیں اللہ کے نزدیک وہی حق دار ہے۔

اور لیستخلفنھم فی الارض کی عملی تفسیر یہی ہے اور یہی منصوصی خلافت کا مفہوم ہے۔ اگر اس کے بغیر کوئی مراد ہو اور حضرت علیؓ کی خلافت کو کسی اور مفہوم کے اعتبار سے منصوصی کہا جائے

Scanned with Car

تو اس کی صورت کچھ اس طرح ہو سکتی ہے جیسے ارشاد باری ہے یداود انا جعلناک خلیفة فی الارض اسی طرح ہونا چاہئے تھا۔ یا علی انا جعلناک خلیفة بعد رسول اللہ مگر اس قسم کی کسی نص کا سراغ نہیں ملتا۔

آیت استخلاف میں خلیفہ بنانے کی جو نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے اس کی حقیقت بیان ہو چکی البتہ یہ اصول سمجھ لینا چاہئے کہ عدم سے جو چیز وجود میں آتی ہے وہ بحکم الٰہی ہی آتی ہیں صفحہ ۲۹۵ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں خصوصی شرف اور اعلیٰ درجہ کی عظمت پائی جاتی ہے تو ان کی نسبت ذات باری کی طرف کردی جاتی ہے جیسے بیت اللہ، کعبۃ اللہ، مساجد اللہ روح اللہ وغیرہ۔ اسی طرح منصب خلافت کے شرف کے اعتبار سے اسکی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے۔ اسی قبیل سے یہ ارشاد باری ہے کہ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد اور واذ کروا اذجعلکم خلفاء من بعد قوم نوح.

حضرت علیؓ کی خلافت کا منصوصی ہونا اور مفترض الطاعۃ وغیرہ ہونا دراصل ایک خاص یہودی ذہن کی پیداوار ہے جس کی نشاندہی شیعہ کتب میں متعدد مقامات پر کی گئی ہے۔ مثلاً فرق الشیعہ علامہ نوبختی طبع نجف اشرف مطبع حیدریہ صفحہ ۴۰۔

اصحاب عبداللہ بن سباء وکان ممن اظهر الطعن علی ابی بکر وعمر وعثمان والصحابة وتبرأ منهم وقال ان علیاً علیه السلام امره بذلک فاخذه علی فسئاله عن قوله هذا فاقربه فامر بقتله فصاح الناس الیه یا امیر المومنین اتقتل رجلا یدعوا الی حبکم اهل البیت والی	عبداللہ بن سباء پہلا آدمی ہے جس نے خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کرامؓ پر طعن اور تبرا بازی شروع کی اور کہا کہ حضرت علیؓ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے حضرت علیؓ نے اس کو گرفتار کیا اور اس قول کے متعلق پوچھا تو اس نے اقرار کیا۔ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم دیا اس پر اس کے ہم خیال لوگوں نے واویلا مچا دیا اور حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جو لوگوں کو آپ کی

Scanned with Car

ولايتک والبرأت من اعدائک	اور اہل بیت کی محبت اور ولایت کی دعوت دیتا ہے
فيصره الی المدائن وحکی جماعة	اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری ظاہر کرتا ہے تو
من اهل العلم من اصحاب علی عليه	آپ نے ابن سباء کو مدائن کیطرف جلاوطن کر دیا
السلام ان عبدالله سباء کان يهوديا	اور اصحاب علی کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ
فاسلم ووالی عليا وکان يقول وهو	عبداللہ بن سباء یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہونا ظاہر
علی يهوديته فی يوشع بن نون بعد	کیا اور حضرت علیؓ سے محبت کا اظہار کرنے لگا۔
موسیٰ عليه السلام بهذه المقالة	جب یہودی تھا تو موسیٰ کے بعد یوشعؑ بن نون کے
فقال فی اسلامه بعد وفات النبی	متعلق یہی بات کہتا تھا جو اس نے نبی کریم ﷺ
ﷺ علی بمثل ذلک وهو اول من	کے بعد حضرت علیؓ کے متعلق کہی وہ پہلا آدمی تھا
اشهر القول بفرض امامة علی عليه	جس نے حضرت علیؓ کی امامت وخلافت کے فرض
السلام واظهر البرأة من اعدائه	ہونے کا اعلان کیا اور تبرا بازی شروع کی اور ان
وکاشف مخالفيه فمن هناک قال	کے مخالفوں کی کھلی مخالفت کی اسی وجہ سے شیعہ کے
من خالف الشيعة ان اصل الرفض	مخالفین کہتے ہیں کہ رافضیوں کا مذہب یہودیت
ماخوذ من اليهودية ولما بلغ عبدالله	سے ماخوذ ہے جب مدائن میں ابن سباء کو حضرت
بن سباء نعی علی بالمدائن قال	علیؓ کے قتل یعنی شہادت کی خبر ملی تو خبر دینے والے
للذی نعاه کذبت لو جئتنا بدماغه	سے کہا تم جھوٹ بولتے ہو اگر تم حضرت علیؓ کا
فی سبعين صرة واقمت علی قتله	دماغ ستر تھیلیوں میں لپیٹ کے لائے اور اور ستر
سبعين عدلا علمنا انه لم يمت ولم	گواہ پیش کرتے تب بھی ہم کہتے کہ وہ فوت نہیں
يقتل ولا يموت حتی يملک	ہوئے اور وہ اس وقت تک نہیں مریں گے جب
الارض.	تک پوری زمین کے مالک نہ ہو جائیں۔

اور رجال مامقانی جلد۲،۳ صفحہ۱۸۴ باب عبداللہ بن سباء

Scanned with Cam

وکان اول من اشھر بالقول بفرض امامة علی واظھر البرأة من اعدائه وکاشف مخالفیه وکفرھم فمن ھنا قال من خالف الشیعة ان اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیھود.	یہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علیؓ کی امامت کا فرض ہونا مشہور کیا اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کیا اوران کی تکفیر کی اس وجہ سے شیعہ کے مخالف کہتے ہیں کہ مذہب شیعہ اور رفض یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

اسی طرح شیعہ کی اسماء الرجال کی مستند کتاب رجال کشی میں صفحہ ۷۱،۷۰ پر ابن سباء کے پورے حالات درج ہیں

ان اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کی امامت اور ولایت اوران کے مفترض الطاعة ہونے کے متعلق کوئی نص یا کوئی سند حضرات خلفائے کے عہد کے اختتام تک سامنے نہ آئی اور حضرت علیؓ کے عہد میں سامنے آئی بھی تو ایک یہودی کی زبانی اور وہ بھی اس پائے کا ثقہ آدمی کہ حضرت علیؓ نے اس کے اس بکواس پر اسے قتل کردینے کا حکم دیا۔ یہ عجیب نص ہے کہ حضرت علیؓ کوتو خبر بھی نہیں اور ایک بہروپئے یہودی پر یہ راز منکشف ہو گیا اور وہ بھی ایسے وقت میں کہ خلافت بلا فصل کا موقع ہاتھ سے جاچکا تھا۔ یہ افسانہ تو عجائبات عالم میں شمار ہونے کے لائق معلوم ہوتا ہے۔

محدث جلیل اور مفسر قرآن حافظ عماد الدین ابن کثیر نے حضرت علیؓ کی خلافت منصوصی و اجماعی پر اصولی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق تو حضرت علیؓ خلافت کے حقدار ہو ہی نہیں سکتے۔

البدایہ والنھایہ ۵: ۲۵۲

ثم لو کان مع علی ابن ابی طالب نص فلم لا یحتج به علی الصحابة علی اثبات امارته علیھم و امامته علیھم فان قالوا (شیعه) لم یقدر	اگر حضرت علیؓ کے پاس اپنی خلافت پر کوئی نص تھی انہوں نے صحابہ کرامؓ کے سامنے بطور حجت کیوں پیش نہیں کی اگر شیعہ کہیں کہ آپ اس نص کو نافذ کرنے پر قادر نہیں تھے لہذا پیش نہیں کی اس کا

Scanned with Car

علی تنفیذ ما معه من النص فهو عاجز و والعاجز لا یصلح للامامة والامارة وان کان یقدر ولم یفعله فهو خائن والخائن الفاسق مسلوب معزول عن الامارة وان لم یعلم بوجود النص فهو جاهل ثم وقد عرفه وعلمه من بعده هذا محال وجهل و ضلال وهذا یحسن فی اذهان الجهلة الطغام.	مطلب یہ ہے کہ وہ عاجز تھے اور عاجز آدمی امامت و خلافت کا اہل ہی نہیں ہوتا لہذا وہ خلافت کے اہل ہی نہیں تھے اور اگر کہیں کہ قادر تو تھے مگر عمداً ظاہر نہیں کی تو وہ خائن ثابت ہوئے اور خائن تو فاسق ہوتا ہے۔ وہ امارت کا اہل ہی نہیں ہوتا اور اگر کہیں کہ حضرت علیؓ کو نص کا علم نہیں تھا تو وہ جاہل ثابت ہوئے اور اگر کہیں کہ بعد وفات ان کو نص کا علم ہوا تو یہ محال ہے اور جہالت اور گمراہی ہے یہ آخری بات صرف جاہلوں اور باغیوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے ورنہ نص کا سرے سے وجود ہی نہیں۔

علامہ ابن کثیر نے شیعہ کے تمام مفروضے بیان کر کے اصولاً ثابت کر دیا کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق تو حضرت علیؓ مطلق خلافت کے اہل نہیں ثابت ہوئے خلافت بلافصل تو دور کی بات ہے۔

فضیلت شیخینؓ اور حضرت علیؓ

خلفائے ثلاثہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے والے، ان کے کردار پر بہتان طرازی کرنے والے اگر حضرت علیؓ کی ذات اور ان کے خیالات کا ہی احترام کرنے پر آمادہ ہو جائے تو آنکھیں کھل جائیں مگر جسے اپنی آنکھیں میچ لینے پر ہی اصرار ہو اس کی آنکھیں کون کھولے۔ آیئے ذرا حضرت علیؓ کے ارشادات دیکھیں۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ علامہ میثم بحرانی طبع جدید ۴:۳۶۲ حضرت علیؓ کا ارشاد امیر معاویہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت والصحهم لله ولرسوله الخلیفة	(ای معاویہؓ) جیسا کہ تمہارا خیال ہے اسلام میں سب سے افضل اور اللہ و رسول ﷺ کے

Scanned with Car

الصديق وخليفة الخليفه الفاروق ولعمری ان مكانهما فی اسلام لعظيم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شديد يرحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا.	ساتھ سب سے زیادہ کھرا معاملہ رکھنے والا خلیفہ صدیق اکبرؓ تھا اور خلیفہ کا خلیفہ عمر فاروقؓ تھا مجھے اپنی جان کی قسم ان دونوں کا درجہ اسلام میں بڑا عظیم ہے ان کی موت نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ان پر خدائی رحمت ہو اللہ ان دونوں کو جزائے احسن دے۔

حضرت علیؓ کے اس مختصر سے خطاب میں کتنی عظیم حقیقتوں کا اظہار ہے

ا۔ اسلام میں سب سے افضل صدیقؓ و فاروقؓ ہیں۔

ب۔ اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ ان دونوں جیسا کھرا معاملہ اور کسی نے نہیں کیا۔

ج۔ ان کی موت سے اسلام کو بہت نقصان پہنچا۔

د۔ یہ دونوں اللہ کی رحمتوں اور احسن جزا کے مستحق ہیں۔

۲۔ شافی شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ طبع ایران ۲: ۴۲۸

حضرت علیؓ نے مجمع عام میں ایک خطبہ دیا جس کا ایک ایک لفظ ایمان افزا ہے فرماتے ہیں:

اللهم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدين قيل فمن هم قال حبيباى وعماى ابو بكر وعمر اماما الهدى ورجلا قريش والمقتدى بهما بعد رسول الله وشيخا الاسلام من اقتدىٰ بهما عصم ومن اتبع اٰثارهما هدى الى صراط مستقيم	الٰہی! ہماری اس طرح اصلاح فرما کہ جیسی تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی۔ پوچھا گیا کہ خلفائے راشدین کون تھے فرمایا میرے دوست میرے بزرگ ابوبکرؓ اور عمرؓ وہ ہدایت کے امام تھے، قریش کے زعیم تھے اور رسول کریمؐ کے بعد امام اور مقتدیٰ تھے۔ وہ شیخ الاسلام تھے جس نے ان کی اقتدا کی گمراہی سے بچ گیا جو ان کے نقش قدم پر چلا صراط مستقیم پا گیا۔

Scanned with Car

شیخین کے ساتھ حضرت علیؓ کی عقیدت ملاحظہ ہو۔

۱۔ ان دونوں کو خلیفہ برحق تسلیم کیا۔

۲۔ سب سے پہلے ان کو خلفائے راشدین کا لقب دیا۔

۳۔ اپنا محبوب اور قابل احترام بزرگ قرار دیا۔

۴۔ قریش میں ان کے ارفع مقام کا ذکر کیا۔

۵۔ ان کی ذات کو نبی کریمؐ کے بعد مسلمانوں کے لئے مقتدیٰ تسلیم کیا یہ اسی کی صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر.

۶۔ ان کی پیروی کو گمراہی سے بچاؤ کا قلعہ قرار دیا۔

۷۔ ان کی اتباع کو ہدایت اور صراط مستقیم قرار دیا۔

کیا مدعیان محبت علیؓ کو جھنجھوڑنے کے لئے اس سے زیادہ قوت کی بھی ضرورت ہے یاد رہے کہ یہ خطبہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجمع عام میں دیا جب انہیں پورا اقتدار حاصل تھا۔ کوئی خوف و خطر نہ تھا کہ تقیہ کرنے کی ضرورت ہو۔

۳۔ شافی۔۲:۴۲۸

روی ابو حجفه و محمد بن علی و عبد خیر و سوید بن غفلـه و ابو حکیم وغیرهم وقد قیل اربعة عشر رجلا ان علیا علیه السلام قال فی خطبته خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و عمر وفی بعض الاخبار انه علیه السلام خطب بذلک بعد ما انهی الیه ان رجلاتنا ول	اور کہا گیا ہے کہ چودہ آدمیوں سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ خطبہ اس وقت دیا جب ان کو اطلاع ملی کہ کسی (رافضی) نے شیخین کو گالیاں دیں آپ نے اسے طلب فرمایا شہادت لی اور

Scanned with Car

ابا بكر و عمر بالشتمة فدعا به وتقدم بعقوبة بعد ان شهد وا عليه بذلك.	اسے سب وشتم کرنے کی سزا دی۔

۱۔ اس خطبہ میں حضرت علیؓ نے اپنا عقیدہ بیان فرمایا کہ امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔

۲۔ یہ خطبہ اس وقت دیا جب آپ کو اطلاع ملی کہ کسی نے شیخین پر سب وشتم کیا ہے۔ یعنی آپ کو ایسے نابکاروں سے بھی واسطہ پڑا جو آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور آپ کے محبوبوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

۳۔ آپ نے اسے طلب فرما کر شہادت لے کر سزا دی یعنی حجرت علیؓ کے نزدیک شیخینؓ پر سب وشتم کرنا قابل تعزیر جرم ہے۔ آج اگر حضرت علیؓ ہوتے تو ان کے مواخذہ اور اس جرم کی سزا سے بھلا کوئی شیعہ بچ سکتا تھا مگر ستم ظریفی دیکھئے کہ امام ایک کام کو جرم قرار دیتے ہیں اور امام کی پیروی اور محبت کا دم بھرنے والے اسی کام کو عبادت سمجھتے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

۴۔ شافی:۱:۱۷۱ حضرت علیؓ کا ارشاد:

خيـر هـذه الامة بعد نبيها ابو بكر وعـمـر و فـي بـعض الاخبار ولوا شاء ان اسمى الثالث لفعلت.	نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں بعض روایات میں ہے کہ اور اگر میں چاہوں کہ تیسرے کا نام لوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔

اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو امام نے تقیہ کر کے کہا تھا تو اسے کہنا چاہئے کہ تم بھی تقیہ کر کے ہی سہی فضیلت کا اقرار کرلو۔ ایک تو تقیہ کا ثواب لو دوسرے امام کی اتباع کا ورنہ تقیہ کے ثواب سے محروم اور امام کے باغی شمار ہو گے۔

Scanned with Car

باب پنجم

تفسیر آیتِ رضوان

لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینة علیھم واثابھم فتحاً قریباً و مغانم کثیرةً یاخذونھا وکان اللہ عزیزاً حکیماً. وعدکم اللہ مغانم کثیرة تاخذونھا فعجل لکم ھذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون آیة للمومنین ویھدیکم صراط مستقیما واخریٰ لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا وکان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیرا. ولو قاتلکم الذین کفروا لولو الادبار ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا. سنة اللہ التی قد خلت

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت (شجرة) کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی اور (اس فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سر دست تم کو یہ دیدی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تا کہ یہ (واقعہ) اہل ایمان کیلئے ایک نمونہ ہو جائے اور تا کہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے

من قبل و لن تجد لسنة الله تبديلا. (سورة الفتح)	چلا آرہا ہے اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے۔

ان آیات کریمہ میں رب العالمین نے رسول اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے والوں کو چند دینی اور چند دنیوی انعامات سے نوازا۔ دینی انعامات کا اس پاک کتاب قرآن کریم میں اعلان فرمایا اور دنیوی انعامات کا بطور پیشینگوئی وعدہ فرمایا۔ روض الانف ۲:۲۳۵

وفي رواية عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه كانوا الفا و خمسمائة قال سلمه بن الاكوعه بايعنا رسول الله ﷺ على الموت	حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ (حدیبیہ والے) ۱۵۰۰ تھے سلمہؓ بن الاکوعہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر جان دینے کی بیعت کی۔

ان پندرہ سو بیعت کرنے والے صحابیوں کے ایمان کی شہادت رب العالمین نے دی ہے ایمان تو بیعت سے پہلے بھی تھا۔ ان کے ایمان کا اعلان کیا اور بتایا کہ میں ان کے ایمان کا شاہد ہوں اور قرآن حکیم میں اعلان کر رہا ہوں کہ قرآن کریم قیامت تک ان کے ایمان کی شہادت دیتا چلا جائے گا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ جس کے ایمان کی شہادت خدا تعالیٰ دے اس سے بڑھ کر کون اور شاہد ہو سکتا ہے؟ کوئی ایمان دار جس کا ایمان قرآن پر ہے، وہ ہرگز شک نہیں کر سکتا، بلکہ قرآن کریم کی ان آیات کریمہ کے اعلان کے بعد بھی جو شخص بیعت کرنے والوں کے ایمان میں یا ان کے اسلام میں شک کرتا ہے، وہ حقیقتاً ان کے اسلام و ایمان میں شک نہیں کر رہا بلکہ وہ قرآن کریم کو مشکوک کہہ رہا ہے۔ جس سے ایمان جاتا رہتا ہے اور وہ وعدہ خداوندی کو جھٹلا رہا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کے ایمان کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان کیا ان کا خاتمہ یقیناً بالایمان ہوگا۔ العیاذ باللہ اگر اس اعلان کے بعد ان کا خاتمہ بالایمان نہ ہو تو پھر باقی مخلوق کے ایمان کی تو خیر ہی کہاں؟

۲۔ رب العالمین نے ایمانی شہادت کے بعد ان پر اپنی رضامندی کا اعلان بھی کیا

Scanned with Car

گو راضی تو پہلے بھی تھا۔ رضامندی کا اعلان اس بیعت کے بعد فرمایا اور یہ امر ظاہر ہے کہ جس پر خدا تعالیٰ راضی ہو محض راضی نہیں بلکہ رضامندی کا قرآن کریم میں اعلان بھی کر دیا ہے ان کا خاتمہ باکمل الایمان ہی ہوگا اور رضامندی بھی بہ حرف تاکید کے جو لقد ہے قد بھی تاکیدیہ اور اور اس پر لام بھی ابتدائیہ تاکیدیہ داخل کیا۔ پھر رضامندی بھی صیغہ ماضی سے بیان فرمائی کہ یہ بیعت کرنے والے میرے ازلی محبوب ہیں۔ میں ان سے پہلے سے راضی ہوں۔ خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور میری رضامندی سے ہی دنیا سے جائیں گے۔ خدائے تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے دلوں کا مالک ہے ہم آج کسی سے راضی ہوتے ہیں اور کل اسی سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں آئندہ کے واقعات سے واقفیت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ نے دل بنائے ہیں اور ان کے رازوں سے بھی خوب واقف ہے۔ دیکھئے ابلیس لعین نے کئی ہزار سال عبادعت کی مگر رضامندی کا اعلان اس کے متعلق نہیں فرمایا

صد ہزاراں سال ابلیس لعین　　　بود از ابدال امیر المومنین

یاد رہے خداوند قدوس کی رضامندی کا نام ہی جنت ہے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور جنت محلِ رضا ہے۔

۳۔　اپنی رضامندی کے ساتھ بیعت کا ذکر بھی فرمایا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرامؓ کی متعدد بار بیعت ہوئی مگر قرآن کریم میں اس مبارک بیعت کا ہی ذکر فرمایا اس بیعت کی شان اور بیعت کرنے والوں کی شان بیان کرتے ہوئے اس مبارک شجر کا بھی ذکر فرمایا۔ علامہ باذل شیعہ نے حملہ حیدری ۱:۲۱۵ پر خوب فرمایا:

رسول موید بہ نیروئے بخت　　　بیاید سوئے سایہ آں درخت

بروتکیہ فرمود خیر البشر　　　بہ عزت ز طوبیٰ گذشت آن شجر

رسول اللہ ﷺ کے تکیہ فرمانے سے اس درخت کی شان طوبیٰ درخت سے بھی بڑھ گئی۔

علامہ باذل کے اس قول سے ایک عجیب بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر اس برکت و

تقدس کا حال تھا کہ جس چیز سے لگتا تھا اس کی شان بھی دوبالا کر دیتا تھا جب رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر کے مس کرنے سے اس شجر کی شان طوبیٰ درخت سے بڑھ گئی تو جن جن انسانوں سے آپ کا وجود مبارک لگا جیسے امہات المومنین ہوئی ان کی کیا شان ہوگی۔ سبحان اللہ۔۔۔

سوال:۔ مخالفین حضرات جن کا ایمان قرآن کریم پر نہیں ہے کہتے ہیں کہ یہ رضامندی وقتی تھی، نہ کہ دائمی بلکہ ایک فعل پر تھی رضامندی کا تعلق فعل سے ہے نہ کہ صحابہ کرام ﷺ کی ذات سے اور وہ فعل اذیبایعونک تھا، بیعت کے فعل پر راضی ہوا۔ فعل ایک وقتی چیز تھی، رضامندی بھی وقتی تھی۔ رضامندی کی علت اذ تعلیلیہ ہے لہذا متعلق رضا فعل بیعت ہوا نہ کہ ذات صحابہ کرامؓ جب ذاتوں پر راضی نہ ہوا تو جنتی نہ ہوئے بدیں وجہ آیت واسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ میں بھی رضا کا تعلق فعل ہجرت ونصرت سے ہے نہ کہ ذاتوں سے۔ رضا کا متعلق فعل ہجرت ونصرت ہوا وہ وقت تھا رضا بھی وقتی تھی۔ یہ تقریر سوال علامہ عبداللہ مشہدی نے اپنی کتاب ''اظہار الحق'' میں کی ہے۔ اور بندہ پر بھی مناظرہ میں یہ سوال ہوا تھا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ دخول جنت رضاء الٰہی پر موقوف ہے مگر رضا کا باقی رہنا حسن خاتمہ پر موقوف ہے اور بقائے ایمان پر اور عدم صدور اعمال محبطہ پر۔

الجواب:۔ اول مناظرہ میں جو جواب دیا تھا وہ یہ تھا کہ بہر حال خدا تعالیٰ راضی ہو گیا۔ جب راضی ہو گیا اور جن پر راضی ہوا وہ اہل ایمان جنتی مقبول خدا ہوئے ورضوان من اللہ اکبر، خداوند کریم کی تھوڑی رضامندی بھی بہت بڑا انعام ہے۔ رضامندی سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

جواب دوم:۔ یاد رہے تعلق رضا کی علت فعل بیعت نہیں بلکہ فعلم ما فی قلوبھم ہے خدائے تعالیٰ علام الغیب ہے جس نے دلوں کو پیدا کیا ہے وہ دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔ بیعت رضوان والوں کے دلوں کے رازوں کو جان کر اعلان رضامندی فرمایا۔ ظاہری فعل پر تو وہ راضی ہوتا ہے جو اسرار قلوب سے جاہل اور انجام کار سے بے خبر ہو۔ کیا خدا تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ ان کے دلوں میں خلافِ فعل ظاہر کچھ اور ہے یا علم نہ تھا، اگر تھا تو ظاہر ہے کہ دھوکہ بازی

Scanned with Car

ہوئی معاذ اللہ پھر خدا تعالیٰ کے کسی وعدہ پر اعتبار ہی نہ رہا۔ اگر علم نہ تھا تو پھر خدا تعالیٰ معذور ہوا۔ مگر ایسے خدا سے پناہ جس کو انجام کا علم بھی نہ ہو۔

سوم۔ رضامندی وقتی نہیں ہے بلکہ دائمہ ہے۔ دوسری آیت والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار .... رضی الله عنهم ورضو عنه سورۃ التوبہ کی آخری سورت ہے اور اس آیت میں تعلق رضاء کی علت سبقت ہجرت ونصرت کو قرار دیا۔ جیسا مفسرین بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ سابق فی الهجرة ہیں جو ہمراہ رسول خدا ہوء۔ لا شک ان ابابکر سبق الیٰ الهجرات فهو من السابقين وقد اخبر الله تعالیٰ رضی الله تعالیٰ عنه ای ابی بکر ولا شک ان الرضیٰ معلل بالسبق الیٰ الهجرة فتدوم بدوامها فدل ذالک عی صحت ایمانه وامامته وعدم جواز الطعن عليه.

ترجمہ:۔ اس میں شک نہیں کہ صدیق اکبرؓ سابق فی الہجرت ہیں پس وہ سابقین اولین مہاجرین سے ہوئے اور خبر دی خدا تعالیٰ نے کہ وہ ان پر راضی ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ رضا کی علت سبقت ہجرت ونصرت ہے رضامندی دائمی ہوگی کیونکہ ہجرت دائمی ہے۔ پس آیت قرآنی ابو بکرؓ کے ایمان کی صحت پر خلافت کے صحیح ہونے پر اور طعن کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

خوب یاد رکھیں ہجرت ونصرت اور بیعت یہ عنوان نہیں بلکہ معنون ذاتِ اصحاب رسول ہے۔ باری تعالیٰ کی رضامندی کا تعلق صحابہ کرامؓ کی ذات سے ہے۔ ہجرت، نصرت اور بیعت تعلق رضا کی علت ہیں نہ کہ متعلق۔ لہذا یہ کہنا کہ بیعت یا ہجرت ونصرت کے فعل پر راضی ہوا تو قرآن کریم سے جہالت کی دلیل ہے۔ باقی رضامندی کا دوام حسن خاتمہ اور بقائے ایمان پر رہا۔ ٹھیک ہے جب خدا تعالیٰ نے بیعت رضوان والوں کے ایمان کی شہادت دے کر رضامندی کا اعلان فرمایا تو خدا تعالیٰ کو ان کے حسن خاتمہ اور بقاء ایمان کا آخر عمر تک علم تھا۔ تب ہی تو اعلان فرمایا۔ دلوں کو جانتا تھا۔ اعلان رضامندی میں ان کے خاتمہ بالخیر کی زبردست دلیل ہے آپ کے بے مغز خرافات چند منٹوں کے لئے فرضی طور پر تسلیم بھی کرلیں کہ فعل پر راضی ہوگیا تو بھی ایمانی شہادت کے بعد رضامندی کا

Scanned with Car

اعلان فرمایا: لقد رضی اللہ عن المومنین رضامندی کا اعلان مومن کے لئے فرمایا جس طرح ایمان کا تعلق دائمی ہے، آیت میں عموم ہے اس کا کوئی مخصص موجود نہیں۔ اگر ہے تو پیش کریں یاد رکھیں آیت بیعت رضوان والوں کے ایمان اور رضامندی کا قطعی طور پر اعلان کر رہی ہے۔ مدلول مطابقی آیت کا ایمان اور رضامندی باری تعالیٰ ہے۔ اب کوئی خبر واحد اس کے مقابلہ میں پیش کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ خبر واحد اپنے مافوق سے ٹکر کھا کر خود پاش پاش ہوگی۔

جب بیعت رضوان والوں سے کوئی عمل صادر نہیں ہوا جو کہ محبطِ عمل بنے چہ جائیکہ محبط ایمان ہو۔ اس آیت کے مقابلہ میں فدک کا قصہ پیش کرنا اور حدیثِ قرطاس دہرانا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے۔ یہ قصے مخصص آیت قرآنی نہیں ہیں۔ لہذا 15 صد صحابہ کا مومن ہونا، خدا تعالیٰ کا ان پر راضی ہونا اور ان کا جنتی ہونا اس آیت کریمہ سے اظہر من الشمس ثابت ہوگیا۔ فھو مقصود۔ ہاں جو شخص بوجہ عناد و عداوت صحابہؓ پر طعن کرے اسے قرآن سے اس بات کا ثبوت پیش کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے ایمان اور رضامندی کے اعلان کے بعد عدم رضا اور حبط ایمان کا اعلان کیا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ کے حق میں بھی اعلان فرمادیا۔

انتم خیر اھل الارض	تم پوری زمین پر بسنے والوں میں سب سے افضل ہو۔

انعام سوم:۔ فعلم ما فی قلوبھم ای من الصدق و الوفا یعنی ان کے دلوں میں صدق و حق تھا اور بیعت پر وفا کرنا تھی۔

انعام چہارم:۔ فانزل السکینة علیھم. قال ابن عباس کل سکینة فی القرآن فھی طمانیة.

حضرت عبداللہ بن عباس کا اعلان ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں سکینۃ کا ذکر آیا ہے، اطمینان مراد ہے۔ یعنی اطمینان قلبی۔ قرآن کریم نے ان کے ایمان اکمل کی شہادت دے کر اور رضامندی کا اعلان کر کے بعد میں ان کے قلوب پر سکینہ نازل فرما کر دلوں کو مطمئن فرمادیا کہ پھر ایمان میں کسی قسم کی جنبش پیدا نہ ہو۔ جس شخص کا قرآن کریم کی اس آیت فانزل السکینة

Scanned with Car

علیھم پر ایمان ہے وہ صحابہ کرامؓ پر ہرگز طعن نہیں کرسکتا۔ اگر ان میں بیعت کے بعد کوئی خرابی پیدا ہوتو یقیناً یہ جملہ فانزل السکینۃ علیھم کا وعدہ غلط ہو جائے گا۔ معاذ اللہ۔

انعام پنجم:۔ ویھدیکم صراطا مستقیما۔ فرمایا میں بیعت رضوان والوں کا ہادی ورہبر ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ جس کا ہادی ورہبر خدا تعالیٰ ہو اس کو گمراہ کرنے والا کون ہے۔ فمن یھدہ اللہ فھو المھتد، یہ ہے نتیجہ نماز پنجگانہ کی دعا کا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم، فاتحہ میں دعا بتائی آخر میں وعدہ فرمایا کہ میں تمہارا ہادی ہوں اور وعدہ بھی بصیغہ مضارع فرمایا کہ اب بھی میں ہادی ہوں اور آئندہ بھی میں ہی ہوں گا۔ لہذا صحابہ کرامؓ کے آئندہ گناہگار ہونے کا الزام غلط ہوا۔ اگر اس الزام کو درست مان لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ انکے آئندہ کے حالات سے واقف نہیں تھا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! بہر حال اس آیت قرآنی سے صحابہ کرامؓ کا ہدایت یافتہ ہونا ثابت ہوگیا۔ جو شخص ان کے گمراہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے وہ قرآن کریم کی اس آیت کی تکذیب کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے سے بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرامؓ پر پانچ انعامات کا اعلان فرمایا۔

۱۔ ان کے ایمان کی شہادت۔ ۲۔ رضائے خداوندی۔ ۳۔ ان کے دلوں میں صدق وصفا کی موجودگی۔ ۴۔ طمانیۂ قلب

۵۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری اور ان کا ہدایت یافتہ ہونا

اگر عصمت انبیاء کی ذات سے مخصوص نہ ہوتی تو بیعت رضوان والوں کو معصوم کہنا کچھ بعید نہ تھا۔ اب پانچ دنیوی انعامات کا ذکر ہوتا ہے۔

۱. واصابھم فتحا قریباً	یعنی فتح خیبر
قیل اقام النبی ﷺ بالمدینۃ بعد الرجوع من الحدیبیۃ عشر لیال او خمسۃ عشر وقیل عشرین لیلۃ	حدیبیہ سے واپسی کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دس یا پندرہ یا بیس دن قیام کیا۔

Scanned with Car

اسکے بعد خیبر پر حملہ کر دیا اور فتح ہوئی اس لئے فتح قریب سے یہی مراد ہے۔

۲. ومغانم کثیرۃ یا خذونها ای من اموال یهود خیبر و کانت خیبر ذات عقار واموال و ذات نخیل فقسمها رسول الله بینهم.	اور بہت غنیمتیں جن کو وہ لیں گے یعنی خیبر کے یہودیوں کے اموال اور خیبر بڑی زرخیز جگہ تھی جہاں کھجوروں کے باغات تھے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ اموال ان میں تقسیم کر دیئے۔
۳. وعدکم الله مغانم کثیرۃ تأخذونها فعجل لکم هذه و کف ایدی الناس عنکم ولتکون آیة للمومنین وهی الفتوح التی یفتح لهم الیٰ یوم القیمة فیه تسلیة للمومنین انصرافهم من مکة بصلح فعجل لکم هذه یعنی فتح خیبر و آیت المومنین یعنی ولتحصل من بعدکم آیة تدلهم علیٰ ان ما وهبکم الله تحصل مثله لهم.	وعدہ کیا ہے اللہ نے تم سے بہت غنیمتوں کا کہ تم ان کو لوگے سو جلدی پہنچا دی تم کو یہ غنیمت اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے اور تا کہ ایک نمونہ رہے قدرت کا مسلمانوں کے واسطے۔ یہ وہ فتوحات ہیں جو انہیں قیامت تک حاصل ہوتی رہیں گی اس مین اہل ایمان کی تسلی کا سامان ہے کیونکہ وہ مکہ سے صلح کر کے واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ یعنی فتح خیبر کا سامان جلدی کر دیا۔
۴. واخریٰ لم تقدروا علیها قد احاط الله بها. قال ابن عباس هی فارس والروم وما کانت العرب تقدر علیٰ قتال فارس والروم بل کانوا حولا لهم حتی اقدرهم الله تعالیٰ علیهم بشرف الاسلام. (خازن)	اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اس سے مراد فارس اور روم ہیں۔ کیونکہ وہ فارس اور روم کے ساتھ جنگ کرنے پر قادر نہ تھے حتیٰ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ان پر قدرت عطا فرمادی۔

۵. ولو قاتلکم الذین کفروا لولو الادبار ثم لا یجدون ولیاً و لا نصیراً

Scanned with Car

ان پانچ انعامات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بیان فرمایا:

سنت الله التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنت الله تبديلا.	اللہ کا یہ طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے اور اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔
یعنی سن الله سنت غلبة اولیآئه وانبیائه علیٰ اعدائه قال تعالیٰ لاغلبن انا ورسلی	یعنی اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ اس کے انبیا اور اولیا کو اس کے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے۔
وقال ان حزب الله هم الغالبون وقال انتما ومن اتبعکما الغٰلبون وقال تعالیٰ وکان حقاً علینا نصر المومنين وقال تعالیٰ وکفیٰ الله المومنين القتال	کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ غالب ہے اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کے لئے آپ ہی کافی ہو گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وعدے کس زمانے میں اور کس کے ہاتھ پر پورے ہوئے وہی خلیفہ اللہ ہوا، وہی خلیفہ رسول ہوا، وہی امیر المومنین ہوا اور حدیبیہ والوں کو مخاطب کر کے جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا مصداق وہی شخص ہوا۔ اس کے خلیفہ برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں گو فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور فتح خیبر اور فتح مکہ آنے والے فتوحات کا پیش خیمہ اور مقدمہ تھیں مگر اسلام نے جزیرہ عرب سے باہر قدم نہیں رکھا تھا۔ البتہ خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں بیرون عرب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا اور انہیں کے مبارک عہد میں کفر کی پر شوکت اور مستحکم سلطنتیں اسلام کے زیر نگین آئیں اور وہ روم اور ایران کی سلطنتیں تھیں۔ ان غیر مسلم قوتوں کو قرآن کریم نے اولی بأس شدید اور واخریٰ لم تقدروا علیها سے ظاہر فرمایا ان شدید قوتوں کے ساتھ خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں اسلام کی ٹکر ہوئی اور بفضل اللہ انہیں حضرات کے ہاتھوں یہ سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کے

Scanned with Car

بعد علی الاتصال یہ خلافتیں قائم ہوئی اورانہوں نے کفر کا زور توڑا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے وعدے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں پورے ہوئے۔

حدیبیہ والوں کے لئے ان وعدوں کے پورا ہونے کی صورت حضور اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے یوں شروع ہوئی۔

ا۔ فعجل لکم ھذہ کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے مغانم خیبر کی تخصیص بیعت رضوان والوں سے کردی اور یہ اموال صرف انہی حضرات میں تقسیم فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا کہ قال تعالیٰ:

سیقول المخلفون اذاانطلقتم الیٰ مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذالکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلاً	جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔ وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی یوں فرمادیا ہے تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔
ان المومنین انصرفوا من الحدیبیہ علی صلح من غیر قتال ولم یصیبوا من الغنائم شیئا وعدھم اللہ عز وجل فتح خیبر وجعل غنائمھا لمن شھد الحدیبیۃ خاصۃ عوضا عن غنائم اھل مکۃ حیث انصرفوا عنھم ولم یصیبوا منھم شیئاً	حدیبیہ سے مسلمان جنگ کے بغیر صلح کر کے لوٹ گئے۔ کوئی غنیمت ہاتھ نہ آئی اللہ تعالیٰ نے فتح خیبر کا وعدہ فرمایا اور خیبر کے غنائم حدیبیہ والوں کے لئے مخصوص کردیئے۔ یہ گویا اس کے بدلے میں تھا کہ وہ حدیبیہ سے غنیمت حاصل کئے بغیر لوٹے تھے۔

Scanned with Car

قال تعالیٰ یرید ون ان یبدلوا کلام الله ای یریدون ان یغیروا ویبدلوا مواعید الله لاهل الحدیبیة حیث وعدهم الله غنیمة خیبر لهم خاصه وهذا قول الجمهور المفسرین۔	وہ لوگ خدا کی بات بدلنا چاہتے ہیں یعنی یہ چاہتے ہیں کہ اللہ نے حدیبیہ والوں سے خیبر کی غنیمت کا جو وعدہ کیا ہے اور وہ ان کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اس وعدہ کو بدل دیں۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ جو لوگ اہل وعیال اور مال کے غیر محفوظ ہونے کا عذر کر کے بیٹھ گئے اور حدیبیہ کی نعمت اور بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے معیت رسول ﷺ سے منع فرمایا کہ تم آئندہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہو کر کسی قوم سے جہاد نہیں کرو گے۔

دوم۔ فتوحات خیبر کے غنائم سے کوئی حصہ حاصل کرنا غیر اہل حدیبیہ کیلئے حرام قرار دیا ہے حضور اکرم ﷺ ہی مراد ہوتے تو لم تقدروا کی جگہ لم تقدر ہوتا۔ صیغہ جمع کا ہے۔ مفرد کا نہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قومیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اولی بأس شدید اور لم تقدروا علیها کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ فارس اور روم کی سلطنتیں ہیں یہ وعدہ ان لوگوں کے ہاتھوں پورا ہوا جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیا جس خلیفہ کے عہد میں یہ وعدہ پورا ہوا وہ اس آیت کا موعود لہ ہوگا۔ یہ امر بھی مخفی نہیں کہ ایران و روم کی سلطنتیں حضور ﷺ کے عہد میں فتح نہیں ہوئیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں اسلامی سلطنت میں شامل ہوئیں اس لئے ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا مصداق خلفائے ثلاثہ ہیں۔

اس حقیقت کا اعتراف علامہ باذل نے حملہ حیدری میں ان الفاظ میں کیا ہے کہ دعوتِ العشیرہ کے موقعہ پر حضور اکرم نے اپنے چچا ابو طالب کے سامنے بطور پیشگوئی فرمایا تھا۔

(حملہ حیدری ۱:۹۰ طبع ایران)

کہ اے عم چہ بدی کنم بقوم ۔۔۔ رہے می نمائم کہ یوماً فی یوم

Scanned with Car

بیابد ازاں حکم ایشاں رواج | ستانند از خسرواں ساج وباج

نہ ملک عرب تا دیارِ عجم | گذارند بر حکم ایشاں قدم

(حضورﷺ نے فرمایا) چچا جان! میں اپنی قوم کے ساتھ کون سی برائی کر رہا ہوں۔ میں تو انہیں روز بروز ہدایت کی راہ دکھا رہا ہوں۔ ایک دن آئے گا کہ ان کا حکم دنیا میں جاری ہوگا۔ اور سلاطین دنیا ان کے باجگذار ہوں گے۔ عرب وعجم ان کے تابع فرمان ہوگا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر ابو طالب کی وفات کے وقت ان کی زبانی بیان کیا کہ

چنیں دیدہ ام من بچشم یقین | کہ دینش بگیرد سراسر زمین

نہ ملک عرب تا دیارِ عجم | در آید بفرمان او یک قلم

(ابو طالب نے کہا) میں نے نگاہ یقین سے دیکھا ہے کہ حضورﷺ کا دین عرب وعجم میں پھیلے گا اور انہی کا حکم دنیا میں چلے گا۔

علامہ باذل ایرانی مجتہد شیعہ نے ان اشعار میں دو باتوں کا اعتراف کیا ہے:

اول یہ کہ رسول اللہﷺ کا دین پوری دنیا میں پھیلے گا۔

دوم یہ کہ مسلمان عرب وعجم کے مالک ہوں گے تو یہ پیش گوئی اور خدا کا وعدہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پورا ہوا۔ اس کا نقشہ بھی علامہ باذل نے یوں پیش کیا ہے:

چناں شد کہ یک شب بعلمِ نجوم | چنیں گشت معلوم والیءِ روم

کہ از گردش نیلگوں آسماں | رود ملک از دست عیسائیاں

شوند از کساں در جہاں بادشاہ | کہ در دین شاں ختنہ باشد روا

بروز دگر بامداداں پگاہ | برآمد بر اندیشہ قیصر بکاہ

طلب کرد پس نزد خود در زماں | حکیمان دانجیل واں راہباں

چو کردند آں خبر داں انجمن | در آمد شہِ رومیاں در سخن

بگفت آنکہ از گردشِ اختراں | چنیں گشتہ بر دانش من عیاں

Scanned with Car

کہ بر کشور ما بزودی شوند! مسلط گروہے کہ ختنہ کنند

''ہوا یوں کہ قیصر روم کو ایک رات علم نجوم کے ذریعے معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا ملک ان کے ہاتھ سے نکل جائیگا اور وہ قوم بادشاہی کرے گی جنکے ہاں ختنہ کا رواج ہے دوسرے دن صبح اس نے دانشوروں اور علماء انجیل اور راہبوں کو دربار میں بلایا جب یہ لوگ جمع ہوئے تو بادشاہ نے کہا کہ مجھے گردش آسمانی سے معلوم ہوا ہے کہ بہت جلد ہمارے ملک پر ایک ختنہ شدہ قوم مسلط ہو جائے گی''۔

قیصر روم اپنے کواب کی تعبیر معلوم کر ہی رہا تھا کہ حضرت وحیہؓ کلبی حضور انور ﷺ کا دعوت نامہ لے کر اس کے دربار میں پہنچے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ ساری رعیت کا گناہ تجھ پہ ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ رومی سلطنت خلفائے ثلاثہ کے عہد میں اسلام کے زیر نگیں آئی اور خلفائے ثلاثہ کے جانشین رسول اللہ ﷺ اور خلیفہ برحق ہونے کی گواہی آسمان کے ستاروں نے بھی دے دی۔

ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں بھی قیصر روم کے خواب کا ذکر قریباً انہی الفاظ میں کیا ہے

''واما قیصر روم کہ او ہرقل بادشاہ روم بود گفت در خواب دیدم کہ بادشاہ ختنہ کنندگان ظاہر گردیداست''(۲:۵۰۹)

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے مقوقس مصر کو جو دعوت نامہ بھیجا اس کے متعلق علامہ باذل نے لکھا ہے ۔

بود وصف آن خاتم انبیاء کہ عیسیٰ خبر دادہ از وے بما

شود تابع او جہاں سر بسر چہ ایں ملک وچہ ملکہائے دگر

(مقوقس نے کہا) کہ جو اوصاف تم نے بیان کئے ہیں۔ یہ شخص تو خاتم انبیاء ہوگا۔ اس کی خبر عیسیٰ نے ہمیں دی ہے مصر اور دوسرے ممالک اس کے تابع فرمان ہونگے)

جب قاصد واپس آیا شاہِ مصر کا جواب حضور اکرم ﷺ کو سنایا۔

Scanned with Car

بفرمود در حق او ایں حدیث | بخیلی بملکش نمود آں خبیث
وے آنکہ از قدرت ذوالجلال | نمی ماند از ملک بروے بحال
شنیدم کہ در عہدِ عادل عمرؓ | مقوقش رواں شد بقعرِ سقر
بتائید وفضلِ جہاں آفرین | بملکش مسلط شدند اہلِ دیں!!

"حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس خبیث کے قبضہ میں کچھ عرصہ تک رہے گا۔ پھر اللہ کی قدرت سے اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا"۔

میں نے سنا ہے کہ عادل عمرؓ کے عہد میں مقوقس مصر واصل جہنم ہوا اور تائید ایزدی اور فضل ربانی سے اہل دیں اس پر قابض ہو گئے (حملہ حیدری ۱:۲۳۶)

فائدہ:۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ پیشگوئی فاروق اعظمؓ کے زمانے میں پوری ہوئی جن کو رسول اللہ ﷺ نے دین دار کے لفظ سے یاد فرمایا اور علامہ باذل نے عادل عمرؓ کہا۔

۴۔ حضور اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد کسریٰ ایران کو دعوت نامہ لکھا اس نے دعوت نامہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پاؤں تلے مسل دیا پھر حاکم یمن باذان کو حکم بھیجا کہ جاؤ اور نبی عربی کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ باذان نے فیروز دیلمی کو فوجی دستہ دے کر مدینہ روانہ کیا اس واقعہ کو علامہ باذل نے بیان کیا ہے۔

شما سوئے باذان گردید باز | کہ کوتاہ شد آں آرزوئے دراز
بگوئید اول جواب سلام | رسانید آنکہ زمن ایں پیام
کہ از قدرت قادر ذوالجلال | شود پاک گیتی ز کفر وضلال
ہم اہل ایران واہل یمن | بزودی در آئیند در دینِ من!

"تم باذان گورنر کے پاس لوٹ جاؤ۔ تمہاری آرزو تو پوری نہیں ہوئی اسے سلام کا جواب دو اور میرا پیام سناؤ کہ اللہ کی قدرت سے زمین کفر اور گمراہی سے پاک ہو جائے گی۔ تمام ایرانی اور یمنی بہت جلد میرے دین میں داخل ہو جائیں گے"۔ (حملہ حیدری ۱:۲۳۵)

Scanned with Car

اور ملا باقر مجلسی نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔

"اما کسریٰ پس چوں نامہ حضرت را خواند نامہ را درید و حضرت او را نفریں کرد کہ ملک ایشاں بزودی زائل شود و چناں شد" (حیاۃ القلوب ۲: ۵۱۱)

پھر لکھا ہے "مشت خاک از برائے حضرت فرستاد، حضرت فرمود کہ امت من بزودی مالک زمین او خواہد شد"۔ (حیاۃ القلوب صفحہ ۵۱۲)

ان ہر دو شیعہ علماء نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایران اور یمن کو جلد میری امت فتح کرے گی اور میرا دین وہاں پھیلے گا اور علامہ باذل نے تسلیم کیا کہ یہ زمین عادل عمرؓ کے ہاتھوں کفر و ضلال سے پاک ہوئی اور ان کے ہاتھوں وہاں دین اسلام پھیلا جسے رسول اللہ ﷺ نے "دین من" فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ دیندار کے ہاتھوں ہی کوئی زمین کفر و ضلال سے پاک کی جاسکتی ہے۔ ثابت ہوا کہ آیت مندرجہ بالا میں فتوحات کے متعلق قرآن کریم کی تمام پیشگوئیاں خلفائے ثلاثہ بالخصوص فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں پوری ہوئیں گویا اس فاتح اعظم کا ہاتھ رسول ﷺ کا ہاتھ تھا اور اس کا پھیلایا ہوا دین رسول ﷺ کا دین تھا۔ اگر ایسا نہیں تو تاریخ سے قرآن کی اس آیت کا کوئی اور مصداق پیش کیا جائے یا ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ خدا سے بھول ہوگئی۔ یا مجبور ہوگیا۔ اب پھر اس حصہ آیت کو پڑھئے:

وَاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا اور وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا

۵۔ اصول کافی جلد سوم روضہ کافی صفحہ ۱۰۲ پر خندق کا واقعہ ان الفاظ میں بیان ہوا۔

Scanned with Car

لما حضر رسول الله ﷺ الخندق مروا بكدية فتناول رسول الله ﷺ المعول من يد امير المومنين ؓ او من يد سلمان فضرب بها فترفت بثلاث فرق فقال رسول الله ﷺ لقد فتحت عليّ في ضربتي هذه كنوز كسرىٰ وقيصر.	جب حضور اکرم ﷺ خندق پر تشریف لائے تو حضرت علی یا حضرت سلمان کے ہاتھ سے کدال لی اور پتھر پر تین ضربیں لگائیں اور فرمایا کہ میرے لئے کسریٰ و قیصر کے خزانے کھول دیئے گئے ہیں۔

کسریٰ و قیصر کے خزانے کس کے ہاتھ لگے تھے؟؟ حضور ﷺ نے تو فرمایا "فتحت علیّ" مجھ پر کھول دیئے گئے اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں تو یہ خزانے قیصر و کسریٰ کے اپنے پاس تھے تو جس کے ہاتھ لگے وہ گویا حضور ﷺ کے ہاتھ ہی آئے اور وہ حضور ﷺ کا سچا جانشین ہوا اور وہ فاروق اعظمؓ کے بغیر بھلا کون تھا؟ علامہ باذل نے اس واقعہ کو یوں پیش کیا ہے۔

کہ یک گوشہ سنگ از ہم شکست — دراں وقت برقے ازاں سنگ جست
کہ روشن شد آں دشت و صحرا تمام — برآورد تکبیر خیر الانام!
بضرب دوم ضلع دیگر شکست — بدانگونہ برقے ازو باز جست
بفرمود تکبیر بار دوم — بزد پس براں سنگ ضرب سوم
دریں بار ہم جست برقے چناں — نبی ﷺ شد بتکبیر رطب اللساں
شد ایں بار آں سنگ زیر و زبر — نماند احتیاجش بضرب دگر
دراں دم بدو گفت سلمان چنیں — کہ اے خاک راہت سپہر بریں
ندیدیم ہرگز کہ گردد پذیر! — بدینگونہ برقے ز سنگ و حدید
چہ بد ایں و باشد چہ تعبیر آں — بہ تکبیر چوں برکشودی زباں
بپاسخ چنیں گفت خیر البشر — کہ چوں جست برق نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ بمن — دوم قیصر روم سوم از یمن

Scanned with Car

سبب راچنیں گفت روح الامیں — کہ بعد از من انصار و اعوان دین
بر آں مملکتہا مسلط شوند — بہ آئین من اہل ان بگردند
بدیں مژدہ و شکر لطف خدا — بہر بار تکبیر کردم ادا
شنیدند آں مژدہ چوں مومناں — کشیدند تکبیر شادی کناں

خلاصہ: ''آپ کی پہلی ضرب سے پتھر کا ایک حصہ ٹوٹا اس سے روشنی ظاہر ہوئی۔ حضورﷺ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ دوسری ضرب سے کچھ حصہ اور ٹوٹا اور روشنی نمودار ہوئی حضورﷺ نے اللہ اکبر کہا۔ تیسری ضرب پر بھی یہی عمل ہوا اور پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا۔ سلمان فارسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ یہ کیا معاملہ تھا میں نے پتھر اور لوہے کے ٹکرانے سے ایسی روشنی کبھی نہیں دیکھی۔ حضورﷺ نے فرمایا پہلی مرتبہ مجھے روشنی میں کسریٰ ایران کے شاہی محل نظر آئے دوسری مرتبہ قیصر روم کے محل، تیسری مرتبہ یمن کے محل نظر آئے۔ اس کا مطلب جبرائیلؑ نے یہ بتایا ہے کہ میرے بعد دین کے حامی اور مددگار ان ممالک پر قابض ہو جائیں گے اور ان میں اسلام کا قانون رائج ہوگا۔ اس بشارت کو سن کر میں نے شکرانہ کے طور پر تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے جب یہ مژدہ سنا تو خوشی سے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ (حملہ حیدری ۱:۱۶۵)

اور ملا باقر مجلسی نے حیاۃ القلوب ۲:۲۱۹ پر لکھا ہے:

''و در ہر مرتبہ برقے ساطع می شد کہ جہاں روشن می شد و اللہ اکبری گفت و صحابہ اللہ اکبر می گفتند پس فرمود کہ در برق اول قصر ہای یمن را دیدم و خدا آن را بمن داد و در دوم قصر ہای شام را دیدم و خدا آن را بمن داد۔ و در برقِ سوم قصر ہای مدائن را دیدم و ملک شاہانِ عجم را بمن داد و پس خدا فرستاد کہ لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون''۔

''ہر ضرب پر جو روشنی نکلتی اس سے گویا ایک جہان روشن ہو جاتا تھا اور حضور اکرم

Scanned with Car

علیہ ﷺ اللہ اکبر کہتے اور صحابہؓ بھی تکبیر کا نعرہ بلند کرتے آپ نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں یمن کے محل دیکھے کہ خدانے وہ محل مجھے دے دیئے دوسری مرتبہ شام کے محل دیکھے کہ خدانے مجھے دے دیئے۔ تیسری مرتبہ مدائن کے محل دیکھے کہ خدانے مجھے دے دیئے۔ پھر خدانے یہ وحی بھیجی کہ آپ کے دین کو تمام ادیان عالم پر غالب کرے گا۔ خواہ مشرکوں کو یہ بات نہ بھائے''۔

خندق کا کشفی واقعہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ ان ممالک کے فتح ہونے کے متعلق حقیقت کشفی طور پر دکھائی گئی پھر بقول باقر مجلسی بذریعہ وحی یہ پیشگوئی کی گئی اور علامہ باذل کے کہنے کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے صاف فرمایا: میرے دین کے حامی اور مدد میرے بعد ان ممالک پر مسلط ہوں گے۔ اور مجلسی کے قول کے مطابق حضور اکرم نے فرمایا کہ ''بمن داد'' مجھے دیئے۔ ان باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایران و روم شام و یمن جن لوگوں کے ہاتھوں فتح ہوئے وہی دین حق کے حامی اعوان و انصار تھے۔ اور ان کا مسلط ہونا بعینہ رسول اللہ ﷺ کا مسلط ہونا ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کے سچے جانشین تھے۔ اگر خلفائے ثلاثہ کو کامل الایمان حامیانِ دین جانشین رسول ﷺ تسلیم نہ کیا جائے تو ماننا پڑیگا کہ معاذ اللہ خدانے بھی غلطی کی۔ جبرائیل نے بھی دھوکا کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی غلطی کی، یا اس پیشگوئی اور اس آیت کا مصداق ڈھونڈنا پڑے گا۔ مگر تاریخ کے اوراق سے خلفائے ثلاثہ کے بغیر اس کا کوئی اور مصداق ملتا ہی نہیں۔

اور حیاۃ القلوب صفحہ ۲۷۱ ج ۲ علامہ مجلسی شیعہ یوں فرماتے ہیں:

''ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراعہای سراقہ بن مالک کہ باریک و پرموی بود۔ پس فرمود کہ چگونہ خواہد بود حال تو در ہنگام دست رنج ہا بادشاہِ عجم را در دست ہائے خود کردہ باشی پس چوں در زمانِ عمرؓ او را طلبید و دست رنج ہائے بادشاہ عجم را دست ہائے او کرد و فرمود کہ چوں مصر را فتح کنید قبطیاں را مکشید کہ ماریہ مادر ابراہیم از ایشاں است و فرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد و چوں

اور فتح کنید کلیسائی کہ در جانب شرق آن واقع است آنرا مسجد کنید"۔

خلاصہ:۔ "ابن شہر آشوب نے اور دوسروں نے بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کی طرف دیکھا جو بالوں سے پر تھے اور باریک تھے تو فرمایا کہ اے سراقہ تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب بادشاہ عجم یعنی ایران کے کنگن تو اپنے ہاتھوں میں ڈالے گا۔ پس جب فاروق اعظمؓ کا زمانہ آیا ان کے زمانے میں مدائن جو دارالخلافہ ایران تھا، فتح ہوا تو فاروق اعظمؓ نے سراقہ بن مالک کو طلب کیا اور شاہ ایران کے کنگن سراقہ کے ہاتھ میں ڈال دیئے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب مصر کو فتح کرو گے تو قوم قبطیہ کو قتل نہ کرنا اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب شہر رومیہ کو فتح کرو گے تو وہ گرجا جو جانب شرق واقع ہے اس کو مسجد بنا دینا۔

فوائد:۔ بتاؤ یہ تین پیشینگوئیاں کس زمانے میں پوری ہوئیں۔ الفضل ماشهدت به الاعداء فاروق اعظمؓ نے حضور اکرم ﷺ کی پیشینگوئی کو پورا کرنے کے لئے خود سراقہ کو بلایا اور شاہ ایران کے کنگن اسکے ہاتھ میں پہنائے اور باقی دونوں وصیتوں کو بھی نہایت اہتمام سے پورا فرمایا۔ جزاه الله عنا خير الجزاء.

فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں دین کی حفاظت اور اشاعت کے لیے مسجدیں بنانے کا یہ اہتمام کیا کہ جو مقام قبضہ میں آیا وہاں مسجد بنانے کا فوری طور پر حکم دے دیا اور مساجد میں آئمہ اور موءذنوں کا تقرر فرمایا جن کی تعداد چار ہزار تک ہے اور نو سو جامع مسجدیں تعمیر کی گئیں اور بیت المقدس کی تعمیر بھی فاروق اعظمؓ نے کرائی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِیۡنَ.

قرآن مجید نے فاروق اعظمؓ کے کامل الایمان ہدایت یافتہ ہونے کی شہادت دیدی۔ بلکہ قرآن کریم تو یہ اعلان کرتا ہے کہ ما كان للمشركين ان يعمروا مسجد الله اس لئے فاروق اعظمؓ کی خدمت اسلام کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بیعت رضوان والوں کی وفاداری اور ان کی

Scanned with Car

شان کا اعتراف عروہ بن مسعود ثقفی نے اس وقت کیا جب اسلام نہیں لایا تھا۔ علامہ باذل نے حملہ حیدری کے صفحہ ۲۱۲ جلد ۲ پر ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

کہ من آنچہ دیدم زیاران او	ازاں سر بکف جانثاران اُو
در ایران و در روم و در زنجبار	نہ دیدم ز نیک و بد آن دیار
کہ دارند پاس شاہ خود چنیں	بسائند بر نقشِ پائش جبیں
محمد ﷺ گر انداز و آب دہن	بر آں آب خوں می کند انجمن
کہ گیرند و مالند بر چشم و رو	وزاں آب تازہ کنند آبرو
غرض اے دلیران ما نام و ننگ	نہ دارد برائے شما سرفہ جنگ
کہ ایشاں ز ما بر نہ تابند رو	بجاہائے نازک رسد گفتگو!
ہماں بہ کہ ایں قصہ کوتاہ کنید	ازاں پیش کہ را کند راہ دہید

خلاصہ:۔ میں نے حضور ﷺ کے ساتھیوں کو جان قربان کرنے کے لئے سروں کو ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے دیکھا میں نے ایران، روم اور زنجبار کے علاقوں میں کوئی ایسا (نیک اور بد لوگوں میں) نہیں دیکھا جو اپنے بادشاہ کی عزت کی اتنی کرتا ہو جتنی کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ ان کی عزت و قدر کرتے ہیں اور جس طرح وہ حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہیں دوسرا کوئی نہیں چلتا۔ اگر حضور ﷺ منہ سے پانی (تھوک) زمین پر پھینکتے ہیں تو اس کو حاصل کرنے کے لئے جملہ حضرات خون گرانے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔ اس (تھوک) کو حاصل کر کے اپنی آبرو کو تازہ کرنے کیلئے آنکھوں اور چہروں پر ملتے ہیں غرض یہ کہ وہ آپ کے خلاف جنگ کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ حالات نازک مرحلہ پر آپہنچے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس قصہ کو مختصر کریں پیشتر اس کے کہ وہ زبردستی مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے راستہ مانگیں انہیں راہ دے دو"۔

فوائد:۔ اہل حدیبیہ کی عقیدت جانثاری اور وفاداری کا اعتراف ایک کافر نے کیسے جامع انداز میں کیا اور شیعہ عالم نے ایسا عمدہ بیان کیا۔ اب اس بیعت کی تفصیل بھی علامہ باذل کی

Scanned with Car

زبانی سنئے: (حملہ حیدری ۲:۲۱۵)

رسول ﷺ موید بہ نیروئے بخت	بیامد سوئے سایہ آن درخت
برو تکیہ فرمود خیر البشر	بعزت ز طوبی گذشت آن شجر
بفرمود تا اہل دین حنیف	بیائید نزدش وضیع و شریف
دلیراں ہماں دم بفرمان او	کمر بستہ رفتند از چار سو
چوں مجمع نمودند انصار دیں	بدیشاں چنیں گفت سالار دیں
کہ جہاں گردن کشان قریش	نہادند از کثرت و کین وطیش
فراتر ز اندازہ خویش پاء	کنوں نیست مارا بجز جنگ رای
بپاسخ بگفتند اصحاب دیں	کہ یاری دہت باد جاں آفریں
بحکم تو بودیم در انتظار	چوں بر جنگ رائے ترا شد قرار
قدم پیش بگذارو مارا بہ بیں	کہ چوں می زنیم آسماں بر زمیں
بریشاں نبی ﷺ آفریں کرد و گفت	کہ تائید حق باشما باد جفت
ولی از شما خواہم اے اہل دیں	بحکم خدا بیعت ایں چنیں
کہ ورزید چنداں ثبات قدم	کہ گیرید از دست دشمن حرم
وگر آن کہ از گردش آسماں	نگردید فیروز بر دشمنان
ہمہ گشتہ گردید در کارزار	نہ گیرید در پیش راہ فرار

خلاصہ:۔ حسن اتفاق سے حضور ﷺ درخت کے سایہ میں تشریف لائے آپ کے اس درخت سے تکیہ اور سہارا کی وجہ سے اس کی شان طوبی سے بھی زیادہ ہوگئی۔ حضور ﷺ نے ہر طبقہ کے لوگوں (صحابہؓ) سے کہا کہ وہ قریب آجائیں چاروں طرف سے فوراً دلیران اسلام جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ ان سے مخاطب ہوئے کہ قریش حد سے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ اس لئے سوائے جنگ کے اب کوئی چارہ کار نہیں۔ ان دیندار صحابہؓ نے آپکو جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و

Scanned with Car

ناصر ہو ہم تو آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ اگر آپ کی رائے مبارک جنگ کرنا ہے تو دیکھیں کہ ہم آسمان کو کس طرح کاٹ کر زمین پر لاتے ہیں۔ حضورﷺ نے آپ کو شاباش فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی امداد آپ کے شامل حال ہو۔ میں آپ سے حکم خداوندی کے تحت بیعت لینا چاہتا ہوں کہ دشمن کے خلاف اس قدر ثابت قدمی سے لڑیں کہ حرم پاک حاصل کرلیں دوسرا یہ کہ اگر بالفرض آپ دشمن پر کامیابی حاصل نہ کرسکیں اور جنگ کا نقشہ بدل جائے تو آپ تمام اپنی جانوں کو اس میدان کارزار میں قربان کردیں گے اور راہ فرار کبھی بھی اختیار نہ کریں گے۔

فائدہ:۔ یہ بیعت صرف جان قربان کرنے کے لئے لی گئی اور دیکھئے کہ ان جانثاروں نے کس شوق اور کس خوشی سے حضور اکرمﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر جانثاری کا عہد کیا گو اس موقع پر جانثاری کا عملی مظاہرہ نہ ہوسکا مگر وہ لوگ اس جماعت میں سے ہی تھے جنہوں نے اس عہد کو یوں پورا کیا کہ روم کی سلطنت جو چار صد سال سے ایک خاندان میں چلی آرہی تھی اس میں دین کا ڈنکا بجادیا اور ایران کی حکومت جس کے استحکام میں گیارہ صدیاں گزر گئی تھیں کفر و ضلالت سے اس مقدس گروہ کے ہاتھوں پاک ہوئی جس کی قیادت جانثار رسولﷺ فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں تھی۔ فاروقِ اعظمؓ نے ۱۳ھ میں مسند خلافت سنبھالی۔ سب سے پہلے حضور اکرمﷺ کے نامہ مبارک کی بے حرمتی کرنے کا انتقام لینے کے لئے ایرانیوں سے جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا اور ۱۵ھ میں ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی اس میں فاروق اعظمؓ کے اضطراب کا وہی عالم تھا جو حضورﷺ کا جنگ بدر میں تھا۔ فاروق اعظمؓ نے صبح کی نماز میں مسلمانوں کی فتح کے لئے دعا قنوت پڑھنا شروع کردیا اور عام بھرتی کا اعلان کردیا۔ سعد ابن ابی وقاصؓ کو سپہ سالار بنا کر اس محاذ پر بھیجا۔ کل تعداد ساٹھ ہزار بتائی جاتی ہے جس میں ایک ہزار صحابی تھے اور ان میں ننانوے بدریؓ تھے۔ دوسرے طرف ایرانیوں نے اپنی ساری قوت اور ساری دولت اس فیصلہ کن جنگ میں جھونک دی۔ نتیجۃً ایک لاکھ ایرانی قتل ہوئے اور چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں کا ایران پر قبضہ ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ و اخری لم تقدروا علیھا وقد احاط اللہ بھا، فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں

Scanned with Cam

پورا ہوا۔ قادسیہ کی جنگ میں تائید غیبی کے جو چند واقعات پیش آئے وہ بھی سن لیجئے۔

۱۔ جنگ کے پہلے روز ہرمزان حاکم آزربائیجان ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور کہا "آج ہم عربوں کو کچل دیں گے"۔ کسی نے کہا "کہو اگر خدا نے چاہا" جواب میں کہنے لگا "خدا چاہے نہ چاہے" یہ الفاظ سنتے ہی حضرت منذر بن حسان نے ایک تیر مارا وہ گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔

۲۔ جنگ کے دوسرے روز حضرت عمرو بن معدی کرب نے ایرانی فوج پر تنہا حملہ کر دیا۔ کئی ایرانی قتل کئے آخر فوج نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ ان کا گھوڑا مارا گیا تو ایک ایرانی سپاہی کے دوڑتے ہوئے گھوڑے کو ٹانگ سے پکڑ کر کھڑا کر لیا۔ ایرانی سوار گھوڑے سے اتر کر بھاگا اور آپ اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

۳۔ جنگ کے پہلے روز ایک ایرانی پہلوان گھوڑے پر سوار اکڑتا ہوا اور بکواس کرتا ہوا میدان میں آیا۔ اس کے مقابلہ میں ایک کمزور پست قد دبلا پتلا مسلمان باہر نکل۔ ایرانی نے پہلے وار میں اسے گھوڑے سے گرا دیا۔ اس نے اپنے گھوڑے کی رسی اپنی کمر سے باندھی ہوئی تھی۔ جب وہ مسلمان کا سر کاٹنے لگا تو اچانک گھوڑا ڈر کر بھاگا اور وہ ایرانی پہلوان کو گھسیٹتا ہوا چلا گیا۔ اس مسلمان نے فوراً اٹھ کر تعاقب کیا اور اسے قتل کر دیا۔

۴۔ لڑائی کے اختتام پر ایرانیوں نے دریا کا پل توڑ دیا کہ دارالخلافہ کو مسلمانوں سے بچا لیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے فرمایا کہ کچھ پروا نہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اور بارگاہ الٰہی میں فاروق اعظمؓ کے عدل و انصاف کا واسطہ دے کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ساری فوج نے ان کی تقلید کی۔ جب تھک جاتے تو قدرت الٰہی سے دریا میں خشک جگہ نمودار ہوتی اور وہ آرام کر لیتے۔ ساری فوج صحیح سلامت دریا کے پار ہو گئی۔ صرف ایک آدمی کا لکڑی کا پیالہ پانی میں رہ گیا۔ جس کو دریا کی لہر نے باہر

Scanned with Car

پھینک دیا۔

اسی طرح کا خرق عادت کا واقعہ روم کی لڑائی میں پیش آیا۔ جب مسلمانوں نے یرموک کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد حمص کا محاصرہ کیا۔ مسلمانوں کے نعرہ تکبیر سے قلعہ کی دیواریں گر گئیں اور زلزلہ آ گیا۔ اور عیسائی صلح کرنے پر مجبور ہو گئے ایسے واقعات سے آیت کریمہ کے حصہ قد احاط الله بها کی حقیقت کی کچھ جھلک نظر آتی ہے یعنی حفظها الله للمومنين لا يجرى عليها هلاک الى ان ياخذها المسلمون ، کااحاطہ الحراس بالخزان یعنی ان ملکوں اور خزانوں کو خدا تعالیٰ نے صحابہؓ کے لئے اس طرح محفوظ رکھا تھا جیسے کوئی محافظ خزانے کی حفاظت کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے مسلمانوں سے جو وعدے کئے تھے وہ پورے ہو کر رہے۔

نبی ﷺ کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی۔

Scanned with Car

باب ششم

تفسیر آیت اظہارِ دین

هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (الفتح)	وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت دی اور سچا دین (اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے، تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔
یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ. هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ (التوبه))	چاہتے ہیں کہ بجھادیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ اپنی روشنی پوری کئے بغیر نہ رہے گا۔ خواہ کافر برا مانتے رہیں اس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور اگرچہ مشرک اسے برا مانتے رہیں۔
یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ (الصف)	چاہتے ہیں کہ بجھادیں اللہ کی روشنی کو اپنے منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی پڑے برا مانیں کافر۔

قرآن مجید میں ان تین مقامات پر اظہار دین کا اعلان معمولی سے اختلاف سے کیا گیا ہے۔ پہلی آیت سورۃ الفتح کی ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی بظاہر اس مغلوبانہ صلح سے صحابہ کرامؓ کے دلوں کو بڑا رنج پہنچا یہ سورۃ صحابہؓ کے مجروح دلوں کے لئے مرہم ثابت ہوئی۔ اس

Scanned with Car

ساری سورت میں عجیب عجیب طریقہ سے صحابہ کرامؓ کی دلداری کی گئی ہے کہیں ان کے فضائل بیان فرمائے، کہیں انہیں فتح عظیم کی خوشخبری سنائی۔ کہیں فتوحات کے وعدے دیئے گئے اور کہیں انہیں یقین دلایا گیا کہ تمہارے دین کو غلبہ دیا جائے گا۔ تمہارے اور تمہارے دین کے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں ذلیل کیا جائے گا اور کہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیا گیا۔

قرآن شریف میں بعثت رسول ﷺ کے دو اہم مقاصد بیان کئے ہیں۔ اول یہ کہ دین حق کو تمام ادیان عالم پر غالب کیا جائے، دوم یہ کہ اخوتِ اسلامی پیدا کر کے اقوام عالم سے انتشار افتراق اور فتنہ وفساد کو ختم کیا جائے، مگر ان دونوں میں بھی پہلا امر مقصد ہے اور دوسرا اس مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ لہذا پہلے سے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کیا صحابہ کرام میں باہمی اتحاد اور اخوت کا جذبہ پیدا کر لیا تھا۔ پھر دیکھنا یہ ہے کہ اس جذبہ کے ذریعے کیا حضور ﷺ کے صحابہؓ کے ہاتھوں دین کے غلبہ کا مقصد پورا ہوا؟؟

اس آیہ کریمہ کا حقیقی مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ غلبہ سے کیا مراد ہے؟ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول دلائل و براہین سے یعنی اپنے دین کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل پیش کئے جائیں کہ دوسرے تمام مذاہب کا بطلان ثابت ہو جائے اور دین حق کی حقانیت واضح ہو جائے۔ یہ غلبہ علم واستدلال کا ہے جو کتابوں یا ذہنوں تک محدود رہتا ہے۔ دوسرا غلبہ وہ ہے جو قوت اور حکومت سے جہاد کے ذریعے اقوامِ عالم پر حاصل ہو۔ آیت قرآنی میں دونوں قسم کا غلبہ مراد ہے۔ قرآن شریف میں جن قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا کہ استدلال اور برہان کا غلبہ مادی قوت کے سامنے بظاہر کامیابی نہیں ہوتا، دیکھئے حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے جو دلائل اور معجزات پیش کئے ان کے مقابلے میں استدلال کے میدان میں تو فرعون ہار گیا، مگر اس کے پاس طاقت تھی۔ اقتدار تھا اس لئے غالب ہی رہا اور حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو ملک چھوڑنا پڑا۔ اسی طرح قریش مکہ حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں دلائل و براہین کے میدان میں ہار گئے۔ مگر قوت ان کے پاس تھی اور حضور اکرم ﷺ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ مگر یہ وہی

Scanned with Car

مکہ ہے کہ جب حضورﷺ آٹھ سال بعد حاکمانہ قوت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو سرداران قریش کو ہار ماننے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جس طرح دین کے غلبہ کے لئے اہل دین کا اتحاد اور اتفاق ضروری ہے۔ اسطرح دلائل سے غلبہ بھی سیف وسناں کا محتاج ہے۔ بہر حال ان آیات میں غلبہ سے مراد غلبہء سیف وسناں ہے۔ جس کی دلیل سورۃ فتح کا نفس مضمون ہے کہ اس میں صحابہ کرامؓ کو کفار کی مغلوبیت اور مغانم کثیر کی خوشخبری سنائی اور غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو جنگ کر کے کفار کی مغلوبیت کے بعد حاصل ہو۔ یعنی غنیمت بغیر جہاد حاصل کرنا محال ہے خندق کی کھدائی کے موقع پر حضور اکرمﷺ نے کشفی صورت میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو مسلمانوں کے قبضہ میں آنا مشاہد فرمایا۔ ملا باقر مجلسی نے آیت کی شان نزول میں یمن ایران، روم و شام پر مسلمانوں کے فتح کرنے کا ذکر کیا ہے۔ پورا حوالہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولﷺ کو کشف کے طور پر ان ممالک کے بادشاہوں کے محلات دکھائے پھر آیت لیظھرہ علی الدین کلہ نازل فرما کر وحی کی مہر ثبت فرما دی۔ یعنی اے میرے رسولﷺ آپ کے کشف کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام ممالک جو اس وقت دنیا کی مستحکم ترین سلطنتیں ہیں آپ کی امت کے قبضہ میں دے دی جائیں گی۔ اور آپ کے دین کو غلبہ حاصل ہوگا اور ظاہر ہے کہ حکومتیں دلائل سے مغلوب نہیں ہوتیں بلکہ طاقت اور جہاد سے غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح واخریٰ لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا میں ایران اور روم کی حکومتیں مسلمانوں کے قبضہ میں دینے کا وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ جہاد کے ذریعے پورا ہوا اسی طرح "لیظھرہ علی الدین کلہ" سے ان سلطنتوں میں دین حق کے غلبہ کی خوشخبری سنائی یہ خیال رہے کہ لیظھرہ علی الدین سے فتح مکہ مراد نہیں ہے کیونکہ مکہ میں کوئی مستقل حکومت بھی نہ تھی اور اہل مکہ کا کوئی ایسا دین نہ تھا جو استدلالی اور مادی قوت کے ذریعے دنیا کے معتد بہ حصہ پر چھایا ہوا ہو۔ پھر ملا باقر مجلسی نے وعدہ غلبہ میں ایران، روم شام اور یمن کا ذکر کیا ہے لہذا مراد بھی وہی ہوئے اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ یہ وعدہ امام مہدی کے زمانہ میں پورا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ ان لوگوں سے کیا جو

Scanned with Car

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ امام مہدی نہ اس زمانہ میں موجود تھے نہ مخاطب تھے نہ انہوں نے یمن روم، شام اور ایران کو فتح کیا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرے حدیبیہ والوں سے اور حکومت اور خزانے دے امام مہدی کو، اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ پس معلوم ہوا کہ "لیظھرہ علی الدین کلہ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حکومتوں پر جو اس وقت دنیا کی مستحکم ترین حکومتیں تھیں اور ان دینوں پر جو اس وقت اقوام عالم کے ذہنوں پر مسلط تھے دین حق کو غالب کرنے کا وعدہ فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دین حق کا ایسا دوگونہ غلبہ یعنی استدلال اور اقتدار کا غلبہ مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اقوام عالم پر حاصل نہیں ہوا۔ لہذا جس دور میں یہ وعدہ پورا ہوا وہ اس آیت کا مصداق ٹھہرا اور اس دور کی حکومت قرآن کی موجودہ حکومت ٹھہری اور اس دور کے حاکم کا ہاتھ رسول ﷺ کا ہاتھ ٹھہرا اور جانشین کے ہاتھوں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بعینہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں یہ وعدہ پورا ہوا اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین کو ایسا غلبہ خلفائے ثلاثہ بالخصوص فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں حاصل ہوا۔ اظہار دین کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

۱۔ جو دین رسول اللہ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے حضور اکرم ﷺ نے اس کی دعوت عام دیدی اور پورے کا پورا دین ظاہر کر دیا۔ لہذا جو دین رسول اکرم ﷺ نے پیش نہیں فرمایا وہ نہ دین حق ہے اور نہ دین رسول ﷺ۔ جو دین اس وقت ظاہر نہ ہوا مستور رہا وہ بھی دین رسول ﷺ نہیں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ رسول ﷺ نے بعثت کا حق ادا نہ کیا معاذ اللہ۔

۲۔ علمائے شیعہ کو اس حقیقت کا اقرار ہے کہ آیت اظہارِ دین سے مراد فتوحات ایران و روم ہیں کہ دینِ اسلام ان پر غالب آئے گا اور یہ حکومتیں اور ان کے مذہب مغلوب ہو جائیں گے۔

۳۔ یہ حکومتیں اور ان کے خزانے رسولِ اکرم ﷺ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئیں

Scanned with Car

گے۔ جیسا کہ علامہ باذل نے بیان کیا ہے کہ:

بہ پاسخ چنیں گفت خیر البشر
کہ چوں جست برق نخست از حجر

نمودند ایوان کسریٰ بمن!
دوم قیصر روم سوم از یمن

سبب را چنیں گفت روح الامین
کہ بعد از من انصار و اعوان دین

براں مملکتہا مسلط شوند!
بہ آئین من اہلِ آن بگردند

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حضور ﷺ نے یہ واضح فرمادیا کہ اظہار دین حق کی پیشگوئی میرے اعوان وانصار کے ہاتھوں پوری ہوگی۔ چنانچہ حضور اکرم کے جانثار اعوان وانصار نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ پیش گوئی پوری کردکھائی۔ فجزاهم الله عنا احسن الجزاء ۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدند

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

Scanned with Car

باب ہفتم

تفسیر آیت دعوتِ اعراب

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا. وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا.	آپ ان پیچھے رہ جانے والوں دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہونگے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع اسلام ہو جائیں۔ سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے جیسا کہ اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

آیت کا پس منظر:۔ ۶ھ میں حضور اکرم ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور اعلان فرمایا کہ ہر جوان مسلمان میرے ہمراہ جائے۔ شاید قریش مانع ہوں اور جنگ ہو جائے تو ہمارا نقصان نہ ہو۔ اس دعوت پر ۱۵۰۰ اصحابہؓ حضور ﷺ کے ہمراہ ہو گئے۔ مگر بدوؤں کے چند قبائل اس مہم میں شامل نہ ہوئے مثلاً اسلم جھینہ، مزینہ، غفار اور اشجع، جب حضور اکرم ﷺ اس سفر سے واپس آئے تو یہ قبائل طرح طرح کے عذر پیش کر کے اپنی معذوری کا اظہار کرنے لگے۔ درحقیقت وہ معذور نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے ان پر فوری گرفت نہ فرمائی بلکہ انہیں مہلت دی اور فرمایا تمہیں موقع دیا جائے گا کہ تم اپنی وفاداری کا ثبوت دو۔ عنقریب ایک بلانے والا تمہیں جہاد کے لئے بلائے گا اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو تمہیں نہایت عمدہ اجر ملے گا اگر تم نے پھر بھی اس کی نافرمانی کی تو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اس آیت میں ان بدو قبائل کو خطاب کیا گیا ہے۔

Scanned with Cam

اب اس آیت کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ مَسْتُدْعَوْنَ میں فعل کی نسبت کسی خاص فاعل کی طرف نہیں کی گئی۔ یہ دعوت دینا خدا کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے، رسول خدا کی طرف سے بھی اور نائب رسول ﷺ کی طرف سے بھی۔ مگر یہ بلانا ان میں سے کسی کی طرف سے ہو۔ یہ بلانا بالکل ایسا ہوگا جیسا خدا اور رسول ﷺ کا بلانا۔ اس بلانے والے کی دعوت پر اس کی اطاعت کرنے کا وہی اجر ہوگا جو خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت پر ہو سکتا ہے اور اس کی نافرمانی کی وہی سزا ہوگی جو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی پر ہو سکتی ہے۔

۲۔ جس طرح غروب آفتاب سے فوراً بعد تاریکی نہیں چھا جاتی بلکہ دن کی روشنی کا اثر کافی دیر تک رہتا ہے اور رفتہ رفتہ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اسی طرح آفتاب رسالت کے چھپ جانے کے بعد فوراً اندھیرا نہیں ہو گیا۔ بلکہ حضور ﷺ کے جانشینوں کے عہد میں آفتاب رسالت کی روشنی کا اثر باقی رہا۔

۳۔ اِلٰی قَوْمٍ. قوم کا لفظ بطور نکرہ استعمال ہوا۔ معلوم ہوا کہ قوم سے مراد قوم عرب نہیں۔ کیونکہ عربوں کے ساتھ تو اس سے قبل کافی جنگیں ہو چکی تھیں اور قوم عرب ہی مراد ہوتی تو **اِلٰی قوم** کی جگہ **ستدعون الیهم مرة اخریٰ** ہوتا۔

اور اس قوم کی صفت اولی باس شدید بیان فرمائی اور یہ سوائے ایران یا روم کے اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس وقت دنیا کی مستحکم ترین اور جنگجو اقوام صرف یہی قومیں تھیں، اس دعوت کے موقعہ پر یا تو اس قوم سے جنگ ہوگی یا مسلمان ہو جائیگی یہ قضیہ مانعۃ الخلو ہے۔ اسلام لانے کی قید کی وجہ سے اس آیت کے مصداق میں وہ جنگ نہیں آسکتی جو قصاص عثمانؓ کے سلسلے میں ہوئی۔ یہ جنگ احکام خلافت منوانے کے لئے ہوئی تھی اور وہ لوگ پہلے ہی مسلمان تھے اور غیر قوم بھی نہیں تھے۔ اس قید سے وہ جنگ بھی خارج ہوئی جو دشمن کو محض خوفزدہ کرنے کے لئے ہو جیسے غزوۂ تبوک گو یہ جنگ عربوں سے تھی، مگر اس میں جنگ فی الواقع ہوئی نہ وہ لوگ ایمان لائے۔

Scanned with Car

۵۔ اگر حضور اکرم ﷺ پر نبوت ختم نہ ہوتی تو اس آیت کے مطابق اعراب کو بلانے والا نبی ہوتا جس کی اطاعت پر اجر حسن کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب الیم کی وعید سنائی گئی۔ یہ بات لفظ تشبیہ کما سے اور واضح ہو جاتی ہے۔ کما تولیتم من قبل سے اس بلانے والے کی اطاعت و نافرمانی ایسی ہے جیسا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و نافرمانی۔ مگر نبوت تو ختم ہو گئی اس لئے لازماً یہ بلانے والا نبی ﷺ کا سچا جانشین ہی ہو سکتا ہے۔

٦۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ (ا) ان اعراب کو کیا رسول اللہ ﷺ نے کسی غیر قوم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بلایا۔ صلح حدیبیہ کے بعد حضور اکرم ﷺ کی عربوں سے تین جنگیں ہوئیں۔ خیبر، فتح مکہ اور حنین اور غیر قوم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے صرف ایک مہم بھیجی گئی جو تبوک کی تھی۔ مگر اس مہم میں نہ مخالف سے جنگ ہوئی نہ وہ اسلام لائے۔

اس دعوت کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی مزید وضاحت کر دی جائے۔ سو آیت میں تمام صیغے خطاب کے ہیں: سَتُدْعَوْنَ، تُقَاتِلُوْنَهُمْ، فَاِنْ تُطِيْعُوْا ،وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ، يُعَذِّبْكُمْ یہ خطاب ان بدوؤں کو ہو رہا ہے جو عمرہ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان لوگوں نے واپسی پر وفد پیش کئے کہ شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا۔ پھر انہوں نے معافی کی درخواست کی کہ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا مگر یہ سب ظاہری باتیں تھیں، حقیقت اللہ تعالیٰ نے بتا دی کہ ان کا خیال یہ تھا کہ لَنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا پھر دعوت دینے والا ایسی قوم کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلائے گا جو اولی بأس شدید ہے یعنی غیر عرب بھی ہوگی اور سخت جنگجو بھی ہوگی پس اس آیت کا خطاب ان لوگوں سے ہے جو عمرہ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے پھر عذر کرنے لگے اور معافی مانگنے لگے اور ان کو معافی دینے کے لئے ایک شرط لگائی گئی کہ تمہیں مہلت دی جاتی ہے جہاد کا موقع دیا جائے گا اگر تم نے اطاعت کی تو معافی ہو

Scanned with Car

جائے گی اس تفصیل کے بعد واقعات کی روشنی میں یہ دیکھ لیجئے کہ یہ بلانے والے رسول اکرم ﷺ تو نہیں تھے۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کے متصل اور جنگ خیبر ہوئی جس میں شامل ہونے سے اللہ تعالیٰ نے ان بدوؤں کو منع فرمادیا۔

سیقول المخلفون اذا انطلقتم الیٰ مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذالکم قال اللہ من قبل.	جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔ وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی یوں فرمادیا ہے

پھر غزوہ تبوک سے بھی ان لوگوں کو منع کر دیا گیا۔ کما قال تعالیٰ

فان رجعک اللہ علیٰ طائفة منھم فاستاذنوک للخروج فقل لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا. انکم رضیتم بالقعود اول مرة فاقعدوا مع الخالفین	سو اگر اللہ تعالیٰ آپ کو (اس سفر سے مدینہ کو صحیح وسالم) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے پھر یہ لوگ (کسی جہاد میں) چلنے کی اجازت مانگیں تو آپ یوں کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو گے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن (دین) سے لڑو گے۔ تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا تو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو جو واقعی پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کو معیتِ رسول علیہ السلام سے مطلقاً منع کر دیا گیا تھا۔ پھر جنگ حنین ہوئی۔ اول تو جنگ غیر عربوں کے خلاف نہیں تھی۔ پھر قرآن نے ان کی صفت اولی بأس شدید نہیں بتائی بلکہ وہ تو اقل اور اذل تھے۔ اس لئے اس جنگ میں اعراب کو دعوت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

Scanned with Cam

لم يصح ان النبی ﷺ دعا الاعراب یوم حنین وایضاً لم یکونوا اولی بأس شدید بالنسبة الی عسکر الاسلام بل کانوا قلیلا ذلیلا فی مقابلة جم غفیر۔ (مظھری)	یہ صحیح نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین کی جنگ میں اعراب کو دعوت دی ہو اور حنین لشکر اسلام کے مقابلے میں سخت جنگجو بھی نہیں تھے اور تھوڑے اور کمزور بھی تھے۔

اور تفسیر جمل میں ہے۔

وفی الآیة دلیل علی صحة امامة ابی بکرؓ وعمرؓ لان ابا بکر دعاھم الیٰ بنی حنیفه وعمرؓ دعاھم الیٰ قتال فارس والروم واما قول عکرمه وقول قتادہ ان ذالک فی ھوازن وغطفان یوم حنین فلا لانه یمتنع ان یکون الداعی لھم الرسول ﷺ لانه قال لن تخرجوا معی ابداً ولن تقاتلوا معی عدوا فدل علی انه اراد غیر النبی ﷺ ومعلوم انه لم یدو ھٰؤلاء القوم بعد النبی ﷺ الا ابو بکر وعمرؓ	اس آیت میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کو صدیق اکبر نے جنگ یمامہ میں دعوت دی اور حضرت عمرؓ نے فارس اور روم کی جنگوں میں دعوت اور عکرمہ اور قتادہ کا یہ قول کہ انہیں ہوازن، غطفان اور حنین میں بلایا گیا درست نہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا بلانا ممکن نہیں۔ کیونکہ اللہ کے حکم سے وہ اعلان کر چکے تھے کہ تم میرے ساتھ مل کر کبھی جنگ کے لئے نہیں نکلو گے اور ہرگز جنگ نہیں کرو گے۔ یہ دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد داعی نبی ﷺ کے علاوہ کوئی اور ہوگا اور اس قوم کو نبی کے بعد سوائے ابو بکرؓ وعمرؓ کے کسی نے نہیں بلایا۔

اور دوسری جانب بھی احتمال کا اظہار کیا گیا ہے۔ مثلاً:

شیخ ابن مطہر حلی شیعہ دست یازدہ جواب آوردہ است کہ داعی آنحضرت است وجائز است کہ آنحضرت در غزوات دیگر کہ قتال ہم واقع شدہ	علی نے جواب دینے کی مجنونانہ کوشش کی ہے کہ بلانے والے حضور اکرم ﷺ ہیں یہ ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دوسری جنگوں میں انہیں

Scanned with Car

است دعوت نمودہ باشند امامنقول نہ شدہ باشد۔	دعوت دی ہو لیکن وہ نقل ہونے سے رہ گئی ہے۔

اسی طرح بعض مفسرین نے بھی اس احتمال کو نقل کر دیا ہے۔ مثلاً:

وان قالوا لم یدعهم النبی علیہ والنفی والجزم بـه فی غاية البعد لجواز ان یکون ذالک قد وقع ولم ینقل	اور اگر کہا جائے کہ نبی ﷺ نے انہیں نہیں بلایا تو اس کی قطعی نفی بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ ممکن ہے بلایا ہو مگر ان کا بلانا نقل نہ کیا گیا ہو۔

اور بعض مفسرین نے اس کو مقید کیا ہے کہ جب تک وہ نفاق پر تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو نہیں بلایا تھا۔ ای لن تخرجوا معی ابدا وانتم ما انتم علیه ای من النفاق۔ ایسے تمام احتمالات فاسدہ کے متعلق تحفہ اثنا عشریہ میں وضاحت کی گئی ہے۔

در کاکت ایں احتمالات پوشیدہ نیست زیرا کہ در باب اخبار و سیر و تواریخ بمجرد احتمالات سک کردن شان عقلا نیست والا در ہر مقدمہ احتمالے تواں برآورد۔	ان احتمالات کا گھٹیا پن پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ تاریخ و سیرت کے معاملے میں محض احتمالات کر پلے باندھ لینا داناؤں کی شان کے خلاف ہے۔ ورنہ ہر بات میں احتمال پیدا کیا جا سکتا ہے۔

اور جس نے وانتم ما انتم علیه ای من النفاق کی قید لگائی ہے تو صاف طور پر قرآن کو اپنے ظاہر سے پھیرنا ہے جو قابل قبول نہیں جب قرآن میں ابدا کی قید موجود ہے تو ما انتم کا کیا مطلب؟ اور جن حضرات نے داعی سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات بھی لی ہے ان میں کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ خلفائے ثلاثہ داعی نہیں تھے۔ ان کی نفی نہیں کی بلکہ رسول کریم کو بھی داعی کہا اور خلفائے ثلاثہ کو بھی داعی قرار دیا۔ بہر حال جنگ حنین کے متعلق یہ ثابت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اعراب کو دعوت دی ہو زبانی احتمالات جو ناشی از دلیل نہ ہوں قابل تسلیم نہیں۔

پھر یہ بدو خالص منافق نہ تھے بلکہ کمزور ایمان والے تھے اس لئے یہ ما انتم ما انتم علیه کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا حضرت علیؓ کے بلانے کا سوال تو بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ محض خلافت تسلیم کرانے کے لئے تھا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کے عہد میں فتح مکہ والی مہم ہوئی مگر اس میں

Scanned with Car

جنگ تو ہوئی نہیں البتہ عکرمہ بن ابی جہل نے چند اوباش قسم کے لوگ جمع کئے کچھ بنو بکر اور بنو حارثہ نے جمع کئے مگر جب خالد بن ولید پہنچے اور ایک ہلہ میں ۲۸ آدمی قتل کئے تو معاملہ ختم ہو گیا پھر یہ جنگ ہو بھی تو غیر عربوں کے خلاف نہیں اور اولی باس شدید کے مقابلے میں نہیں۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مہم حدیبیہ میں شامل نہ ہونے والے اعراب کو حضور اکرم ﷺ نے کسی غیر عرب جنگجو قوم کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نہیں بلایا بلکہ حکم خداوندی کے مطابق ان لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی معیت سے ہمیشہ کے لئے منع کر دیا گیا۔

اب ستدعون کا مصداق نائب رسول ﷺ ہی رہ جاتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صرف خلفائے ثلاثہ کے عہد میں

ا۔ غیر عرب اقوام سے جنگیں ہوئیں۔

ب۔ اولی باس شدید یعنی سخت جنگجو اور طاقت ور اقوام کے خلاف جنگیں ہوئیں۔

ج۔ ان اعراب کو ان جنگوں میں شامل ہونے کے لئے خلفائے ثلاثہ نے دعوت دی۔

پس خلفائے ثلاثہ کی خلافت قرآن مجید کی موعودہ خلافت ہوئی اور خلافتِ راشدہ ہوئی۔ ان کی اطاعت موجب اجر عظیم اور ان کی نافرمانی عذاب الیم کا سبب ہوئی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما!

Scanned with Car

باب ہشتم

تفسیر آیتِ معیّت

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا. سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. (الفتح)	محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگے تا کہ ان سے کافروں کو جلا دے۔

یہ آیت سورۃ الفتح کی آخری آیت ہے۔ یہ سورۃ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی جس نے صحابہ کے زخمی دلوں کے لئے مرہم کا کام دیا۔

اس میں سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کا نام لے کر آپ کی صفت رسالت کا بیان ہوا چونکہ اس وصف میں سارے کمالات آجاتے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ کے صرف اسی وصف کا تذکرہ فرما کر کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے پھر صحابہ کرامؓ حدیبیہ والوں کے اوصاف بیان فرمائے۔

Scanned with Car

صحابہؓ کے یہ کمالات حضور اکرم ﷺ کی تعلیم اور تربیت کا نتیجہ ہی تو ہیں۔ اس لئے یہ بتانا مقصود تھا جس استاد کے شاگردوں، جس مربی کے تربیت یافتہ لوگوں میں یہ اوصاف اور یہ کمالات پائے جائیں اس استاد کے کمالات کا اندازہ کرلو۔ قاعدہ ہے کہ استاد کا کمال اس کے شاگردوں سے ہی ظاہر ہوتا ہے اور مرشد کے کمال کا اظہار اس کے مریدوں سے ہوتا ہے اوصاف دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صفت بحالہ دوسرا بحال متعلقہ اور یہ اوصاف بحال متعلقہ ہیں اور ان کے بیان کا مقصد صحابہؓ کی تسلی اور دلداری تھی۔ اس لئے تفصیل سے بیان فرمائے۔ آیت کے دو حصے ہیں۔ محمد رسول الله ﷺ ایک دعویٰ ہے۔ والذین معه.. الخ اس دعویٰ کی دلیل ہے حضور اکرم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے چشم دید گواہ کون ہیں؟ کفار، قریش یہود مدینہ؟ یہ تینوں فرقے اسلام داعی اسلام اور قرآن کے دشمن تھے۔ پس چشم دید گواہ جن کی گواہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے وہ صرف مہاجرین وانصار تھے۔ اگر کسی دعویٰ کے گواہ سارے کے سارے جھوٹے اور مجروح ہوں تو وہ دعویٰ ثابت ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر صحابہؓ پر اعتماد نہ کیا جائے اور ان کو جھوٹا سمجھا جائے تو حضور اکرم ﷺ کی نبوت کیونکر ثابت ہوگی۔

قرآن کریم نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت پر چار قسم کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ گزشتہ کتب مقدسہ کی پیشگوئیاں جو حضور اکرم ﷺ پر صادق آئیں۔

۲۔ وہ معجزات جو حضور اکرم ﷺ سے ظاہر ہوئے۔

۳۔ وہ تعلیمات جو آپ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے پیش کئے۔

۴۔ شاگردوں کی وہ جماعت جن کے کمالات اور فضائل کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ پہلے تین قسم کے دلائل صحابہ کرامؓ پر موقوف ہیں کیوں کہ یہی چشم دید گواہ ہیں اور ناقل ہیں۔

قاعدہ ہے کہ کسی دعویٰ کے گواہ سے شہادت لینے سے پہلے اس کی سیرت کے متعلق اطمینان کرلیا جاتا ہے اگر اس کی سیرت قابلِ اعتبار نہ ہوتو وہ مردود الشہادت قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ

Scanned with Car

تعالیٰ نے اپنے نبی امی ﷺ کی نبوت کے عینی شاہدوں کی سیرت کے تمام پہلو چند الفاظ میں بیان فرمادیئے کہ:

اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ

یعنی ان کے ظاہر و باطن کے لئے بے داغ اور مثالی ہونیکا اعلان اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا۔ سب سے پہلے ان کے معاملات کے متعلق فرمایا کہ ان میں غصہ اور رحمت دونوں صفتیں ملکہء راسخہ کی حیثیت سے پائی جاتی ہیں اور ان اوصاف کا اظہار اور استعمال ٹھیک اپنے محل پر کرتے ہیں۔

قال الرازی جمیعهم اشداء علی الکفار و رحماء بینهم لان وصف الشدة والرحمة وجد فی جمیعهم قال تعالیٰ والّف بین قلوبهم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الّفت بین قلوبهم ولکن الله الف بینهم اور فرمایا اذلة علی المومنین اعزة علی الکفرین قال صاحب المظهری. رغم انف الروافض الذین یزعمون ان اصحاب محمد کانوا یتباغضون بینهم.	امام رازی فرماتے ہیں کہ صحابہ سارے کے سارے کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحیم ہیں کیونکہ شدت اور رحمت کا وصف سب میں پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اتفاق پیدا کردیا اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق نہ پیدا کرسکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کردیا۔ اور فرمایا: مہربان ہوں گے مومنوں پر، تیز ہونگے کافروں پر۔ صاحبِ مظہری نے فرمایا: روافض کی ناک خاک آلود ہو، جو یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہؓ باہم بغض رکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں ایک اور موقعہ پر بھی اس جمیعت کی تائید ہوتی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً۔ اس میں جمیعاً حال ہے یا واعتصموا کے فاعل سے

Scanned with Car

یا مفعول بحبل اللہ سے یا دونوں سے۔

معناه حال كونكم مجتمعين في الاعتصام يعني خذوا في تفسير كتاب الله وتأويله ما اجتمع عليه الامة ولا تذهبوا الىٰ خبط ارائكم علىٰ خلاف الاجماع وعلى تقدير ان يكون حالا من المفعول والمعنى اعتصموا بجميع كتاب الله ولا تفرقوا عن الحق ولم يتفرق الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين في زمان النبي ﷺ ولا في خلافة ابي بكر وعمر و عثمان واول بغى كان على الامام الحق خروج اهل المصر علىٰ عثمانؓ واول اختلاف وقع في امر القصاص كان من معاوية واول اختلاف في الدين اختلاف الحرورية الذين خرجوا علىٰ علىؓ ثم اوقع الخلاف ورفض الحق عبدالله بن سبا منشأ الروافض ثم ظهر مذهب الاعتزال في زمن التابعين فتشبثوا باذيال الفلاسفه واشتغلوا بقيل و قال واحيوا كثرة الجدال وتركوا ظواهر كتاب الله المتعال وسنة نبية ومذهب

اس کے معنی یہ ہیں کہ اس حالت میں تم سب اکٹھے ہو کر کتاب اللہ سے تمسک کرو یعنی تم کتاب اللہ کی تفسیر اور معنی وہی لو جس پر امت کا اجماع ہے۔ خلاف اجماع امت اپنی فضول رائے کے پیچھے نہ چلو۔ اگر مفعول سے حال مانیں تو یہ مراد ہوگی کہ پوری کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور فرقے فرقے نہ بن جاؤ اور صحابہ کرامؓ میں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں کوئی تفرقہ پیدا نہ ہوا۔ سب سے پہلی بغاوت خلیفہ برحق حضرت عثمانؓ کے عہد میں اہل مصر نے کی قصاص کے معاملہ میں پہلا اختلاف امیر معاویہؓ کی طرف سے ہوا دین میں پہلا اختلاف حروریہ کی طرف سے ہوا جو حضرت علیؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے پھر اختلاف واقع ہو گیا اور روافض کے بانی عبداللہ بن سبا نے حق سے روگردانی کی پھر تابعین کے زمانہ میں معتزلہ کا مذہب ظاہر ہوا۔ انہوں نے فلاسفہ کی پیروی کی اور

Scanned with Cam

السلف اهل الكمال بتقليد ارائهم الكاسدة والمنشتات الضلال. (مظہری ۲:۱۰۲)	ظاہر کتاب وسنت اور مذہب سلف کو چھوڑ کر بحث وجدال میں مشغول ہوگئے اور اپنی بے کار اور بے معنی آراء پر چل کر گمراہ ہو گئے۔

معاملات میں صحابہ کرامؓ کے دو وصف غصہ اور رحمت بیان فرما کر ان کے محل کا بیان فرما دیا۔ یعنی حضور ﷺ کے صحابہؓ ان پر غضبناک ہوتے ہیں جن پر اللہ غضبناک ہوتا ہے یعنی کفار اور ان لوگوں سے رحمت ورافت کا سلوک کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں یعنی مومنین یہ وصف اور ان کا برمحل استعمال انسان کے کمال کی دلیل ہے۔ انسان جو گناہ بھی کرتا ہے وہ غصبیہ اور قوت شہویہ کے بے محل استعمال کی وجہ سے ہی کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے معاملات کی خوبی بیان کرنے کے بعد ان کی عبادات کا پہلو بیان فرمایا۔ عبادات میں سرِ فہرست نماز ہے۔ پھر نماز میں انتہائی عاجزی کے اظہار کا موقع رکوع اور سجدہ ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے یہی دو وصف بیان فرمائے مگر یہ دونوں حالتیں عاجزی کے اظہار کی صرف صورتیں ہیں اس لئے یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی صورت تو اختیار کرے مگر اس کے اندر وہ حقیقی روح موجود نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے خشوع وخضوع اور اخلاص کا بھی بیان فرما دیا کہ **یبتغون فضلا من الله ورضوانا** یعنی جہاں ان کے جسم رکوع اور سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کر رہے تھے وہاں ان کے دل خشوع وخضوع اخلاص اور للٰہیت سے پر ہیں ان کی عبادت کا مقصد محض رضائے الٰہی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے یہ دو وصف بیان کرنے سے یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ ان کی شخصی سیرت کا کمال ظاہر کیا جائے وہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا اشارہ بھی کر دیا جائے کہ خلیفہ رسول کے لئے بھی یہ دو وصف ضروری ہیں اس کے بعد خلافت کا ذکر آنے سے اس پہلو کی تائید ہوتی ہے۔

والذین معه' سے مراد معیتِ سفر حدیبیہ ہے معیت کے حقیقی معنی سفر میں کسی کے ساتھ ہونا ہے یا مکان میں کسی کے ساتھ رہنا یا کسی کام میں کسی کا ساتھ دینا ہے۔ اس لئے معیت سے یہاں

Scanned with Cam

معیت مذہبی سمجھنا غلط ہے۔ کیونکہ یہ معنی مجازی ہیں اور جب حقیقی متحقق ہوسکتا ہے تو مجازی معنی لینا اصولاً غلط ہے۔ مثلهم فی التوراه ومثلهم فی الانجیل اس آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا کہ یہ محبوب ازلی ہیں۔ پہلی کتابوں میں جہاں میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ وہاں ان کے صحابہ کرامؓ کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ خاتم المحدثین علامہ حسنین بن محمد تقی نوری طبرسی شیعہ نے اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' میں شیخ علی بن طاؤس کا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ ان کا لقب رضی الدین ہے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت دانیال کی کتاب ''الملاہم'' میرے پاس ہے اس میں یہ عبارت مذکور ہے۔

قال السید الجلیل رضی الدین علی بن طائوس فی کتاب کشف المحجه ما لفظه و وقفت انا علیٰ کتاب دانیال علیه الصلوٰة والسلام المختصر فی کتاب الملاحم وهو عندنا الان یتضمن ما یقتضی ان ابابکرؓ وعمرؓ کانا عرفا من کتاب دانیالؑ وکان عند الیهود حدیث ملک النبی ﷺ وولایة رجل من یتم و رجل من عدیٍ بعده دون وصیه علی علیه السلام وصفتهما فلما رأیا الصفة فی محمد ﷺ فیهما تبعاه واسلما معه طلبا للولایة التی ذکرها دانیال (فصل الخطاب صفحہ ۱۷۶)	خلاصہ: رضی الدین نے کہا کہ حضرت دانیال کی کتاب ''الملاہم'' میرے پاس موجود ہے اس میں ایسی عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کتاب دانیال کا علم حاصل کیا تھا۔ یہ یہود کے پاس تھی اس میں نبی ﷺ کی حکومت اور بنی تیم اور بنی عدی کے ایک ایک آدمی کی یکے بعد دیگر خلافت کا اس میں ذکر تھا۔ اور یہ کہ یہ دونوں (خلیفوں) حضرت علیؓ سے پہلے ہوں گے۔ اس میں ان دونوں (خلیفوں) کے اوصاف بھی مذکور تھے جب ان دونوں نے رسول کریم ﷺ کی صفت دیکھی اور اپنی صفات اپنے آپ میں دیکھیں تو اسلام لے آئے اور حضور ﷺ کے تابع ہو گئے اس خلافت کی طلب کے لئے جس کا ذکر حضرت دانیال نے کیا تھا۔

Scanned with Car

اس عبارت میں رضی الدین نے تین خلفاء کا ذکر کیا ہے اور حضرت عثمانؓ کا ذکر نہیں۔ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں اول یہ کہ محرفین نے تحریف کردی ہو دوم یہ کہ ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ بلوائیوں کی شرارتوں کا ذکر بھی ہو اس لئے سید جلیل نے اس حصے کو حذف کردیا ہو۔ سید صاحب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ کتب ساوی میں جہاں ذکر رسول ﷺ اور ذکر اوصاف رسول تھا وہاں ذکر شیخین اور اوصاف شیخین بھی پایا جاتا ہے۔ آخر میں سید جلیل نے اپنے مخصوص مزاج کے مطابق شیخین کے اوصاف کو ان کے عیوب کی شکل دینے کی کوشش کی ہے کہ حکومت کے لالچ کی وجہ سے شیخین اسلام لائے مگر یہ بھول گئے کہ ایسا احتمال تو حضرت علیؓ کے متعلق بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ان حضرات کو طمع تو ضرور تھا مگر حکومت کا نہیں بلکہ حق کے قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرنے کا طمع تھا جیسا کہ قرآن مجید اہلِ حق کے متعلق بیان ہوا ہے: وَمَا لَنَا اَن لَا نُومِنَ بِاللّٰهِ وَمَا جائَنا مِنَ الْحَقِ وَنَطمَعُ اَنْ يُدْخِلَنا رَبُّنا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِين۔ وَقَالَ تعالی فی حق الساحرين اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يغفِرِ لَنا ربُّنا خطايانا ان كُنَّا اَوَّل المومنين۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے ایمان لانے کی وجہ منجمین نے اپنے فن کے حساب سے معلوم کرلی اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حضرت ابوبکر کا ایمان تو از روئے وحی آسمانی تھا۔ علامہ باذل شیعہ نے ان دونوں حقیقتوں کو ان الفاظ میں بیان کیا (حملہ حیدری صفحہ ۱:۱۴)

ابا بکر از اں پس براہ پا گذاشت | کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت
بادکاہن دادہ بود ایں خبر | کہ مبعوث گردد یکے نامور
زبطحی زمین در ہمیں چند گاہ | بود خاتم انبیائے الٰہ
تو باد خاتم انبیاء بگردی | چوں او بگذرد جانشینش شوی!
زکاہن چو بودش بیاد ایں نوید | بیاورد ایمان نشانش چو دید
وزاں پس بتدریج چندے دیگر | نبی را بفرماں نہادند سر!

جوں ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کاہن کی بات سنی اسی وقت مکہ مکرمہ کا راستہ اختیار کیا۔

Scanned with Car

کیونکہ کاہن نے بتایا تھا کہ مکہ مکرمہ میں ایک نامور رسول مبعوث ہونے والا ہے۔

اسی چٹیل سرزمین میں خاتم الانبیاء تشریف لائیں گے۔ آپ ان کے ساتھ ایمان لائیں گے تو آپ ان کے جانشین ہوں گے۔ یہ خوشخبری آپ کو یاد تھی جب آپ نے رسول اللہ ﷺ میں یہ اوصاف و نشانات دیکھے تو ایمان لائے آپ کے ایمان لانے کے بعد بتدریج اور آدمی بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اس مضمون کی روایات اہل سنت کے ہاں بھی ملتی ہیں۔

عن کعب قال کان اسلام ابی بکر الصدیق بسبب وحی من السمآء وذلک انه کان تاجرا بالشام فریٰ رویا فقصا علی بحیره الراهب وقال له من این انت. قال من مکة قال من ایها؟ قال من قریش قال ما یعیش انت قال تاج. قال صدق الله رویک فانه یبعث نبیا من قومل تکون وزیره فی حیاته وخلیفته بعد موته فاسرها ابوبکر حتی بعث النبی ﷺ فجاء ہ فقال یا محمد مالدلیل علی ما تدعیٰ؟ قال الروی التی رأیت بالشام فعانقه وقبل ما بین عینیه وقال اشهد انک رسول الله (اخرجه ابن عساکر فی تاریخ دمشق)	کعب احبار سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ کا اسلام وحی آسانی سے ہوا۔ اور وہ یوں کہ وہ شام میں تجارت کی غرض سے گئے۔ انہوں نے خواب دیکھا بحیرہ راہب کو بتایا اس نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے کہا مکہ سے کہا کس قبیلہ سے ہو، کہا قریش سے۔ پوچھا کیا کام کرتے ہو، کہا تجارت۔ کہا اللہ نے تمہیں سچا خواب دکھایا ہے۔ تیری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوگا اس کی زندگی میں تو اس کا وزیر ہوگا اور اس کے بعد تو اس کا خلیفہ ہوگا۔ ابوبکرؓ نے اس راز کو دل میں رکھا۔ جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی ابوبکرؓ آپ کے پاس آئے اور کہا آپ کے دعویٰ کی دلیل کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ خواب جو تو نے شام میں دیکھا پھر آپ نے معانقہ کیا اتھا چوما اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

علامہ باذل نے کاہن لکھا ہے اس روایت میں راہب کا لفظ ہے اگر کاہن تسلیم کر لیا جائے تو

Scanned with Car

اس پیش گوئی کا ذریعہ علم نجوم ہوگا اور اگر راہب سمجھا جائے تو اس کا ذریعہ کتب ساوی تسلیم کرنا پڑے گا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ صدیق اکبرؓ کے ایک اور سفر کا ہے۔ آپ علاقہ یمن میں تجارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو سابقہ کتب ساوی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کیا تم مکہ کے ہو؟ فرمایا ہاں؟ کہنے لگے میرا خیال ہے تم قریشی ہو۔ فرمایا ہاں۔ میرا خیال ہے تم بنی تیم سے ہو۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے اس نے کہا ذرا دیکھوں تو تمہاری ناف پر کوئی نشان ہے، جب اس نے سیاہ نشان ناف پر دیکھا تو کہا تو واقعی وہی ہے کتب سابقہ میں یہ چار علامتیں درج تھی۔ اس واقعہ کو ابن کثیر نے الذین یتبعون الوسول ... الخ کی تفسیر کے تحت اس عالم کا ذکر کیا جس سے صدیق اکبرؓ کی ملاقات ہوئی۔

وقال فیم انتم؟ واخبرناه. نذهب بنا الیٰ منزله فساعة مادخلت نظرت الیٰ صورة النبی ﷺ واذا رجل اخذ بقعب النبی ﷺ قلت من هذاالرجل القابض علی عقبة قال انه لم یکن نبی الاکان بعده نبی الا هذا النبی ﷺ فانه لا نبی بعده. وهذا خلیفة بعده واذا صفت ابی بکرؓ	اور کہا تم یہاں کیسے آئے ہو ہم نے اسے بتادیا اور پھر وہ ہمیں لے کر اپنے گھر میں داخل ہوا جونہی میں داخل ہوا میں نے نبی کریم ﷺ کی تصویر دیکھی اور دیکھا کہ ایک شخص آپ کی پیٹھ کو پکڑے ہوئے ہے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے جس نے پیٹھ کو پکڑا ہوا ہے کہنے لگا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کے بعد نبی نہ آیا ہو سوائے اس نبی کے کیونکہ اس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ شخص اس نبی کے بعد اس کا خلیفہ ہوگا جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ ابوبکر تھا۔

اس سلسلے میں صدیق اکبرؓ کا ایک خواب بھی کئی کتابوں میں موجود ہے۔ مگر میرے سامنے اس وقت صرف سیرت کی کتاب ہے اس سے نقل کرتا ہوں۔

رائی القمر نزل الیٰ مكة فدخل	حضرت ابوبکرؓ نے خواب دیکھا کہ چاند مکہ میں اتر آیا ہے

Scanned with Car

فی کل بیت فلہ شعبۃ ثم کان جمیعہ فی حجرہ فقصہا علی بعض اھل الکتاب فعبرھا لہ بانہ یتبع النبی المنتظر الذی قد ظل زمانہ وانہ یکون اسعد الناس بہ (سیرۃ حلبیہ ۱ : ۳۱۰)	اور ہر گھر میں ایک ٹکڑا پہنچ گیا ہے پھر تمام ٹکڑے جمع ہو کر ابوبکرؓ کی گود میں آ گئے ہیں آپ نے اپنا خواب بعض علماء اہلِ کتاب کے سامنے پیش کیا انہوں نے یہ تعبیر کی کہ تم اس نبی کے متبع ہو گے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کا زمانہ قریب آ گیا ہے تم اس نبی سے سب سے زیادہ نفع اٹھاؤ گے اور نیک بخت ترین ہو گے۔

گویا صدیق اکبر تو حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی آپ کے منتظر تھے اور دعویٰ نبوت سے پہلے ہی حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ جونہی دعویٰ کیا آپ نے فوراً ایمان کا اظہار کر دیا۔ اس لئے انہیں نومسلم بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ نومسلم تو وہ ہے جسنے انکار کے بعد اقرار کیا ہو۔ صدیق اکبرؓ کا انکار ثابت ہی نہیں اس لئے انہیں نومسلم کہنا درست نہیں۔

اخرج ابونعیم عن بعض الصحابۃ ان ابا بکرؓ امن بالنبی قبل المبعوۃ ای علم انہ النبی المنتظر ۔(سیرۃ حلبیہ ۱:۳۱۰)

کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستویٰ علی سوقہ ۔ اسلام کو کھیتی سے مثال دی آغاز سے درجۂ کمال تک پہنچنے تک کھیتی مختلف مراحل سے گزرتی ہے اسلام بھی ابتدائے دعوت سے کمال تک پہنچنے میں مختلف مراحل سے گزرا اس مثال میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

۱۔ بیج بونے سے کھیتی کا آغاز ہوتا ہے پھر بیج پھوٹ کر باہر آتا ہے پھر پتے اور شاخیں بنتی ہیں اور پودا اپنے تنے پر مضبوطی سے کھڑا ہو جاتا ہے پھر اس میں پھل لگتا ہے۔

۲۔ کھیتی کو پروان چڑھانے کے لئے مالک کو نگرانی کرنی پڑتی ہے، بیماریوں، کیڑوں مکوڑوں اور جانوروں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے پھر اس کی آبیاری کرتا ہے۔

۳۔ کھیتی بتدریج اور علی الاتصال بڑھتی ہے یہ نہیں کہ پہلے پھل لگیں پھر پتے نکلیں اور شاخیں بنیں اور تنا نمودار ہو یا یہ نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی حصہ منقطع ہو جائے

Scanned with Car

بلکہ یہ سارا علی الاتصال ہوتا ہے۔

اسی طرح اسلام نے بھی بتدریج اور علی الاتصال ترقی کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسلام کی دعوت دے کر حق کا بیج بودیا۔ مہاجرین وانصار نے اس کی حفاظت کی اپنے خون سے اسے سینچا۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں اسلام مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ سے نکل کر عرب کے دوسرے قبائل تک پھیل گیا مگر جزیرہ عرب سے باہر قدم نہ رکھا۔ قیصر وکسریٰ کی دو جابر اور مستحکم سلطنتیں مسلمانوں کے سر پر بیٹھی تھیں اور اسلام کو مٹانے کے در پے تھیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ کے تینوں جانشینوں نے یکے بعد دیگرے اسلام کی کھیتی کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اس کو کمال تک پہنچایا اور قیصر وکسریٰ کی قوت کو ختم کر کے اسلام کے دائرہ اثر واقتدار میں توسیع کی اور اسلام علی الاتصال ترقی کر کے کمال تک پہنچا۔ اس آیت سے چاروں خلافتیں موعودہ قرآن ثابت ہوئیں جس کی تورات اور انجیل نے بھی بشارت دی تھی:

ولنعم ما قیل فازره الله بمجاهدات الصحابة من المهاجرين والانصار و سقوا زرع الدين بدمائهم في حيات النبي ﷺ وبعد وفاته لاسيما في خلافة ابي بكر وعمر فاستوىٰ على سوقٍ وظهر على الاديان كله اخرج شطأه ابوبكرؓ فاٰزره عمر فاستغلظ عثمان فاستوىٰ علي رضي الله تعالىٰ عنهم۔

اگر ترقی اسلام کے سلسلہ میں اس ترتیب خلافت کو تسلیم نہ کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ترقی علی الاتصال نہیں ہوئی درمیان میں منقطع ہوگئی جو خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے۔ اگر کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ صحابہ کے درمیان تو باہمی جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہا جمل اور صفین میں صحابہ ایک دوسرے سے متصادم ہوئے تو وہ رحماء بینھم کیسے ہوئے اور صلح حدیبیہ والوں کو ان اوصاف کا حامل کیونکر تسلیم کیا جائے۔

اس اعتراض کو درست تسلیم کیا جائے تو تاریخ اسلام سے وہ جماعت پیش کیجائے جو معیت رسول میں بھی ہو اور اس جماعت میں یہ دو وصف اشداء على الكفار اور رحماء بينهم بھی

Scanned with Car

پائے جائیں اگر صحابہ کی اس جماعت کے علاوہ کوئی اور جماعت نہیں پائی جاتی تو معاذ اللہ قرآن کا یہ اعلان غلط ثابت ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے اس اعلان کی مصداق صحابہ کی جماعت ہے۔ کسی غلط فہمی کی بنا پر وقتی طور پر اچانک کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو اس سے ملکہ راسخہ کی نفی نہیں ہو سکتی۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد حضور ﷺ کے پہلے جانشین کی سیرۃ اور اسلامی خدمات کی ذرا سی جھلک ملاحظہ ہو۔ علامہ سیوطی الحاوی للفتاوی ۲:۳۹۱ میں لکھتے ہیں:

من رفض عبادة الاصنام فی الجاهلية ابوبكر الصديق زيد بن عمرو بن نفيل، عبدالله بن جحش، عثمان بن الحويرث ورقه بن نوفل، رباب بن البراء، اسعداو كرب الحميری قيس بن ساعده الايادی، بوقيس بن حرمه.	جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی بت پرستی سے متنفر تھے وہ صدیق اکبرؓ زید بن عمر بن نفیل عبداللہ بن جحش عثمان بن الحویراث ورقہ بن نوفل رباب بن البراء اسعد یا کرب الحمیری، قیس بن ساعدہ ایادی اور ابوقیس بن حرمہ تھے۔

گویا حضور اکرم ﷺ کے پہلے جانشین اور اسلام کے محافظ کی شخصی سیرۃ اور سلامت طبع کا یہ حال ہے کہ توحید کی دعوت سننے سے پہلے ہی بت پرستی کے خلاف تھے۔ بت پرستی کے مخالفین میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ پھر یہ کہ عمر بھر شراب نہیں پی۔ پھر ثابت کیا جا چکا ہے کہ ان کا اعلان ایمان بذریعہ وحی آسمانی ہوا۔

اب دیکھیے کہ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حکومت سے کس قدر ذاتی مفاد حاصل کیا؟ تاریخ شاہد ہے کہ صدیق اکبرؓ بہت بڑے تاجر اور بڑے دولت مند تھے مگر حضور اکرم ﷺ کی محبت اور اسلام کی خاطر اپنا سارا مال قربان کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ ابوبکرؓ اپنے اہل و عیال کے لئے گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو تو عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول۔ خوب کہا شاعر مشرق نے ۔

پروانوں کو چراغ عنادل کو پھول بس　　　　صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

چنانچہ خلافت کے پہلے روز کا حال یہ ہے کہ جانشین رسول خلیفۃ المسلمین دن بھر امورِ سلطنت میں مصروف رہ کر شام گھر آتا ہے تو رات کے کھانے کے لئے آٹا تک موجود نہیں بازار میں خلیفہ رسول آواز دیتا ہے کہ کسی کو مزدور کی ضرورت ہو تو مزدور موجود ہے۔ لوگ باہر آ کر دیکھتے ہیں تو خلیفہ رسول آواز دیتا دکھائی دیتا ہے اندر چلے جاتے ہیں آخر ایک آدمی آتا ہے کہ میری بکری لنگڑی ہے اٹھا کر میرے گھر پہنچا دو۔ خلیفہ رسول ﷺ مزدوری کرتا ہے ایک درہم ملتا ہے اور رات کے کھانے کا انتظام ہوتا ہے اس صورتحال کو دیکھ کر مہاجرین و انصار بیت المال سے وظیفہ مقرر کرتے ہیں۔ مگر دیکھئے کہ وظیفہ کی مقدار کیا ہے۔

الاستغاثه فی بدع الثلاثه لما استب له الامر قطع لنفسه اجرة علی ذالک من بیت مال الصدقات فی کل یوم ثلاثة دراهم	از سید ابوالقاسم کوفی صفحہ ۲۲ جب آپ نے خلافت سنبھالی تو اپنے لئے بیت المال سے خود وظیفہ مقرر کیا جو تین درہم روزانہ تھا۔

خلیفہ رسول ﷺ کا وظیفہ تین درہم یعنی بارہ آنے روز مقرر ہوتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اتنے وظیفہ سے خلیفہء رسول ﷺ نے کتنی دنیا اکٹھی کی ہوگی، کتنی جائیداد بنائی ہوگی، کتنے محل تعمیر کئے ہوں گے، خلافت کا آغاز تو آپ نے دیکھ لیا اب ذرا اس جاں نثار رسول اور جاں نثار اسلام کے عہدِ خلافت کے اختتام کا نقشہ بھی دیکھ لیجئے۔

درۃ النجفیہ (شرح نہج البلاغۃ) ۱:۳۰۸

ان ابا بکر مات ولم یخلف درهما ولا دینارا۔	ابوبکرؓ دنیا سے رخصت ہوئے تو ورثہ میں ایک دینار بلکہ ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔

ہائے کتنے دلیر ہیں وہ لوگ جو یہ بات کہنے میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ یہ شخص حکومت کے لالچ کی وجہ سے اسلام لایا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

Scanned with Cam

مرض وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۲۸ صفر المظفر ۱۱ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اسی مرض کو مرضِ وفات کہا جاتا ہے اس مرض میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی امور میں اپنی نیابت کیلئے اپنے سامنے جس شخص کا انتخاب کیا وہ صدیق اکبر ہی تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مروا ابابکرؓ ان یصلی بالناس ابوبکرؓ کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ مشہور یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ابوبکرؓ صدیق نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اکیس نمازیں پڑھائیں ان میں وہ نمازیں بھی شامل ہیں جن میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوئے جبکہ آپ کو قدرے افاقہ ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ کے بائیں پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور جہاں تک صدیق اکبر قرأت پڑھ چکے ہوتے وہیں سے آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شروع کر دیتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام بن جاتے اور ابوبکرؓ مقتدی اور اس میں وہ نماز بھی شامل ہے جس میں ابوبکرؓ بدستور امام رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ کے صفحہ ۲۳۴:۵ پر یوں بیان کیا ہے:

عن عائشةؓ عنها قالت صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بكر قاعداً فی مرضه الذی مات فيه.	حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اس مرض کے دوران جس میں آپ کا وصال ہوا۔

ایسی ایک روایت اسی مذکورہ کتاب کے مذکورہ صفحہ پر حضرت انس بن مالکؓ سے بھی مروی ہے اور سیرت حلبیہ صفحہ ۳۸۷:۳

ثبت انه صلی اللہ علیہ وسلم صلّی خلف ابی بكر مقتديا به فی مرضه الذی مات فيه ثلاث مرات ولا ينكر هذا الا جاهل	یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ موت میں ابوبکر صدیق کے پیچھے مقتدی ہو کر تین نمازیں پڑھیں اس بات کا انکار صرف

Scanned with Car

لا علم له بالرواية.	جاہل ہی کر سکتا ہے جس کو روایات کا علم نہ ہو۔

ایک اور روایت ملاحظہ ہو درۃ النجفیہ (شرح نہج البلاغۃ) مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۴

ثم اشتد به المرض و كان عند خفة مرضه يصلي بالناس وقد اختلف في صلوٰته بهم فالشيعة تزعم انه لم يصل بهم الا صلوٰة واحدة وهي صلوٰة التي خرج رسول الله ﷺ فيها يتهاد بين عليّ والفضل فقام في المحراب مقامه و تأخر ابو بكر والصحيح عندي وهو الا كثر الا شهر انها لم تكن اخر الصلوٰة في حياته ﷺ بالناس جماعة وان ابا بكرؓ بعد ذٰلك يومين ثم مات.	پھر مرض شدت اختیا کر گیا۔ جب افاقہ ہوتا آپ ﷺ خود نماز پڑھاتے۔ جماعت کے ساتھ آپ ﷺ کی نمازوں میں شیعہ کا اختلاف ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ آپ نے صرف ایک نماز پڑھی یہ وہی نماز تھی جس کے لئے آپ حضرت علیؓ اور فضل کے سہارے گھر سے نکلے اور صدیق اکبرؓ کی جگہ محراب میں کھڑے ہوئے اور ابو بکرؓ پیچھے ہٹ گئے۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور یہی مشہور ہے کہ یہ آپ کی جماعت کیساتھ آخری نماز نہیں تھی اور ابو بکرؓ نے اس کے بعد دو روز نماز کی امامت کی۔ پھر حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

فوائد:۔ اس حقیقت پر سب متفق ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے حکم سے صدیق اکبر نے نمازیں پڑھائیں۔ پھر اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ (۱) نماز دین کا اہم رکن ہے۔ (۲) نبی دین کے معاملہ میں خود نہیں بولتا، بلکہ بحکم خدا بولتا ہے۔ کما قال تعالیٰ وما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحي" يوحىٰ.

لہٰذا صدیق اکبر کو رسول خدا نے بحکم خدا اپنا نائب بنایا اور اپنے سامنے تمام مسلمانوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوا دیکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام صحابہ کرامؓ نے ابو بکرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ جلیل القدر صحابہؓ نے خدا اور رسول کی

Scanned with Car

نافرمانی کر کے عمداً جماعت سے تخلف کیا۔ بھلا جس شخص کو اللہ کا رسول اللہ کے حکم سے مسلمانوں کا امام مقرر کرے اور خود جماعت میں شریک ہو تو کوئی مسلمان اس امام کی امامت سے انکار کر کے مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ حضرت علیؓ نے ان کے پیچھے نماز یں نہیں پڑھیں تو ثبوت پیش کرے جو مسلم فریقین ہو یہ امر فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بحکم خدا صدیق اکبرؓ کو امام مقرر کیا اور خود ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ اب اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے تو اس نے خدا اور رسول ﷺ کی صریح نافرمانی کی اور جس کے پیچھے امام الانبیاء نماز پڑھے اس کے پیچھے کوئی مسلمان نماز پڑھنے سے انکار کرے تو اس کا رسول اللہ ﷺ سے تعلق کیا باقی رہ جاتا ہے اور صاحب درۃ النجفیہ نے صحیح اور مشہور مذہب یہی بتایا ہے کہ وفاتِ رسول خدا تک ابوبکرؓ ہی امام رہے، نہ کسی کو اختلاف ہوا نہ شکوہ اور نہ کسی نے معزول کیا اور نہ کر سکتا تھا۔ بھلا جسے رسول اللہ ﷺ بحکم خدا اپنا امام اور نائب مقرر کرے اسے کون معزول کر سکتا ہے اس کی امامت کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو خدا کو خدا نہ مانے اور رسول کو اس کا رسول تسلیم نہ کرے یہ بات کسی ہوش مند انسان کے تصور میں بھی نہیں آسکتی کہ خدا نے اپنے رسول ﷺ کو اپنا نائب اور امام بنانے کے لئے ایسے شخص کو مقرر کیا جس کے ایمان میں شبہ ہو۔

اسلام میں قیادت کا مظاہرہ اور قیادت کی سند نماز میں امامت ہی تو ہے اسی وجہ سے ایک لاکھ اور کئی ہزار انبیاء نے امام الانبیاء کو اپنا قائد تسلیم کرنے کا مظاہرہ اسطرح کیا کہ شب معراج مسجدِ اقصیٰ میں امام الانبیاء کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس لئے امام الانبیاء نے اپنے سامنے بحکم رب العالمین اپنا نائب اور مسلمانوں کا قائد مقرر کرنے کے لئے صدیق اکبرؓ سے نماز کی امامت کرائی بلکہ خود ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ فضیلت ابوبکرؓ کے لئے اب کسی اور دلیل کی بھی حاجت رہ جاتی ہے۔

پھر یہ ایک مسلمہ عقیدہ ہے کہ امام سب سے زیادہ اعلم اور اتقی ہونا چاہئے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں سب مسلمانوں سے زیادہ عالم بالقرآن اور سب سے زیادہ متقی ابوبکرؓ ہی تھے۔ اسی لئے ان کو امام مقرر کیا گیا۔

Scanned with Car

سیرہ حلبیہ میں ایک روایت یوں آئی ہے:

وقال ﷺ فی مرضہ ذالک یوما لعبداللہ بن زمعة مرالناس فلیصلوا ای صلواة الصبح وکان ابو بکرؓ غائباً فقدم عبداللہ عمرؓ یصلی بالناس فلما سمع رسول اللہ ﷺ صوتہ اخرج راسہ الشریف حتیٰ اطلع للناس من حجرتہ ثم قال ﷺ لا لا لا ثلاثہ مرات لیصلی بالناس ابن ابی قحافہ فانقضت الصفوف وانصرف عمرؓ ای من الصلوٰۃ فما برح القوم حتی طلع ابن ابی قحافہ فتقدم وصلی بالناس الصبح۔	حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس مرض میں ایک روز عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا لوگوں سے کہو کہ نماز پڑھیں یعنی صبح کی نماز اور حضرت ابو بکرؓ موجود نہیں تھے۔ عبداللہ نے حضرت عمرؓ کو آگے کھڑا کر دیا۔ جب رسول کریم ﷺ نے ان کی آواز سنی تو اپنا سر مبارک حجرہ سے باہر نکالا اور تین مرتبہ فرمایا نہیں نہیں نہیں نماز ابن ابی قحافہ پڑھائے۔ چنانچہ صفیں ٹوٹ گئیں حضرت عمرؓ پیچھے ہٹے اتنے میں حضرت صدیق اکبرؓ آ گئے آگے بڑھے اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

ایسا کیوں نہ ہوتا جب اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ ابو بکرؓ نیابت کرے تو اللہ کا رسولؐ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اللہ کے مقرر کردہ آدمی کی جگہ کوئی اور نائب بنے اس لئے عین نماز کی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے تبدیلی کرائی۔

بعد وفات نبی ﷺ جب صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت عام ہوئی تو ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی آواز نہ اٹھائی کہ غدیر اور قرطاس کے موقع پر جب پہلے بیعت ہو چکی ہے تو یہ نئی بیعت کیوں ہو رہی ہے۔ صدیق اکبرؓ کے پاس وہ کون سی طاقت تھی جس سے مرعوب ہو کر تمام صحابہؓ نے معاذ اللہ منشائے رسول ﷺ کے خلاف صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی بات صرف یہی تھی کہ وہ صحابہء کرام مزاج شناسِ رسول ﷺ تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ نمازیں صدیق اکبر نے بحکم خدا اور رسول، حضور ﷺ کی موجودگی میں پڑھائیں اور کوئی دوسرا پڑھانے لگا تو اسکو خود

Scanned with Car

رسول اللہ ﷺ نے ہٹادیا۔ تو اس کے سوا اور کون جانشین رسول ہو سکتا ہے اور حضرت علیؓ تو سب سے بڑھ کر مزاج شناس رسول ﷺ تھے جبھی تو انہوں نے اپنے عہد میں مجمع عام میں ایک خطبہ کے دوران فرمایا:

اللھم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدين قيل فمن هم قال حبيباى وعماى ابوبكرؓ وعمر اماما الهدىٰ ورجلا قريش والمقتدىٰ بهما بعد رسول الله وشيخا الاسلام من اقتدىٰ بهما عصم و من اتبع آثارهما هدى الىٰ صراط مستقيم (شافى شريف مرتضىٰ علم الهدىٰ ۲:۴۲۸)	اے اللہ ہماری اصلاح اس ذریعہ سے فرما جس ذریعے سے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی، پوچھا گیا وہ کون ہیں فرمایا وہ میرے محبوب میرے بزرگ ابوبکر اور عمرؓ ہیں۔ یہ دونوں ہدایت کے امام اور قریش میں سے یہ دونوں کام کے مرد تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ دونوں اتباع کے لائق یہ دونوں اسلام کے بزرگ ہیں جس نے ان کی پیروی کی گمراہی سے بچ گیا جو ان کے نقش قدم پر چلا سیدھی راہ پا گیا۔

علم الھدیٰ نے یہ روایت اپنی کتاب شافی میں امام باقر اور امام جعفر صادق سے بیان کی ہے۔ روایت کی سند یوں درج ہے

وروى جعفر بن محمد عن ابيه ان رجلا جاء الى امير المومنين عليه السلام فقال سمعته يقول فى الخطبة انفا.	امام جعفر اور امام باقر بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی امیر المومنین کے پاس آیا کہ میں نے ابھی ابھی آپ سے خطبہ میں یہ کہتے سنا۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے اس خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

(۱) حضرت علیؓ نے سب سے پہلے شیخین کو خلفائے راشدین کا لقب دیا اور ممبر پر اس کا اعلان کر دیا۔

Scanned with Car

(۲) اپنی اور اپنی جماعت کے لئے اس طرح کی اصلاح کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کی جیسے شیخین کی اصلاح ہوئی۔

(۳) سب سے پہلے حضرت علیؓ نے ان دونوں بزرگوں کو شیخ الاسلام کا لقب دیا یعنی ان کے لئے شیخین کی اصطلاح کے موجد حضرت علیؓ ہیں۔

(۴) حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے شیخین کو اپنا حبیب اور اپنا امام فرمایا جس کو حضرت علیؓ اپنا امام کہیں اس کی امامت سے انکار حضرت علیؓ کی مخالفت ہے۔

(۵) حضرت علیؓ نے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ نبی ﷺ کے بعد مقتدیٰ اور مہتدا یہی حضرات ہیں۔

(۶) حضرت علیؓ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص شیخین کی پیروی کرے گا گمراہی سے بچ جائیگا اور جو شخص ان کی سنت کی اتباع کرے گا سیدھی راہ پائے گا۔

(۷) حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے یہ خطبہ اس وقت دیا جب وہ خود اقتدار کے مالک تھے اس لیے کسی دباؤ کے تحت ایسی بات کہنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا ویسے بھی یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ شیر خدا ہو اور غیر خدا سے دب کر کوئی خلاف حقیقت بات زبان سے نکالے۔

(۸) ان حضراتؓ کو خلیفہ برحق تسلیم نہ کرنا یا ان کو غاصب کہنا حضرت علیؓ کی صریح مخالفت ہے۔

(۹) حضرت علیؓ نے شیخین کو مقتدیٰ فرمایا۔ اقتدا اور اطاعت میں فرق ہے اطاعت کا تعلق حکم ماننے تک ہے اور اقتدا دینی امور میں ہوتی ہے اور ہر حرکت وسکون میں پیروی ہوتی ہے اس لئے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو مقتدی کہتے ہیں کہ وہ تمام حرکات وسکنات میں امام کی پیروی کرتا ہے اسی لئے حضرت علیؓ نے ان کو مطاع نہیں فرمایا، بلکہ مقتدیٰ فرمایا۔

Scanned with Car

(۱۰) حضرت علیؑ نے جو کچھ فرمایا اپنے عمل سے خود بھی ایسا کر کے دکھاتے رہے جیسا کہ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ۲:۲۲۴ پر ہے۔

وكان على عليه السلام يصلى فى المسجد الصلواة الخمس فلما صلى قال ابو بكرؓ وعمرؓ كيف بنت رسول الله ﷺ	حضرت علیؑ پانچوں وقت نماز مسجد میں پڑھتے تھے۔ ایک روز جب نماز پڑھ چکے تو شیخین نے حضرت فاطمہؑ کی بیماری کے متعلق دریافت کیا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد شیخین نے حضرت علیؑ سے حضرت فاطمۃ الزہراءؑ کی صحت کے متعلق دریافت کیا، یعنی حضرت علیؑ باقاعدگی سے پانچ وقت کی نماز باجماعت حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء میں مسجد نبوی ﷺ میں پڑھا کرتے تھے۔

اس روایت میں بیان کرنے والا سلیم ہے جو پانچوں اماموں کا شاگرد ہے حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، حضرت زین العابدینؑ اور امام باقرؑ (اسی کتاب کا صفحہ ۴۰)

مشاہدہ:۔ میں نے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر علوم باطنیہ کی طرف توجہ کی۔ منازل سلوک طے کرتے ہوئے جب دربار نبوی تک رسائی ہوئی تو ارادہ کیا کہ اب بقیہ عمر تخلیہ میں بیٹھ کر یاد الٰہی کروں گا۔ ایک روز سحر کے وقت اپنے معمول میں دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو اچانک حضور اکرم ﷺ کی طرف سے یہ القائے روحانی میرے قلب پر شروع ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کا مکان پتھروں اور اینٹوں سے تیار نہیں ہوا اس میں میرے صحابہؓ کی ہڈیاں لگائی گئیں۔ پانی کی جگہ میرے صحابہ کا خون لگایا گیا اور گارے کی جگہ میرے صحابہؓ کا گوشت لگایا گیا۔ اب لوگ اس مکان کو گرانے پر لگے ہوئے ہیں۔ میرے صحابہؓ کی توہین کی جارہی ہے۔ اور جو شخص اس کے انسداد کی قدرت رکھتے ہوئے خاموشی سے بیٹھا رہے کل قیامت میں خدا کے سامنے کیا جواب دے گا۔ ایک صوفی عارف عالم کو ہمیشہ خدا پر بھروسہ اور توکل چاہیے۔ جب تک خدا تعالیٰ نے اس کے وجود سے کام لینا ہے اس کو محفوظ رکھے گا۔ جب اس کی ڈیوٹی پوری ہوگی اس کو بلالے گا''۔

Scanned with Car

یہ واقعہ تقسیم ملک کے بعد پیش آیا۔ اس وقت سے میں نے اپنی استعداد کے مطابق دینی خدمت کا کام شروع کردیا۔ وما توفیقی الا باللہ.

حضرت علیؓ کے دل میں شیخین کی جو عزت اور قدر ہے وہ ان کے مذکورہ خطبہ سے صاف ظاہر ہے۔ ایک اور روایت سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

روی ابو جحیفه و محمد بن علی و عبد خیر، وسوید بن غفله و ابو حکیم و غیرهم وقد قیل اربعة عشر رجلا ان علیاً قال فی خطبته خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکرؓ و عمر وفی بعض الاخبار انه خطب بذالک بعد انهی الیه ان رجلا تناول ابا بکرؓ و عمرؓ بالشتمة فدعا به وتقدم بعقوبته بعد ان شهدوا علیه بذالک. شافی ۲:۴۲۸	ابو جحیفہ وغیرہ اور کہا گیا ہے۔ ۱۴ آدمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے خطبہء عام میں فرمایا کہ نبی ﷺ کے بعد اس امت کے افضل ترین آدمی ابو بکر اور عمر ہیں۔ بعض اخبار میں ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ خطبہ اس وقت دیا جب انہیں اطلاع ملی کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہا۔ پھر حضرت علیؓ نے اس آدمی کو طلب کیا اور شہادتیں لے کر اس کو سزا دی۔

اور اسی شافی میں ۱:۱۷۱ پر ہے۔

خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکرؓ و عمرؓ وفی بعض الاخبار ولو اشاء ان اسمی الثالث لفعلت.	حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے بعد اس امت کے بہترین آدمی ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں اگر میں چاہوں تو تیسرے آدمی کا نام بھی لے سکتا ہوں۔

یہ روایت حضرت علیؓ سے متواتر ہے۔ ان کے نزدیک اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ شیخین کو برا بھلا کہنا حضرت علیؓ کے نزدیک جرم قابل سزا ہے جیسا کہ آپ نے عمل سے کر دکھایا۔

اس کے بعد بھی صحابہؓ کے متعلق رُحماء بینهم کے اعلان خداوندی میں کسی کو شک باقی رہ

Scanned with Car

جاتا ہے تو یہ ایک لاعلاج مرض ہے۔

اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الأخرہ اللھم یا مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک۔

بزبان حق ترجمان آئمہ کرام علیہم الرضوان

جن حضرات کی حق شناسی، حق پرستی اور للٰہیت کی شہادت رب العالمین خود دے اور زبان رسالت سے اس اجمال کی تفصیل بھی سنادی جائے تو مزید کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر یہ واضح کرنے کے لئے کہ اہل بیت نبوی ﷺ کے دلوں میں ان مقبولان بارگاہ الٰہی کے متعلق کس قدر عقیدت تھی، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ کرامؒ کے ارشادات کا ذکر کردیا جائے اور ان حضرات کی مستند کتابوں سے اقتباس پیش کئے جائیں جن کے نزدیک آئمہ کرامؒ کا ارشاد قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۔ احتجاج طبرسی میں یحیٰ بن اکثم کی روایت موجود ہے کہ امام باقرؒ سے سوال کیا:

انہ نزل جبرائیل علی رسول اللہ ﷺ وقال یا محمد ان اللہ عز وجل یقرئک السلام ویقول لک سل ابا بکرؓ هل هو راض عنی فانی عنه راض لقال ابو جعفر لست بمنکر فضل ابی بکرؓ.	حضرت جبرائیل رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ سے دریافت کریں کہ کیا وہ ہم سے راضی ہے میں تو اس پر راضی ہوں۔ پس امام باقرؒ نے فرمایا کہ میں ابوبکرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔
وقال یحییٰ روی ان السکینة تنطق علی لسان عمرؓ فقال ابی جعفر لست بمنکر فضل عمرؓ ولکن ابا بکرؓ افضل من عمرؓ(احتجاج طبرسی صفحہ ۲۳۹)	یحییٰ کہتا ہے کہ امام صاحب سے یہ بیان کیا گیا کہ سکینہ حضرت فاروقؓ کی زبان پر بولتی ہے تو امام باقرؒ نے فرمایا کہ میں عمرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں، ہاں ابوبکر صدیقؓ ان سے افضل ہیں۔

Scanned with Car

۲۔ تفسیر قمی میں زیر آیت غار یہ روایت درج ہے:

فانه حدثني ابي عن بعض رجاله رفعه الى ابي عبدالله قال لما كان رسول الله ﷺ في الغار قال لابي بكرؓ كاني انظر الى الانصار مختبين في افنيتهم فقال ابو بكرؓ تراهم يا رسول الله ﷺ قال نعم قال فارفيهم فمسح على عينيه فراهم فقال رسول الله ﷺ انت الصديق. (تفسير قمي مطبوعه طهران ۴:۱۵۷)	جب رسول کریم ﷺ غار میں تھے تو آپ نے ابو بکرؓ سے فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے اور انصار کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے صحنوں میں خوشیاں منا رہے ہیں۔ تو ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں، صدیقؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ مجھے بھی دکھایئے۔ حضور ﷺ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ دیکھنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا تو صدیقؓ ہے۔

جو شخص بزعم خویش محبان اہل بیت کے نزدیک سب سے زیادہ مطعون ہے اسی کے متعلق ائمہ اہل بیت شہادت دے رہے ہیں کہ بارگاہ رسالت سے اسے صدیقؓ کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا ہے نبی ﷺ صدیق کا خطاب دیں اور اہل بیت اس کی شہادت دیں مگر محبان اہل بیت اس پر طعن کریں تو اسے کیا کہیے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ کو علی مرتضیٰؓ پر فضیلت حاصل ہے۔ وہ یوں کہ غزوہء خیبر میں حضرت علیؓ کو ایک جسمانی وصف شجاعت کی وجہ سے نبی کریمؐ نے حیدر کرار کے لقب سے نوازا اور رفیق خاص ابو بکرؓ کو ایک روحانی وصف کمال صدق و دیانت کی وجہ سے صدیق کے لقب سے سرفراز فرمایا اور آیت قرآنی کی رو سے نبی کے بعد سب سے افضل مقام صدیق کا ہے۔

غزوہء خیبر میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی دکھتی ہوئی آنکھوں پر دست مبارک پھیرا تو

Scanned with Car

آشوب چشم دور ہوا اور بصارت درست ہو گئی اور غار میں صدیق اکبرؓ کی مادی آنکھوں پر دست مبارک پھیرا اور روشن ضمیر بنا دیا، بصارت اور بصیرت میں جو فرق ہے وہی فرق حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی شان میں ہے۔ مگر دل کا اندھا اس فرق کو کیونکر سمجھے۔

قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا:

ماسبقکم ابو بکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن بشیء وقر فی قلبہ (مجالس المومنین مجلس سوم صفحہ ۸۹)	ابو بکر کو نماز روزہ کی وجہ سے تم پر فضیلت حاصل نہیں بلکہ ایک چیز ہے جو اس کے قلب میں مرکوز کر دی ہے

یہ وہی بصیرت ہے جس کا ذکر تفسیر قمی کی روایت میں کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ابو بکر صدیقؓ بن گئے اور امت میں سب سے افضل ٹھہرے۔

۳۔ تفسیر امام حسن عسکری سے ایک طویل بیان کے کچھ اقتباسات درج کئے جاتے ہیں

ان اللہ اوحی الیہ یا محمد ان العلی الا علیٰ یقرأ علیک السلام ویقول لک ان ابا جھل والملاء من قریش قد دبروا علیک یریدون قتلک ..... وامرک ان تستصحب ابابکرؓ فانہ ان انسک وساعدک ووازرک وثبت علی ما یعاھدک ویعاقد کان فی الجنۃ من رفقائک وفی عرفاتھا من خلصائک ... ثم قال رسول اللہ ﷺ لابی بکرؓ ارضیت ان تکون معی یا ابا بکر تطلب کما اطلب وتعرف بانک انت الذی	حضرت جبرئیلؑ بحکم خدا نبی کریم ﷺ پر وحی لائے کہ اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ ابو جہل اور قریش کی جماعت آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کر چکی ہے لہذا آپ کو چاہئے کہ ابو بکرؓ کو اپنا رفیق سفر بنائیں اگر وہ آپ کی موانست کریں گے اور عہد پر قائم رہیں گے تو جنت میں بلکہ اعلیٰ طبقہ علیین میں آپ کے رفیق ہوں گے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم میرے ساتھ ہی رہو اور میری طرح کفار قریش تیرے قتل کے

Scanned with Car

تحملني على ما ادعيه فتحمل عني انواع العذاب قال ابو بكر يا رسول الله اما انا لو عشت عمر الدنيا اعذب في جميعها اشد عذاب لا ينزل علي موت مريح ولا فرج مينح وكان ذلك في محبتك لكان ذالك احب اليّ من ان اتنعم فيها وانا مالك لجميع ممالك ملوكها في مخالفتك وهل انا ومالي وولدي واهلي الا فدائك فقال رسول الله ﷺ لا جرم ان اطلع على الله على قلبك ووجدما فيه موافقا لما جرىٰ علىٰ لسانك جعلك مني بمنزلة السمع والبصر والرأس بمنزلة الروح من البدن. (تفسير امام حسن عسكری مطبوعه جعفری صفحه ۱۸۹)	در پے بھی ہوں اور یہ بھی مشہور ہو جائے کہ تم ہی نے مجھے دعوئی نبوت پر آمادہ کیا ہے اور میری رفاقت کے سبب تم طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہو، ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں وہ ہوں کہ آپ کی محبت میں مجھے سخت ترین مصائب اور بلیات میں مبتلا کیا جائے، نہ موت آئے نہ رہائی کی کوئی صورت پیدا ہو تب بھی مجھے حضور ﷺ کی معیت زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ آپ کو چھوڑ کر میں دنیا میں خوشحال رہوں اور سلاطین عالم کی حکومتوں کا مالک بن جاؤں میری جان و مال اور اہل و عیال آپ پر فدا ہوں، یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تیری زبان وقلب کو موافق پایا تو یقیناً تمہیں میرے ساتھ وہ تعلق ہوگا جو کان آنکھ اور سر کو جسم سے ہے اور میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو روح کو بدن سے ہے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے حضور ﷺ سے جو عہد کیا تھا وہ عمل سے پورا کر دکھایا اور وفا کا صرف حق ہی ادا نہیں کیا بلکہ وفا کی مثال قائم کر دی اور حضور ﷺ کی محبت میں گھر بار جان و مال اور اہل وعیال سب کچھ قربان کر دیا۔

یہاں یہ واضح کر دینا مناسب ہوگا ملا باقر مجلسی نے ان روایات کے ترجمہ کرنے میں

Scanned with Cam

ناانصافی کی انتہا کر دی ہے مگر پھر بھی یہ الفاظ ان کے قلم سے نکل ہی گئے۔

ترا امر کردہ است کہ ابوبکر راہ ہمراہ خود ببری

کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابوبکرؓ کو اپنا رفیق سفر بنایئے۔(حیاۃ القلوب ۲:۳۱۰)

علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی مقبول تفسیر "خلاصۃ المنہج" میں لکھتے ہیں کہ:

"پس پیغمبر شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المومنین علی را در جائے خود بخوابانید و برفاقت ابوبکرؓ بیروں آمدہ در ہماں شب بداں غار متوجہ شد"۔

جب شیخ عبدالجلیل قزوینی شیعہ عالم کے ایک ہمعصر سنی عالم نے ان پر اعتراض کیا کہ ابوبکرؓ کی رفاقت کی وجہ جو تم لوگ بیان کرتے ہو وہ تو بالکل بے تکی معلوم ہوتی ہے تو شیخ عبدالجلیل نے جو جواب دیا قاضی نور اللہ شوستری نے یوں بیان کیا ہے:

"جناب شیخ در جواب نوشتہ کہ ایں کلمات نہ مذہب علمائے شیعہ است بلکہ عوام کا اوباش بطریق استہزاء گویند اگر رسول ﷺ شب غار از ابوبکر ترسید واز عمر وعثمان ہم می ترسید پس بایستے کہ ہر سہ را با خود بردے پس چنانکہ پیغمبر ﷺ پنہانے دیگراں می رفت پنہانے ابوبکر نیز می رفت وہمہ حال رفتن وبردن ابوبکر بے حکم خدا نباشد"

ائمہ کرام کے ارشادات اور مجتہدین شیعہ کے اقرار کے بعد اب اس حقیقت کے انکار کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہجرت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صدیق اکبرؓ کی رفاقت ومعیت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے طور پر عمل میں آئی مگر یہ رفاقت نہ عارضی تھی نہ وقتی بلکہ ہر حال میں قائم رہی اور ابدی تھی۔

قریش نے تین سال تک حضور اکرم ﷺ سے بائیکاٹ کئے رکھا اور آپ شعب ابی طالب میں محصور رہے ان ایام مصیبت میں بھی صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔اس ابتلا کے خاتمے پر ابوطالب کے جو اشعار نقل کئے گئے ہیں ان سے یہ حقیقت واضح ہے۔

Scanned with Car

قضوا ما قضوا في ليلهم ثم صبحوا على مهل وسائر الناس رقدوا وهم رجعوا سهل بن بيضاء راضيا. وسر ابو بكرؓ بها و محمد (ناسخ التواريخ ۲:۱۲۲)	انہوں نے رات کو جو فیصلہ کیا سو کیا پھر صبح ہوئی اور تمام آدمی ابھی سو رہے تھے انہوں نے سہل بن بیضا کو راضی کر کے لوٹایا اور اس سے ابو بکرؓ اور محمد رسول اللہ ﷺ راضی ہوئے۔

غزوہ بدر میں صدیق اکبرؓ حضور اکرم ﷺ کے رفیق ہی نہیں تھے مشیر بھی تھے۔

ابو بکر زد نبی داشت جا — بگفت اے بحق خلق را رہنما

در آمد جنگی سپاہ ضلال — چہ فرمائی اکنوں برائے قتال

(حملہ حیدری ۱:۸۳)

اسی کتاب میں عروہ سے مکالمہ کے سلسلے میں صدیق اکبرؓ کے جوش حمیت اور محبت رسول ﷺ کا اظہار کیا گیا ہے اس کا عنوان ہے "آمدن عروہ بخدمت خیر البشر و استفسار نمودن از مکنون خاطر اظہر و معارضہ نمودن ابو بکر صدیقؓ"۔

عروہ کی بات سن کر ابو بکرؓ کی کیفیت کا اظہار یوں کیا گیا ہے۔

ع — بر آشفت صدیق ازاں گفتگو

اس برآشفتگی پر عروہ کا ردعمل یہ بیان ہوا ہے۔

پرسید کیں مرد پر شور کیست — کدام است او را نسب نام چیست

جواب ملا: چنیں گفت با عروہ آنمردیں — کہ باشد ابو بکر صدیق ایں۔

(حملہ حیدری ۲:۲۱۱)

پھر حدیبیہ میں صدیق اکبرؓ کا حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہونا صاحب حملہ حیدری نے یوں بیان کیا ہے۔

عنوان "مناظرہ حضرت فاروق با حضرت صدیقؓ" ایک شعر ہے۔

Scanned with Cam

از دہم بدانگونہ پاسخ شنید　　　　که سابق ز صدیق شنیدہ بود

(حملہ حیدری ۱: ۲۲۲)

ان روایات میں اس امر کا کھلا اقرار ہے کہ ہجرت کے علاوہ غزوات میں مصائب و بلیات میں اہم معاملات میں صدیق اکبرؓ کو حضور اکرم ﷺ کی معیت اور رفاقت حاصل رہی اور اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی حضور ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی اور بعث بعد الموت بھی رفاقت اور معیت نصیب ہو گی۔

متذکرہ بالا روایات اور حملہ حیدری میں دوسرے متعدد مقامات پر شیخین کا ذکر صدیق اور فاروق کے الفاظ سے کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ان حضرات کو ان ہی القاب سے پکارا جاتا تھا، اخیار کے زمانہ میں بھی یہی معمول رہا اور خود متقدمین شیعہ علماء کے ہاں بھی یہی عمل رہا۔ بعد والوں نے جب اپنے مذہب کو مسخ کیا تو یہ القاب بھی اپنے لٹریچر سے غائب کر دئے۔

۴۔　　صدیق اکبرؓ کی فضیلت کے متعلق شیعہ کی تفسیر مجمع البیان میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔

قال تعالیٰ والذی جاء بالصدق وصدق به واولئک هم المتقون قیل والذی جاء بالصدق رسول الله ﷺ وصدق به ابو بکرؓ.

آئمہ اہل بیت نے شیخین کی فضیلت ہی بیان نہیں فرمائی بلکہ ان کے عمل کو دین میں حجت کا مقام دیا ہے اور ان لوگوں کو گمراہ قرار دیا ہے جو شیخین کے مقام نہیں پہچانتے یا ان پر طعن کرتے ہیں۔

۵۔　　''کشف الغمہ'' شیعہ کے ہاں نہایت معتبر اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے مولوی حامد حسین لکھنوی اپنی کتاب استقصا الافہام میں کشف الغمہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''آنچہ در کشف الغمہ'' مذکور است آنرا اہل الحق مقبول میسازند و بر انکار آں نمی پردازند''

Scanned with Car

اس کتاب میں ایک روایت مذکور ہے:

عبدالله الجعفي عن عروه بن عبدالله قال سألت ابا جعفر محمد بن علي عن حلية السيف فقال لا باس به قد حلى ابو بكرؓ الصديقؓ عنه قبضة سيفه قال قلت اتقول الصديق؟ قال فوثبا الامام وثبة واستقبل القبلة ثم قال نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله له قولاً في الدنيا والأخرة.	کہتا ہے کہ میں نے امام باقر سے سوال کیا کہ تلوار کا قبضہ چاندی کا بنوانا جائز ہے کیا؟ فرمایا کہ ہاں اس لئے کہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار پر چاندی کا قبضہ لگوایا تھا، راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اے امام! آپ بھی ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور قبلہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے اور جو شخص اسے صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق دنیا اور آخرت میں نہ کرے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۸۵)

اس روایت سے کئی امور واضح ہو گئے۔

۱۔ امام باقرؒ نے جائز و ناجائز سے متعلق ایک دینی مسئلہ میں صدیق اکبرؓ کے فعل کو حجت اور دلیل قرار دیا۔

۲۔ نادان لوگوں نے غلط عقائد خود گھڑ لیے اور اپنے آپ پر قیاس کر کے آئمہ اہل بیت کو ایسا ہی سمجھا گیا۔

۳۔ جب آئمہ کی طرف سے ان کے من گھڑت عقائد کے خلاف شیدائیان رسول ﷺ کی عظمت کا اظہار ہوا تو اپنی اصلاح کرنے کی بجائے آئمہ کی بات پر تعجب ہونے لگا۔

۴۔ آئمہ اہل بیت نے جب دیکھا کہ کوئی شخص صدیق اکبرؓ جیسے عظیم صحابی کی عظمت میں کوئی کمی کرتا ہے تو اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے۔

۵۔ امام نے صدیق اکبرؓ کی عظمت کا اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ اعلان کیا اور تکرار سے

Scanned with Car

اعلان کیا۔

۶۔ صدیق اکبرؓ کی شان میں کمی کرنے والے کے لئے بددعا کی کہ اس کی دنیا اور آخرت برباد ہو، گویا ایسے شخص کی دنیا اور آخرت کی تباہی کی اطلاع دے دی۔

۷۔ اہل بیت کو ہادی اور رہبر سمجھنے والوں کے لئے درس عبرت ہے۔

۶۔ عن جابر قال قال لی محمد بن علی یا جابر بلغنی ان قوما بالعراق یزعمون انهم یحبوننا ویتنا ولون ابابکرؓ وعمرؓ عنهما و یزعمون انی امرتهم بذلک فابلغهم انی الی الله منهم بری والذی نفس محمد بیده لو ولیت لتقربت الی الله تعالیٰ بدمائهم لانا لتنی شفاعة محمد ان لم اکن استغفر لهما واترحم علیهما ان اعداء الله لغافلون عنهما. (حلیة صفحه ۳:۱۸۵)	جابر کا بیان ہے کہ مجھے امام باقر زین العابدین نے کہا کہ اے جابر مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے ان کا گمان ہے کہ وہ ہمیں دوست رکھتے ہیں اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو برا بھلا کہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں (شیخین کو) برا بھلا کہنے کو کہا ہے انہیں میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں ان سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں ان سے بری ہوں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں اور قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں والی بنایا جاتا تو ان کے قتل کرنے سے اللہ کا تقرب حاصل کرتا، مجھے نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں (شیخین) کیلئے استغفار نہ کروں یقیناً یہ اللہ کے دشمن شیخین کی شان سے غافل ہیں۔
۷. عن جابر الجعفی قال قال لی ابو جعفر محمد بن علی لما ودعته ابلغ اهل الکوفة انی	جابر جعفی کہتا ہے کہ جب میں امام باقرؒ سے الوداع کہہ کے کوفہ آنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اہل کوفہ کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو

Scanned with Car

بـری مـمـن تبـری من ابـی بکـرؓ وعـمـرؓ عنهما وارضاهما. (حلية صفحه ۱۸۵)	ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ سے بیزار ہے۔
۸. عـن ابـی جـعفر محمد بـن علی قال من لم یعرف فضل ابی بکـرؓ و عـمـرؓ فـقـد جهل السنة (حلية ۱۸۵)	امام باقر نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکر صدیق اور عمر فاروقؓ کی فضیلت کو نہیں پہچانتا وہ سنت رسول ﷺ سے جاہل ہے۔
۹. عـن ابـی سـلـیـمان قال سـالـت ابـا جعفر محمد بن علی عـن قـولـه تـعـالیٰ انما ولیکم الله ورسـولـه والـذین اٰمـنـوا الـذین یـقـیـمـون الصلوٰة ویوتون الزکوٰة وهـم راکـعـون قـال اصـحـاب مـحـمـد ﷺ قـلـت یقولون هو عـلـیؓ قـال عـلـیؓ منهم. (حلية ۱۸۵)	ابوسلیمان کہتا ہے میں نے امام محمد باقر سے آیت انـمـا ولـیـکـم الله.......الخ کی تفسیر پوچھی تو امام نے فرمایا کہ اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں میں نے کہا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ اس سے حضرت علیؓ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا کہ علی ان مومنوں میں داخل ہیں۔

متذکرہ بالا چار روایات سے چند امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ امام باقرؒ نے ان لوگوں کو خدا کا دشمن قرار دیا جو فضیلت شیخین کے منکر ہیں۔

۲۔ امام باقرؒ نے ان لوگوں کے اس دعوی کی تردید کی کہ امام باقر شیخینؓ سے برأت کا حکم دیتے ہیں۔

۳۔ امام باقرؒ نے منکرین فضیلت شیخینؓ کے مرکز کوفہ میں اہتمام سے پیغام بھیجا کہ میں

Scanned with Car

ان لوگوں سے بیزار ہوں جو شیخینؓ کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں۔

۴۔ امام باقرؒ نے وضاحت فرمادی کہ جو شیخین کی فضیلت کا منکر ہے وہ دراصل سنت رسول ﷺ کا منکر ہے۔

۵۔ امام نے آیت قرآنی کی تفسیر کے سلسلے میں شیعہ کی غلط تعبیر اور غلط تاویل کی اصلاح فرمادی اور واضح فرمادیا کہ ولیکم اللہ سے مراد صرف حضرت علیؓ نہیں بلکہ صحابہؓ کی جماعت ہے جس میں سرفہرست شیخینؓ کا نام آتا ہے۔

۱۰. عن فرات بن السائب قال سالت میمون بن مهران قلت عليّ افضل عندک ام ابوبکر وعمرؓ فارتعد حتی سقطت عصاه من يده ثم قال ما كنت اظن ان ابقى الى زمان يعدل بينهما ذرهما كانا راسی الاسلام وراسی الجماعة فقلت فابوبکر كان اول اسلاما او عليّ قال والله لقد امن ابوبكر بالنبی ﷺ زمن بحيره الراهب حين مربه (حلية ۴: ۹۳)	فرات بن سائب کہتے ہیں میں نے میمون بن مہران سے سوال کیا اور کہا کہ آپ کے نزدیک حضرت علیؓ افضل ہیں یا ابوبکرؓ اور عمرؓ آپ کانپ اٹھے اور آپ کے ہاتھ سے لاٹھی گر پڑی پھر فرمایا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس میں ابوبکر وعمرؓ کے ساتھ کسی کو برابر سمجھا جائے گا۔ ان دونوں کی کیا پوچھتے ہو یہ دونوں اسلام کے اور جماعت کے سردار تھے پھر میں نے پوچھا کیا ابوبکرؓ پہلے اسلام لائے تھے یا حضرت علیؓ۔

فرمایا کہ اللہ کی قسم ابوبکرؓ تو بحیرہ راہب کے زمانے میں ایمان لائے تھے جب ان کا گزر اس کے پاس ہوا'

حملہ حیدری جلد اول میں اس روایت کی تصدیق کی گئی ہے، ہاں وہاں بحیرہ کو راہب کی بجائے کاہن کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے، پورا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

Scanned with Car

11. عن علی بن الحسین قال اتانی نفر من اهل العراق فقالوا فی ابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فلما فرغوا قال لهم علی بن الحسین الا تخبرونی انتم المهاجرون الاولون الذی اخرجوا من دیارهم واموالهم یبتغون فضلا من الله ورضوانا وینصرون الله ورسوله اولئک هم الصادقون.	امام زین العابدین سے روایت ہے کہ میرے پاس عراق کی ایک شیعہ جماعت آئی اور اصحاب ثلاثہ کے حق میں ناروا الفاظ کہے، جب کہہ چکے تو امام زین العابدینؒ نے ان سے کہا کیا تم مہاجرین اولین سے ہو جن کے اوصاف قرآن نے یہ بیان کئے ہیں۔
قالو، لا. قلا فانتم الذین تبؤو الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون. قالو، لا. قال اما انتم فقد تبرأتم ان تکونوا من احد هذین الفریقین ثم قال اشهد انکم لستم من الذین قال الله عز و جل والذین جاءوا من بعد هم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک غفور رحیم... اخرجو افعل الله بکم. (حلیة ۳:۱۳۷)	جواب میں عراقیوں نے کہا کہ ہم ان مہاجرین میں سے تو نہیں ہیں۔ امام نے کہا تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جنکے متعلق قرآن نے یہ فرمایا۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان انصار میں سے بھی نہیں ہیں۔ پھر امام نے فرمایا کہ تم نے اقرار کرلیا ہے کہ تم ان دو جماعتوں یعنی مہاجرین اور انصار سے تعلق نہیں رکھتے ہو پھر فرمایا کہ میں سنا دیتا ہوں کہ تم بعد میں آنے والے مسلمانوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے متعلق قرآن نے یہ فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔ اسلئے میرے پاس سے نکل جاؤ، خدا تمہیں غارت کرے۔

Scanned with Car

امام زین العابدین نے قرآن مجید کی تین آیتیں پیش کر کے عراقی شیعہ جماعت پر واضح کر دیا۔ مسلمانوں کی صرف تین ہی جماعتیں ہو سکتیں ہیں۔ اول مہاجرین، جنہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت میں اپنا وطن چھوڑا، دوم انصار جنہوں نے ان بے وطن مہاجرین کو اپنے ہاں یوں بسایا جیسے گھر کے افراد ہیں۔ سوم۔ بعد میں آنے والے جنہوں نے مہاجرین اور انصار کا اتباع کیا ان کے نقوش قدم پر چلے۔ اور مہاجرین و انصار کے حق میں دعا کریں اور دلوں میں ان کے متعلق کوئی میل اور کھوٹ نہ رکھیں۔

اب جو شخص اہل بیت سے محبت یا اتباع کے تعلق کا مدعی ہو اسے اپنے متعلق سوچ لینا چاہئے کہ ان تین جماعتوں میں کہیں اس کا مقام ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو لازماً وہ امام کے ارشاد کے مطابق اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جسے امام نے اپنی مجلس سے دھتکار کر نکال دیا۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

Scanned with Car

باب نہم

آیت غار

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا.

"اگر تم نے رسول ﷺ کی امداد نہیں کی تو کیا اللہ تعالیٰ خود اس کی امداد کر چکا ہے جب کفار نے انہیں گھر سے نکالا تھا تو وہ دو میں سے دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے جب رسول اللہ ﷺ اپنے دوست کو فرما رہے تھے کہ غم مت کر محقق بات ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس پر سکینہ نازل فرمائی اور اس کی امداد ایسے لشکر سے فرمائی جسے تم نہیں دیکھ رہے تھے۔"

نصرت الٰہی کی حیثیت اور صورت:۔ نبی کریم ﷺ کی ایک دعا قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے وھو ھذا:

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

"خدایا مجھے اچھے طریقے سے داخل کریں اور اچھے طریقے سے نکالیں اور اپنی طرف سے مجھے غالب مددگار عنایت فرمادیں"

یعنی رسول کریم ﷺ نے اپنے رب سے سلطاناً نصیراً کی درخواست کی تھی جس کے ساتھ من لدنک کا وصف بڑھا دیا کہ مددگار غالب بھی ہو اور تیرا مقرر کردہ ہو۔

آیت غار میں جس مددگار کا ذکر ہے اس کی حیثیت تو معلوم ہوگئی کہ غالب بھی تھا اور رب

Scanned with Cam

العالمین نے اپنی طرف سے مقرر فرمایا تھا مگر وہ کون تھا؟؟

شیعہ تفسیر مجمع البیان ابوعلی طبرسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

انه کان هو و ابو بکر اذهما فی الغار ولیس معهما ثالث ای هو احد اثنین ومعناه فقد نصره الله منفرداً من کل شیء الا من ابی بکر.	مراد یہ ہے کہ ایک تو رسول اللہ ﷺ تھے دوسرے ابوبکر تھے جب وہ دونوں غار میں تھے تیسرا کوئی نہیں تھا۔ معنی یہ ہے کہ اللہ نے رسول کریم ﷺ کی امداد کی ہر شے سے منفرداً سوائے ابوبکر صدیق کے۔

معلوم ہوا کہ جس سلطانا نصیرا کی رسول اللہ ﷺ نے دعا کی وہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے لئے منتخب فرمایا۔

آیت کے الفاظ سے ایک اور حقیقت بھی واضح ہوتی ہے یعنی اذ اخرجه' کی ضمیر سے ثانی اثنین حال واقع ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت محمد رسول اللہ ﷺ غار کی طرف روانہ ہوئے تو ابوبکرؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ یعنی گھر سے نکلتے وقت وہ ثانی اثنین تھے۔

شیعہ مفسر علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"پس پیغمبر شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المومنین علی را در جائے خود بخوابانید وخود از خانہء ابوبکرو برفاقت ابوبکر بیرون آمدہ در ہماں شب بداں غار متوجہ شد"

اور شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حیات القلوب ۲:۳۱۰ پر لکھا ہے: "ترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری"۔

یعنی رسول کریم ﷺ کو جبرئیلؑ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو ہمراہ لے کر چلیں۔

بات تو صاف ہے کہ رسول کریم ﷺ کو بذریعہ وحی حکم ہوا کہ ابوبکر صدیق کو ساتھ لے یعنی ابوبکر بحکم الٰہی اس مہم میں حضور اکرم ﷺ کی مدد کیلئے منتخب ہوئے اور حضور ﷺ نے دعا

Scanned with Car

کی تھی سلطانا نصیرا کی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ابو بکرؓ سلطانا نصیرا قرار پائے، مگر یہاں ملا باقر مجلسی کے ایک بیان سے بات کچھ پیچیدہ ہوگئی ہے۔ ملا صاحب اسی کتاب کے ۱:۵۷ اپر لکھتے ہیں کہ "ابو بکر و عمر مسلمان ہیں فاسق ہیں"۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری خدائی میں اپنے آخری نبی ﷺ کی مدد کے لئے ایک فاسق ہی ملا تھا؟ اور نبی آخر الزمان نے ۱۳ برس کی مسلسل جدو جہد سے ایک مسلمان بھی ایسا تیار نہیں کیا تھا جس پر اس آڑے وقت میں اللہ تعالیٰ کی نگہ انتخاب پڑتی؟

کاش کوئی دانشور اس معمہ کو حل کردے۔

ایک اور شیعہ عالم علامہ باذل ایرانی نے اپنی مایہ ناز کتاب حملہ حیدری طبع ۱۲۰۹ھ مطبع اعجاز حیدری میں لکھا ہے۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں!   چو سالم بحفظ جہاں آفرین
ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت   بسوئے سرائے ابو بکر رفت
پے ہجرت او نیز آمادہ بود   کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چوں رسید   بگوشش ندائے سفر در کشید
چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد!   ز خانہ بروں رفت و ہمراہ شد
گرفتند پس راہ یثرب بہ پیش   نبی کند نعلین از پائے خویش
بسر پنجہ آں راہ رفتن گرفت!   پے خود ز دشمن نہفتن گرفت!
چوں رفتند چندے ز دامانِ دشت!   قدوم فلک ساں مجروح گشت
ابو بکر آنگہ بدوشش گرفت!   ولی زیں حدیث است جائے شگفت
کہ در کس چناں قوت آید پدید   کہ بار نبوت تو اند کشید!
برفتند القصہ چندے دگر!   چو گردید پیدا نشانِ سحر!
بجستند جائے کہ باشد پناہ!   ز چشم کساں دور یکسو ز راہ

Scanned with Car

بدیدند غارے دراں تیرہ شب
کہ خوانند عرب غار ثورش لقب

گرفتند در جوف آں غار جا!
ولی پیش بنہاد بوبکر پائے

بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید!
قبا را بدرید و آں رخنہ چید

بدیں گونہ تا شد تمام آں قبا
یک رخنہ نگذشت باند از قضا

براں رخنہ کوبند آں یار غار
کف پائے خود را نمود استوار

نیاید جز او شگرف از کسے
کہ دور از خردی نماید بسے

بغار اندرون در شب تیرہ فام
چساں دید سوراخ ہا را تمام

دراں تیرہ شب یک بہ یک چوں شمرد
یکے کامد افزوں بروپا فشرد

نیاید چنیں کار از غیر او!
بدیں سال چو پرداخت از رفت رو

درآمد رسول خدا ہم بغار
نشستند یکجا بہم ہر دو یار

بغار اندرون تا سہ (۳) روز و سہ (۳) شب
بسر برد آں شاہ بفرمان رب

شدے پور بوبکر ہنگام شام
بہ بردے دراں غار آب و طعام

نمودے ہم از حال اصحاب شر
حبیب خدائے جہاں را خبر!

کہ ہستند در جستجو آں گروہ!!!!
شب و روز در شہر و صحرا و کوہ

وگر راعئے بود عامر بنام
کہ کردے شبانی بہ بیت الحرام

کہ او نیز اسلام آوردہ بود!
ز ابریق توفیق مے خوردہ بود

شدے شب بہ نزد بشیر و نذیر
بہ بردے برش ہدیہ جامے ز شیر

جز ایشاں دگر از صدیق و عدو
نہ بد ہیچ کس واقف از راز او

نبی گفت پس پور بوبکر را
کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا

دو جمازہ باید کنوں راہوار!
کہ ما را رساند بہ یثرب دیار

برفت از برش پور بوبکر زود
بدنبال کارے کہ فرمودہ بود

Scanned with Car

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے::

(۱) نبی کریم ﷺ کو مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا تو رفیق سفر بھی اللہ نے متعین کر دیا۔

(۲) آپ ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، صدیق ہجرت کے لئے تیار تھے کیونکہ حضور ﷺ نے پہلے ہی بحکم خدا آپ کو آگاہ کر رکھا تھا۔

(۳) دونوں چل پڑے کچھ دور تک یوں چلے کہ کہ حضور ﷺ نے جوتے اتار لئے اور پنجوں کے بل چلتے گئے۔

(۴) آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے تو صدیق اکبرؓ نے حضور ﷺ کو کاندھوں پر اٹھالیا۔

(۵) غارِ ثور کے پاس پہنچے تو سحر ہو گئی صدیقؓ نے غار کے اندر جا کر اسے صاف کیا جہاں جہاں کوئی سوراخ دیکھا اپنی قمیض پھاڑ کر بند کرتے رہے۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا اور قمیض ختم ہو گئی وہاں اپنا پاؤں رکھ دیا۔

(۶) تین شب و روز غار میں بس دونوں ہی رہے۔

(۷) صدیق اکبر کا بیٹا شام کو کھانا لاتا اور دین بھر کی خبریں بتاتا رہا اور آپ کا غلام عامر رات کو بکریں لاتا دودھ پلاتا اور پاؤں کے نشان مٹاتا۔

(۸) حضور ﷺ کے حکم کے تحت صدیق اکبر کا بیٹا گھر سے دو اونٹنیاں لایا جو صدیق اکبر نے اسی غرض سے تیار کر رکھی تھیں۔

علامہ باذل کے اس بیان سے ذیل کے نتائج اخذ ہوتے ہیں::

(۱) صدیق اکبر کو ان کے گھر سے بحکم الٰہی حضور ﷺ ساتھ لائے تھے شیعہ کا یہ کہنا کہ ابو بکرؓ بعد میں پیچھے سے آملے تھے سفید جھوٹ سے بھی کچھ اونچی چیز ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس مدد کا بڑے اہتمام سے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

(۳) علامہ باذل کو تعجب ہے کہ صدیق اکبرؓ نے اپنے کندھوں پر بار نبوت کیسے اٹھایا۔ یہ تعجب ہی خواہ مخواہ مستقل دردسر بنا ہوا ہے ورنہ بات صاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ

Scanned with Car

نے عملاً ثابت کر دیا کہ میرے بعد تعلیمات نبوت کا بوجھ اٹھانے والا یہی شخص ہے جو آج بار نبوت اٹھا کے اس سنگلاخ زمین میں ان نوکیلے پتھروں پر چلتا ہوا اس عمودی بلندی پر چڑھا جا رہا ہے۔ اسی والہانہ شیفتگی کے ساتھ یہ میرے دین میری امانت کی حفاظت کرے گا۔ حالات کی نامساعدت مشکلات کے طوفان اس کے حوصلے کو پست نہیں کر سکیں گے جس طرح اس نے آج میرے وجود کی حفاظت کے لئے اپنی قبا پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کئے ہیں اسی طرح میرے لائے ہوئے دین کی حفاظت کے لئے یہ اپنا تن من دھن قربان کر دے گا اور کوئی چور دروازہ باقی نہ رہنے دے گا۔ اور تاریخ نے ثابت کر دیا کہ صدیق نے کس محنت سے فتنہ ارتداد، جھوٹے مدعیان نبوت مانعین زکوٰۃ کے فتنے کو کچلا اور اللہ کی کتاب کی حفاظت کے لئے کیسا فول پروف انتظام کیا کہ اسلام کے دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

چنانچہ ایک سکہ بند دشمن اسلام ولیم میور لکھتا ہے:

"دنیا میں غالباً کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو بارہ سو برس تک ایسے خالص متن کے ساتھ رہی ہو"

(۴) صرف ہجرت کے وقت صدیق اکبر کی خدمات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ گھر کا سارا سرمایہ جو چالیس یا ۴۶ ہزار تھا ہمراہ لے لیا۔

۲۔ بیٹی زاد سفر تیار کر رہی ہے اور ذی النطاقین کی سند ملتی ہے۔

۳۔ بیٹا شام کو کھانا لاتا ہے۔

۴۔ غلام رات کو ریوڑ لا کر دودھ پیش کرتا ہے۔

۵۔ ہجرت کے لئے سواری کا انتظام صدیق اکبرؓ کرتا ہے۔

۶۔ اپنی جان اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ کفار نے جو انعام حضورﷺ کیلئے مقرر کیا اسی انعام کا صدیق اکبرؓ کو پکڑنے کے لئے اعلان کیا۔

Scanned with Car

اس ایک موقع پر اتنی خدمات کس نے پیش کر کے دکھائیں۔ تاریخ سے پوچھو، کریدو، ریسرچ کرو جواب نفی میں ملے گا۔ مگر اس کے باوصف کچھ لوگ جنہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت کی الاٹمنٹ کا کاروبار انہیں سونپا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ صدیق بھلا کہاں جنتی ہوسکتا ہے اگر خدا اپنے فیصلوں میں ایسے دانشوروں کا محتاج ہوتا تو اس کا امکان ہوسکتا تھا مگر وہ علیم وخبیر تو ان حقائق کی بنا پر فیصلے کرتا ہے جن کا پورا علم اس کے بغیر کسی کو نہیں۔ اگر بات مشوروں پر ہوتی تو مصطفیٰ کی رفاقت کے لئے صدیق کا انتخاب کیونکر عمل میں آتا۔

حقائق کا منہ چڑانے کے لئے چند ایک باتیں بنائی جاتی ہیں۔ مثلاً

(۱) حضور ﷺ نے تو اونٹوں اور گدھوں پر بھی سواری کی ہے اس لئے صدیق نے حضور ﷺ کو کندھوں پر اٹھالیا تو کیا ہوا؟؟

بات کا پہلا حصہ تو درست ہے واقعی حضور ﷺ نے اونٹوں اور گدھوں پر سواری کی ہے مگر دوسری بات غلط ہے کہ "کیا ہوا"۔

ہوا یہ کہ جس اونٹ پر حضور ﷺ نے سواری کی وہ دنیا بھر کے تمام اونٹوں سے افضل ہے، بلکہ جس جانور پر حضور ﷺ نے سواری کی وہ اس جنس کے تمام جانوروں سے افضل ہے اس لئے جس انسان کے کندھے پر حضور اکرم ﷺ کا وجود باسعود قیام پذیر ہوا وہ انسان بھی افضل البشر بعد الانبیاء ہے۔ یہ جو کچھ ہوا اس کی قدر وہ لوگ کیا جانیں جو مقام مصطفیٰ کے متعلق تر تنگ میں آکر یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ؎

غلط الامین فجاز ھا عن حیدر　　　تاالله ما کان الامین امینا

(مجالس المومنین ۲: ۵۶۷)

(۲) دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو حضور نے رات اپنے بستر پر سلایا تھا یہ قربانی بہت بڑی ہے۔

یہ واقعہ تو درست ہے مگر خدا جانے قربانی کو ناپنے یا تولنے کا پیمانہ کیا ہے اگر حالات کا مطالعہ

Scanned with Car

کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے جان پیش کردی درست اور صدیق اکبر نے جان پیش کردی، مال پیش کیا اور سارا کنبہ پیش کردیا۔

کفار نے نہ تو حضرت علی کے لئے کوئی انعام مقرر کیا نہ انہیں قتل کیا مگر صدیق کے لئے تو اتنا ہی انعام مقرر کیا جتنا حضور اکرم ﷺ کے لئے اعلان کیا تھا۔ بہر حال حقیقت اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی قربانی بڑی ہے۔

ہاں شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۲۲۱ پر اس بڑائی کا عقلی اور استدلالی رنگ میں ایک نقشہ کھینچا گیا ہے اس سے ''بڑی قربانی'' کے متعلق کسی حد تک اظہار ہوتا ہے۔

عن سعد بن عبدالله القمی الاشعری قال بلیت باشد النواصب منازعة فقال لی یوما بعد ما ناظرته تبالک ولاصحابک انتم معاشر الروافض تعتقدون المهاجرین والانصار بالطعن علیهم وبالحجود لمحبة النبی ﷺ فالصدیق فوق الصحابة بسبب سبق الاسلام الا تعلمون ان رسول الله ﷺ انما ذهب به لیلة الغار لانه' خاف علیه کما خاف علی نفسه ولما علم ان یکون خلیفته فی امته واراد ان یصون نفسه کما یکون خاصته' علیه السلام کیلا یختل حال الدین من	سعد بن عبداللہ قمی کہتا ہے کہ میں سخت سنی سے مناظرہ میں مبتلا ہوا۔ اس نے مناظرہ کے بعد مجھے کہا ہلاکت تمہارے لئے اور تمہارے شیعہ کے لئے تم مہاجرین و انصار پر طعن کرتے ہو اور ان کی صحابیت کا انکار کرتے ہو باوجود اس کے کہ وہ محبوب رسول ﷺ تھے۔ ابو بکر تو تمام صحابہ سے افضل ہے بوجہ سبقت اسلام کے تم نہیں جانتے کہ ہجرت کے روز حضور ﷺ صدیق کو اپنے ہمراہ غار میں لے گئے تھے کہ جس طرح اپنے مارے جانے کا خوف تھا اس طرح صدیق کے قتل ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ حضور ﷺ کو علم تھا کہ میرے بعد صدیق ہی میرا خلیفہ بلا فصل ہوگا۔ اور اپنی جان کی طرح صدیق کی جان بچائی کہ صدیق کے قتل ہونے سے اسلام میں خلل پیدا نہ ہونے پائے اسی وجہ سے حضرت علیؓ کو

Scanned with Car

بعده ویکون الاسلام منتظما وقد قام	اپنے بستر پر سلایا کہ حضرت علیؓ قتل ہوئے تو دین
علیا علی فراشه لما کان فی علمه	میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوگا۔ ان کی جگہ کوئی دوسرا
انه لو قتل لا یختل الاسلام بقتله لانه	صحابی کھڑا ہو جائیگا۔ لہذا حضور ﷺ نے حضرت علیؓ
یکون من یقوم مقامه لا جرم لم تبال	کے قتل ہو جانے کی کوئی پرواہ نہ کی۔ سعد کہتا ہے میں
من قتله قال سعد انی قلت علی	نے اسے کئی جواب دیئے مگر ان میں سے کوئی
ذلک اجوبة لکنها غیر مسکتة	جواب مسکت نہیں تھا۔

سعد نے واقعی کئی جواب دیئے ہونگے مگر جو جواب بنائے جائیں وہ مسکت کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ مگر جو جواب حقائق پر مبنی ہوں وہی مسکت ہوتے ہیں۔

چند الفاظ کی تشریح

(ا) ثانی اثنین:۔ (الف) بات دو کی ہو رہی ہے جن میں اول رسول کریم ﷺ ہیں اور ثانی صدیق اکبر ہیں۔ یعنی جو دو یار غار ہیں ان میں ترتیب یہ ہے۔

(ب) ترتیب دینی۔ اللہ نے اپنے محبوب کو حکم دیا کہ اعلان کیجئے۔

قل انی امرت ان اکون اول من اسلم۔ یعنی اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں اسلام لانے والوں میں پہلا ہوں پھر حضور ﷺ کی طرف سے اعلان ہوا۔ وانا اول المومنین۔ کہ میں پہلا مومن ہوں اور حضور ﷺ کی دعوت پر پہلا ایمان لانے والا صدیق اکبرؓ ہے۔ یعنی ترتیب دینی یہ ہوئی کہ اول نبی اور ثانی صدیق اکبرؓ

(ج) ہجرت میں ثانی۔

(د) خلافت میں ثانی۔

(ر) روضہء اطہر میں ثانی۔

عربیت کا قاعدہ ہے کہ اضافت عدد مساوی کی طرف مساوی کے فائدہ ترتیب رتبی کا دیتی ہے تو ثانی کی اضافت اثنین کی طرف جو پائی جاتی ہے اس میں یہی حکم ہے یعنی ترتیب رتبی ہے

Scanned with Cam

یعنی اول رتبہ نبی کریم ﷺ کا اور ثانی صدیق اکبرؓ کا۔

(۲) لصاحبہ: شیعہ تفسیر میزان القرآن طبع ایران زیر آیتِ غار۔

اذیقول لصاحبہ والمراد بصاحبہ هو ابو بکر للنقل القطعی	صاحبہ سے مراد دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ ابو بکرؓ ہے۔

تفسیر صافی:۔

اذیقول لصاحبہ هو ابو بکرؓ	صاحبہ سے مراد ابو بکرؓ ہے۔

یعنی ابو بکرؓ صدیق کی صحابیت نص صریح سے ثابت ہے۔اس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔اور قرآن کا انکار کفر ہے۔

نکتہ:۔ لفظ صاحب کی اضافت ذات نبی کی طرف ہو یا اس ضمیر کی طرف جس کا مرجع رسول ہو تو لازماً صاحب مضاف الیہ کا ہم مذہب ہوگا۔اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یصاحبی السجن میں اضافت صاحب کی قیدیوں کی طرف ہے مگر وہ قیدی حضرت یوسفؑ کے ہم مذہب نہیں تھے۔

یہ سوال کم فہمی کی دلیل ہے یا دھوکا دینے کی کوشش۔اس میں اضافت جیل کی طرف ہے۔ معنی یہ ہے کہ اے میرے جیل کے ساتھیو!

چند نظائر

(۱) نبی کریم ﷺ کو حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلاً شَاهِداً عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً۔

حضرت موسیٰ اپنے سفر میں حضرت یوشع بن نون کو ہمراہ لے گئے تھے وہی ان کے بعد خلیفہ ہوئے۔اسی طرح حضور اکرم ﷺ ہجرت کے سفر میں صدیق اکبر کو ساتھ لے گئے تھے وہی آپ کے بعد خلیفہ ہوئے۔

(۲) حضرت موسیٰ نے ہجرت کی، حضور ﷺ نے بھی ہجرت کی۔

Scanned with Car

حضرت موسیٰ کے ساتھ ساری قوم تھی، حضورﷺ کے ساتھ صرف صدیق اکبرؓ تھے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ کا تعاقب کیا، اہل مکہ نے حضورﷺ کا تعاقب کیا۔

اتنا فرق ہے فرعون نے حضرت موسیٰ کی گرفتاری کے لئے کسی انعام کا اعلان نہ کیا اور قریش نے دونوں کی گرفتاری کے لئے سو سو اونٹ انعام ٹھہرایا۔ قوم موسیٰ کو سخت پریشانی ہوئی اور کہہ اٹھے انا لمدرکون ۔مگر پریشانی اپنی ذات کے لئے تھی صدیق اکبر کو بھی پریشانی ہوئی مگر حضور اکرم ﷺ کی فکر تھی۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے تسلی دی۔ لا تحزن ان اللہ معنا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ. حضرت موسیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا ان معی ربی سیہدین یعنی معیت باری کی نسبت اپنی طرف کی مگر نبی کریم ﷺ نے معیت باری کی نسبت دونوں کی طرف یعنی اپنی طرف اور صدیق اکبر کی طرف کی۔

حضرت موسیٰ کے فرمان میں ایک طرف صفت باری تعالیٰ ہے دوسری طرف ذات موسیٰ ہے۔

حضورﷺ کے فرمان میں ایک طرف ذات باری تعالیٰ دوسری طرف ذاتِ رسول اور ذاتِ صدیق ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا لا تحزن. تو قرآن کریم میں حزن کا لفظ یا تو انبیاء کے لئے استعمال ہوا ہے یا کسی مقرب ولی اللہ کے لئے مثلاً۔

(الف) حضرت مریمؑ کو فرمایا: فَنٰدٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ

(ب) حضرت موسیٰ کی والدہ کو فرمایا: لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْکِ۔

پھر حزن کا اطلاق اس غم پر ہوتا جو اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ کسی دوسرے کی وجہ سے ہو جیسے حضرت یعقوبؑ کے متعلق بیان ہوا۔ جو حضرت یوسفؑ کے غم سے گھلے جا رہے تھے کہ: وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ.

چنانچہ شیعہ تفسیر میزان القرآن میں لکھتے ہیں۔

قال لا تحزن خوفا مما تشاهده من	فرمایا خوف نہ کر جیسا تم کو تنہائی مسافری بے یارو

الوحدة والغربة وفقد ان الناصر وتظاهر الاعداء و تعقیبھم ایاھما فان الله معنا.	مددگار ہونے کا غلبہ دشمن کا اور دشمن کے تعاقب کرنے کا مشاہدہ ہو رہا ہے بس اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

یعنی حضرت صدیق اکبرؓ کو اندیشہ تھا تو اس بات کا تھا کہ جس متاعِ دو جہان کو رات کے اندھیرے میں کندھوں پر اٹھا کے یہاں لایا ہوں اسے کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔

معیت باری

معیت باری کے کئی درجے ہوتے ہیں اور کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً:

(الف) ان الله مع الصابرین. ان الله مع المتقین.

یہاں ایک طرف ذاتِ باری ہے دوسری طرف صفت خاص ہے۔ اہلِ ایمان کی یعنی وصف صبر اور وصف اتقا موجود ہے تو معیت باری بھی موجود ہے۔ اگر وصف نہیں تو معیت بھی نہیں۔

(۲) ان الله معنا.

یہاں ایک طرف ذات باری ہے دوسری طرف ذات رسول اللہ ﷺ اور ذات صدیق اکبرؓ۔ نہ ادھر اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا ذکر ہے نہ ادھر ابو بکر کے کسی وصف کا ذکر ہے۔ یعنی ذات ابو بکر کو ذات باری کی معیت حاصل ہے۔ اب کوئی شخص ابو بکرؓ کی صحابیت کا ایمان کا صداقت کا ایثار کا انکار کر دے تو کوئی بعید نہیں مگر کیا کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو ذات ابو بکر کا انکار کر سکے۔ جہاں ذاتِ ابو بکرؓ موجود ہے وہاں اسے ذات باری کی معیت بھی حاصل ہے اور یہ رتبہء بلند پوری دنیا میں صرف دو ہستیوں کو حاصل ہے۔ انبیاء میں محمد رسول اللہ ﷺ اور امتیوں میں ابو بکر صدیق کو۔

ذالک فضل الله یوتیه من یشاء.

ابو بکر صدیق کی عظمت کا انکار کر دینا بلاشبہ بری جرأت کا کام ہے مگر اللہ اور رسول کو بھی تنقید بلکہ تنقیص کا نشانہ بنا لینا اس سے بھی بڑی جرأت ہے ایک شیعہ مجتہد حامد حسین لکھنوی نے اپنی کتاب استقصاء الافہام میں فرمایا ہے کہ لا تحزن نہی ہے اور ابو بکر کا رنجیدہ ہونا گناہ و معصیت

Scanned with Car

ہے اس لئے رسول خدا نے منع فرمایا یہ منع بتاتا ہے کہ ابوبکر مرتکب معصیت ہوا تھا۔

خود فریبی اور ابلہ فریبی کو فن کاری کہئے یا بیماری بہر حال یہ ہے کچھ اسی قسم کی چیز ذرا قرآن کریم سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت مریمؑ کو ارشاد ہوا: لَا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا

یعنی حضرت مریمؑ مرتکب معصیت ہوئیں لہذا اس سے منع فرمادیا گیا کہ لاتحزنی مگر اس کے آگے یہ فرمایا کہ: تیرے نیچے تیرے رب نے ایک چشمہ جاری کردیا ہے۔ یہ اس معصیت کی سزا ہے کیا؟

(۲) والدہء موسیٰ کو ارشاد ہوا: لَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ.

یعنی والدہء موسیٰ نے معصیت کا ارتکاب کیا تو خدا نے نہی فرمادی مگر ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ ہم تیرے بیٹے کو تیرے پاس لوٹادیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔ یعنی والدہء موسیٰ کو ایک معصیت کی دو سزائیں سنادیں۔ مگر کوئی یہ پوچھے کیا یہ سزائیں ہیں، یا انعام ہیں یا بشارتیں ہیں۔ اگر بشارتیں ہیں تو اللہ کا نظام بھی عجیب ہے کہ گناہ کرو تو انعام کی بشارتیں ملیں۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لا تحزن۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس پر تسکین نازل فرمائی۔ اگر لا تحزن معصیت کے ارتکاب پر نہی ہے تو نزول سکینہ لازماً سزا ہی ہوگی۔ اور اگر ایسا نہیں تو عجیب معاملہ ہے اللہ کا رسول ارتکاب معصیت پر منع کررہا ہے۔ اور اللہ تسلیاں دے رہا ہے۔ اگر مجتہد صاحب کی بات مانی جائے تو یہاں اللہ و رسول میں آپس میں ان بن نظر آتی ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ قبل نہی کوئی فعل معصیت کیونکر شمار ہوتا ہے اگر کوئی فعل ہی نہ ہو تو نہی سے کیا یہی مراد ہوگی کہ لازماً کوئی فعل ہوا ہے مثلاً حضور ﷺ کو ارشاد ہے: و لا تکن للخائنین خصیما۔ اور۔ و لا تجادل عن الذین یختانون انفسهم.

Scanned with Car

کیا دونوں مقامات پر نہی نہیں تو کیا نبی کریم ﷺ نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

ظاہر ہے کہ بات وہ نہیں جو ظاہر کی گئی بلکہ اندر کی آگ اگلنے کے بہانے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان تیروں کا ہدف اللہ اور رسول کی ذات بھی بنتی ہے۔

ایک علمی شُبہ

سوال:۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں علیہ ضمیر کا مرجع ابو بکر نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ پر تسکین نازل فرمائی۔

اگر یہ بات درست تسلیم کی جائے تو پہلے ثابت کرنا پڑے گا کہ رسول کریم ﷺ گھبرا گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر تسلی نازل فرمائی۔ مگر یہ ثابت کہاں سے ہوگا۔ اگر واقعات پر نگاہ کی جائے تو عجیب منظر سامنے آتا ہے کہ حضور ﷺ گھبرائے ہوئے تو خود ہیں اور تسلی دے رہے ہیں ابو بکر کو کہ غم نہ کر۔ کیا نبی کریم ﷺ کی ذات سے ایسی طفلانہ حرکت منسوب کی جا سکتی ہے؟؟

"پھر سوال ہوتا ہے کہ اگر ضمیر کا مرجع ابو بکر صدیقؓ کو بنایا جائے تو انتشار ضمائر لازم آتا ہے جو جائز نہیں۔

یہ تو اچھی بات ہے کہ آدمی ناجائز کام سے اجتناب کرے مگر جائز و ناجائز کے لئے بھی کوئی اصول ہوتا ہے کوئی معیار ہوتا ہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ آدمی جس کو چاہے ناجائز کہہ دے۔

اہلِ فن کے نزدیک اصول یہ ہے کہ:

(۱) انتشار ضمائر اس وقت لازم آتا ہے جب تمام ضمائر کا مرجع واحد ہو۔ یہاں یہ بات نہیں تمام ضمائر کا مرجع رسول کریم ﷺ کی ذات نہیں۔ سکینتہ ضمیر کا مرجع ذات باری ہے۔

(۲) قانون یہ ہے کہ جب ضمیر دائر ہو درمیان مضاف و مضاف الیہ کے تو مرجع ضمیر مضاف ہوگا نہ کہ مضاف الیہ کیونکہ کلام میں مقصود بالذات مضاف ہوتا ہے لہذا علیہ کا مرجع صاحب ہوگا۔ جو مضاف ہے طرف ضمیر کے جس کا مرجع رسول اللہ ﷺ ہے۔

Scanned with Car

وایدہ بجنود لم تروھا۔ کا تعلق جنگ بدر سے ہے اور اس کا عطف نصرہ' پر ہے۔ اگر ایدہ ضمیر کا مرجع ابوبکر صدیقؓ بنایا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ابوبکر پر جو سکینہ نازل ہوئی اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ نے ملائکہ سے امداد کی۔

ملائکہ نے اس کے دل میں سکینہ القا کیا تا کہ ثابت قدم رہے۔

Scanned with Car

باب دہم

آیتِ مودت

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ.

یہ جملہ سورۃ شوریٰ کی ایک آیت کا حصہ ہے۔ اس کی تفسیر امام بخاری نے حبر الامت، ترجمان القرآن امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس سے یوں بیان کی ہے سلسلہ سند بیان کرتے ہیں: حدثنا محمد ابن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبه عن عبدالملک بن میسره قال سمعت طاؤسا عن ابن عباس رضی الله عنهما.

انه سُئل ان قوله الا المودة فى القربىٰ فقال سعيد بن جبير قربىٰ آل محمد ﷺ فقال ابن عباس اجلت عن النبى ﷺ لم يكن بطن من قريش الا كان له فيهم قرابة فقال الا ان تصلوا ما بينى و بينكم فى القرابة. (بخارى كتاب التفسير)	ان سے الا المودۃ فی القربیٰ کا مطلب پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا قرابت آل محمد کی مراد ہے تو ابن عباس نے فرمایا تم نے جواب میں جلدی کی اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قریش کے ہر قبیلے سے قرابت تھی اس لئے فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے صلہ رحمی کے پیش نظر اس کا لحاظ کرو۔

ظاہر ہے کہ سعید بن جبیر نے اپنے مبہم سے قول کے جواب میں ابن عباس کا جو تفصیلی اور مدلل بیان سنا تو خاموش ہو گئے۔ ان کا سکوت ہی ابن عباس کی تائید کی دلیل ہے۔ لہذا آیت کا حقیقی مفہوم یہی ہے جو حبر امت نے فرمایا۔

حافظ عمادالدین ابن کثیر اپنی مشہور تفسیر میں فرماتے ہیں۔

Scanned with Car

قوله عز و جل قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ ای قل یا محمد ﷺ لهو لاء المشرکین من کفار قریش لا اسئلکم علی هذا البلاغ والنصح لکم مالا تعطو نیه وانما اطلب منکم ان تکفروا الشرّ کم عنی وتذرونی ابلغ رسالات ربی. ان لم تنصرونی فلا توذونی بما بینی و بینکم فی القرابه.	آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ ان مشرکین قریش سے کہئے کہ میں تم سے اس تبلیغ اور نصیحت کے بدلے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ شروفساد سے ہاتھ روکو اور مجھے میرے حال پر چھوڑو کہ اپنے رب کے پیغام پہنچاتا رہوں۔ اس کام میں اگر تم میری مدد نہیں کرسکتے تو نہ کرو مگر مجھے ایذا نہ دو۔ میرے تمہارے درمیان جو قرابت کا تعلق ہے اس کا لحاظ کرو۔

اسکے ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کردی کہ یہ سورت مکی ہے جب یہ مکہ میں نازل ہوئی تو وہاں وہ آل رسول کہاں تھی جو اس سے بعض لوگ مراد لیتے ہیں۔ حضرت فاطمہ کا نکاح نہ حضرت علی سے ہوا نہ حسن و حسین وجود میں آئے تو حضور ﷺ قریش مکہ سے کن قربیٰ کی مودت کا مطالبہ کررہے ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ صحیح تفسیر اس آیت کی وہی ہے جو حبر الامت ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس نے بیان کی ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

قال ابن ابی حاتم حدثنا علی ابن حسین حدثنا رجل سماه حدثنا حسین الاشقر عن قیس عن الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی الله عنهما لما نزلت هذه الآیة قل لا اسئلکم... الخ.	محدث ابی حاتم نے کہا مجھ سے بیان کیا علی ابن حسین نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا ہے ایک آدمی نے جس کا نام انہوں نے لیا تھا وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا حسین اشقر نے اس نے بیان کیا قیس سے اس نے اعمش سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس سے کہ انہوں نے کہا جب یہ

Scanned with Cam

قالوا یا رسول الله ﷺ من هولاء الذین امر الله بمحبتھم قال فاطمه وولدھا رضی الله عنھم وھذا اسناد ضعیف فیه مبھم لا یعرف عن شیخ شیعه مسخرق وھو حسین الاشقر ولا یقبل خبرہ فی ھذا المحل۔	آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے تو فرمایا فاطمہ اور اسکی اولاد یہ اسناد ضعیف ہے۔ اس میں راوی مبہم ہے جس کی پہچان نہیں ہوسکتی وہ ایک بوڑھے مخبوط الحواس شیعہ سے روایت ہے وہ حسین اشقر ہے لہذا اسکی روایت اس محل میں قبول نہیں۔

ابن کثیر نے اصول حدیث کی رو سے یہ روایت مردود قرار دی۔ اس پر کچھ اور سوال بھی پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) آیت میں خطاب صحابہ کو ہے یا مشرکین قریش کو ہے صحابہ نے تو اسلام قبول کر لیا۔ اب ان سے یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اس بات کا موقع تو اس وقت ہوسکتا ہے کہ پیغام قبول کرنے سے پہلے وہ اس شش و پنج میں ہوں کہ نہ جانے یہ بات مان لینے کی اجرت کیا دینی پڑے گی۔ لہٰذا یہ بات تو بالکل بے محل ہے خطاب صحابہ کو ہورہا ہے۔ رہا سوال مشرکین کا تو وہ بات ماننے پر تیار ہی نہیں۔ تو ان سے یہ کہنا کہ میری بات اس شرط پر مانو کہ میرے قرابت والوں سے محبت کرنی پڑے گی۔ جب وہ سرے سے بات ماننے کو تیار ہی نہیں تو اس شرط کا اور اضافہ کردینا تو بالکل بے تکی بات ہے۔

(۲) صحابہ نے یہ سوال کیوں پوچھا کہ وہ اہل قرابت کون ہیں کیا انہیں قربیٰ کے لفظ کے معنی نہیں آتے تھے یا وہ حضور ﷺ کے اہل قرابت سے واقف نہیں تھے۔ اہل زبان کے متعلق یہ سمجھنا کہ ایک عام استعمال کے لفظ کا مفہوم ہی نہیں جانتے اور صحابہ کے متعلق یہ سمجھنا کہ حضور ﷺ اس درجہ کی اجنبیت تھی کہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو ہی نہیں جانتے تھے۔

(۳) جب حضور ﷺ نے اہلِ قرابت کی نشاندہی کی تو وہ کیا سمجھے ہوں گے کہ فاطمہ کا نکاح ہوا نہیں اولاد کا سوال ہی کہاں! پھر صحابہ کے پلے کیا پڑا وہ اس فرمان پر عمل کیونکر کرنے

Scanned with Car

لگے۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زین العابدین کے نام کو آڑ بنا کر بات بنانے کی کوشش تو کی ہے مگر تاریخ اس کا ساتھ نہیں دیتی اور عقل اسے ماننے سے ابا کرتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح بخاری میں کچھ اشارہ کیا ہے۔

فاخرج طبرانی وابن ابی حاتم من طریق قیس ابن ربیع عن الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت قالوا یا رسول الله من قرابتک الذین وجبت علینا مودتهم الی الحدیث واسناده ضعیف وهو ساقط لمخالفة هذاالحدیث الصحیح والمعنی الا ان تودونی لقرابتی فتحفظونی والخطاب لقریش	جب آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے اہلِ قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ یہ قابل اعتبار نہیں یہ روایت بخاری کی صحیح حدیث کے مخالف ہے آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو قرابت کا رشتہ میرے اور تمہارے درمیان ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے میرے ساتھ مودت سے پیش آؤ اس سے مجھے تحفظ مل جائیگا۔ یہ خطاب قریش سے ہے۔

یعنی اصولاً یہ بات ہی ناقابلِ اعتبار ہے کہ صحابہ نے سوال کیا کہ اہلِ قرابت کون ہے پھر خطاب قریش کو ہو رہا ہے لہٰذا مفہوم یہ ہے کہ تمہارا معمول یہ ہے کہ دشمنی بھی ہو تو قرابت کا لحاظ ضرور رکھتے ہو۔ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں لہٰذا اسی اپنے معمول کے مطابق قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے میرا راستہ تو نہ روکو۔

اس روایت کی صحت وعدم صحت پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے ایک اور مقام پر بحث کی ہے۔

فرماتے ہیں:

عن ابن عباس عن الطبرانی وابن ابی حاتم و اسناد و اح فیه	جو روایت ابن عباس سے بحوالہ طبرانی وابن ابی حاتم نقل کی ہے اس کی سند واہی تباہی ہے اس میں ایک

Scanned with Car

ضعیف ورافضی وذکر زمحشری هو هنا احادیث ظاهر وضعها وروالزجاج بما سمع عن ابن عباس من روایة طاؤس فی حدیث الباب.	راوی ضعیف ہے اور ایک راوی رافضی ہے اور زمخشری نے اس مقام پر کچھ حدیثیں ذکر کی ہیں جن کا موضوع ہونا ظاہر ہے اور علامہ زجاج نے اس کو رد کیا ہے بذریعہ اس روایت کے جو ابن عباس سے طاؤس کی روایت سے اس بات میں روایت ہو چکی ہے۔

محدث جلیل علامہ ابن حجر عسقلانی نے بناوٹی مفہوم والے قول کو رد کیا اس کی روایت کو سنداً و متناً دونوں طرح سے مجروح قرار دیا سنداً اس طرح کہ سند کو ضعیف اور واہی کہا ایک راوی ضعیف دوسرا رافضی اور بعض روایات کو ظاہر الوضع فرمایا اور متناً اس طرح مجروح ہے کہ اس کا مضمون احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ لہٰذا آیت کی صحیح تفسیر وہی ہے جس پر مختار مذہب اہل السنّت والجماعت کا اتفاق ہے۔

چند نکات

(۱) القربیٰ:۔ مصدر ہے مثل زلفیٰ کے جو معروف باللام ہے اس کا معرفہ ہونا ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جن کا مخاطبین کو علم تھا۔ اس وقت امام حسن اور امام حسین کا وجود ہی نہیں تھا لہٰذا مخاطبین ان سے واقف کیونکر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو قریش مکہ کو بھی واضح طور پر معلوم ہوں گے۔ لہٰذا یہ مودت مودۃ فی الرحم ہے۔ مطلب یہ ہوگا:

لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی الرحم التی بینی و بینکم.	میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا ہاں اس صلہ رحمی کا مطالبہ کرتا ہوں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔

(۲) مودة فی القربیٰ سے آل محمد مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر مودة لذی القربیٰ ہوتا تو مراد آل محمد ﷺ ہو سکتی تھی۔ قرآن کریم کی متعدد آیات شاہد ہیں مثلاً:

(الف) فَاِنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی.

(ب) مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی.

Scanned with Car

(ج) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبیٰ حَقَّهٗ.

(د) وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبیٰ.

یعنی قرآن کریم میں جہاں کہیں اس مضمون کی نصیحت یا حکم ہے وہاں ذوی القربیٰ یا اولی القربیٰ ہے۔ فی القربیٰ کہیں نہیں آیا۔ القربیٰ چونکہ مصدر ہے اس لئے اگر اہلِ بیت مراد ہوتے تو یوں ہوتا۔ الا المودۃ لاھل القربیٰ.

(۳) اگر محبت اہلِ بیت رسالت کی اجرت قرار دی جائے تو اس میں نبی کریم ﷺ کی سخت توہین کا پہلو نکلتا ہے جس کی کوئی مسلمان جراٗت نہیں کر سکتا۔ وہ یوں کہ حضرت نوحؑ سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک جتنے انبیاء کا ذکر قرآن مجید میں تبلیغ رسالت کے سلسلے میں آیا ہے ہر جگہ ایک ہی عبارت ہے کہ ما اسئلکم علیه من اجر۔ کہیں کوئی استثنیٰ نہیں مثلاً:

(الف) الانعام:۔ قل لا اسئلکم علیه اجرا ان هو الا ذکر للعالمین (نبی کریم ﷺ)

(ب) یوسف:۔ وما تسئلهم علیه من اجراا ن هو الا ذکر للعالمین (نبی کریم ﷺ)

(ج) الفرقان:۔ قل ما اسئلکم علیه من اجر الا من شاء ان یتخذ الیٰ ربه سبیلا (نبی کریم ﷺ)

(د) سباء:۔ قل ما اسئلکم علیه من اجر فهو لکم ان اجری الا علی الله. (نبی کریم ﷺ)

(ر) ص:۔ قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انا من المتکلفین (نبی کریم ﷺ)

(س) هود:۔ ویقوم لا اسئلکم علیه مالا ان اجری الا علیٰ الله (قول نوحؑ)

Scanned with Car

(ص) ھود:۔ یقوم لا اسئلکم علیه اجرا ان اجری الا علی الذی فطرنی

(قول ھودؑ)

(ط) الشعراء:۔ وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین

(نوحؑ)

(ظ) الشعراء:۔وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین

(ھودؑ)

(ع) الشعراء:۔وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین

(صالحؑ)

(غ) الشعراء:۔وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین

(لوطؑ)

(ف) الشعراء:۔وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین

(شعیبؑ)

ان اقتباسات سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ پانچ انبیاء یعنی حضرت نوحؑ، ھودؑ، صالحؑ، لوطؑ، شعیبؑ سے ایک ہی سورت میں بالکل ایک جیسے الفاظ میں ایک ہی بیان کا ذکر ہے دوم یہ کہ پانچ مختلف سورتوں میں حضور اکرم ﷺ سے مختلف الفاظ میں پانچ مرتبہ بھی اعلان کرایا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔

اب سوال یہ ہے کہ سورۃ شوریٰ میں جو حضور ﷺ سے اعلان کرایا تو اس میں ایک اجرت کا مطالبہ بھی کرا دیا اول تو یہ سارے انبیاء سے مختلف روش ہے پھر حضور اکرم ﷺ سے پانچ مختلف مقامات پر جو اعلان کرایا اس سے بھی یہ مختلف ہے۔اس سے ایک تو قرآن مجید میں تضاد ثابت ہے دوسرا حضور ﷺ کی خود غرضی اور توہین کا پہلو نکلتا ہے کیا کوئی شخص بقائی ہوش وحواس یہ جرأت کر سکتا ہے جبکہ وہ مسلمان ہونے کا مدعی بھی ہو۔

Scanned with Car

(۴) ارشادِ باری ہے: اِتَّبِعُوْا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ.
(یٰس). "یعنی اتباع اس شخص کی کرو جو تم سے اجر کا سوال نہیں کرتا اور خود بھی ہدایت یافتہ ہے"۔
یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتایا کہ اتباع کے لائق وہی ہے جو تم سے اجر کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر آیت مودۃ کا وہ مفہوم لیا جائے جس سے محبت اہلِ بیت کا اجر ہونا ظاہر ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اتباع سے تو منع کر دیا (معاذ اللہ) پھر بھی یہ ارشاد ہے کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ اور مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ اب یہ تضاد کیسے رفع ہو۔
پھر محبت اہلِ بیت کو ہی رسالت کا اجر قرار دیا جائے تو دین کی حاجت ہی نہیں صرف محبت اہلِ بیت کافی ہے کیونکہ رسالت کی اجرت جب یہی ٹھہری تو بات ختم ہوگئی۔ دین قبول کرنا تو بس "جھونگا" کی پرواہ کون کرتا ہے۔
(۵) نبی کریم ﷺ کی رسالت کی اجرت اور اس کا مقصد جب یہی ٹھہرا کہ اہلِ بیت کی محبت درکار ہے اور بس۔ چنانچہ یہ دعویٰ تو شیعہ ہی کا ہے کہ محبانِ اہلِ بیت ہم ہی ہیں اور نبی ﷺ کی رسالت کا صلہ بھی یہی ہے اس لئے نماز روزہ حج زکوٰۃ عقیدہ توحید رسالت سب امور زائدہ ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مطالبہ صرف اہلِ بیت کا کیا تھا۔ اس عقیدے نے جو گل کھلائے ان کی بہار ملاحظہ ہو:

(الف) روضہ کافی طبع جدید مطبع نجف اشرف صفحہ ۱۴۲

عن ابی عبدالله انه قال لا يباله الناصب صلى ام زنىٰ وهذه الاية نزلت فيهم وجوه عاملة ناصبة تصلى نارا حاميه	امام جعفر سے روایت ہے کہ سنی کا نماز پڑھنا اور زنا کرنا برابر ہے۔ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے محنت کرتے تھکتے تھکتے پہنچیں گے دہکتی آگ میں

(ب) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۱ پر ہے۔

كل ناصب وان عبد وجتها منسوب	ہر ناصبی (سنی) اگرچہ وہ نماز پڑھے اسی آیت کا

Scanned with Car

الی هذه الأیة عاملة ناصبة ... الخ وکل ناصب مجتهد فعمله هباء	مصداق ہے۔۔۔اور ہر ناصبی کی محنت اور اس کا عمل غبار کی مانند ہے۔

(ج) مجالس المومنین طبع جدید جلد دوم صفحہ ۵۸۳

ولا تقبل الصلوۃ الا بحبهم ولا زکوٰة فاین عدولنا فی حب قوم بهم اعمالنا متقبلات	نماز اور زکوۃ بغیر محبت اہل بیت کے قبول نہیں ہمارے دشمن کہاں جا رہے ہیں اہل بیت کی محبت سے اعمال قبول ہوتے ہیں۔

بہ مذہب درست نمازش درست نیست زاہد اگر ز چشمہ حیواں وضو کند

مخالفان علی را درست نیست نماز اگر چہ سینہ اشتر کنند پیشانی

لیجئے بات صاف ہوگئی محبان اہل بیت کی بن آئی کہ اول تو محبت اہلِ بیت ہی کامیابی کے لئے کافی وافی ہے اور اگر اس محبت کے ساتھ جو اعمال وہ کریں قبول وہی ہوتے ہیں۔ سنی لاکھ ٹکریں ماریں ان کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ کسی کو توحید رسالت آخرت کا نظریہ قبول کرنے، نماز روزہ حج زکوۃ کی پابندی اپنے سر لینے کی کیا ضرورت ہے۔ آسان راستہ کیوں نہ اختیار کرے کہ کہدے میں محبِ اہلِ بیت ہوں پھر جو چاہے کرتا پھرے کوئی مواخذہ نہیں (اس عقیدے کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو ہماری کتاب "تحذیر المسلمین" کا باب معاد مطالعہ فرمائیں۔

ایک امر قابل غور ہے کہ یہ جو اہلِ بیت سے محبت کرنے کا حکم ہے اس کی عملی صورت کیا ہے؟؟ محبت کا مقام تو قلب ہے اور قلب کی حالت کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ تو پھر کیا یہ نری شاعری ہے اگر اسی کا نام محبت ہے کہ آدمی پیت کے گیت گاتا رہے اور بس تو اس فن میں تان سین سے لے کر ملکہ ترنم تک بڑے بڑے اہلِ کمال گزرے ہیں تو اس معاملہ میں شیعہ کی تخصیص کیونکر ہوئی۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ محبت ہے تو یہی کچھ کہ پیت کے گیت گاتے رہو، البتہ محبوب جدا ہو سکتے ہیں اس لئے محب اہل بیت صرف وہی ہے جو پیت کے گیت ہی گائے مگر محبوب اہلِ بیت ہوں۔ اس طرح انفرادیت تو آ گئی۔ مگر کام بڑا آسان ہے کیا کرایا کچھ نہیں صرف گیت گاتے رہو محبت کا

Scanned with Car

مطالبہ پورا ہو گیا۔ محبت کی یہ قسم انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔

اگر محبت کرنے سے یہ مراد ہے کہ اہلِ بیت کی خاطر مالی اور جانی قربانی پیش کرو تو سوچنا پڑے گا کہ اہل بیت کس کی خاطر جان اور مال قربان کرتے رہے ظاہر ہے کہ ان کی قربانی دین کی خاطر تھی اور یہی بات ۲۳ برس تک نبی کریم ﷺ سکھاتے رہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے مال اور جان کو پیش کرو۔ اس لئے دین کی خاطر تو غیر اہل بیت بھی میدان میں نکلے تو اس کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے جان اور مال پیش کر دینا اسلام کا مطالبہ ہے پھر اہل بیت کی تخصیص کیا رہی۔

اور اگر محبت کرنے سے مراد اطاعت کرنا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من احب سنتی فقد احبنی۔ یعنی محبت میں سچا ہے تو دیکھنا پڑے گا کہ اہل بیت نے کس کی اطاعت میں عمریں صرف کیں ظاہر ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہی کرتے رہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہی اہل بیت کی اطاعت ہے اور حضور ﷺ کی اطاعت ہی حضور ﷺ سے محبت ہے۔ مگر محبان اہل بیت کا معاملہ یوں نظر آتا ہے کہ اس طرف رخ ہی نہیں کرنا جدھر اہل بیت ہمیشہ رواں دواں رہے مگر محبت کا اظہار جس رنگ میں ہوتا رہا اس کی تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب ''تحذیر المسلمین'' کا باب ''امامت'' مطالعہ فرمائیں۔ البتہ تین اوصاف ایسے ہیں جو دنیا میں اور کہیں نہیں پائے جاتے یعنی متعہ، ماتم اور تقیہ۔ ممکن ہے یہی اوصاف محبت اہل بیت کی دلیل کے طور پر پیش کئے جاتے ہوں۔

چند مغالطے اور ان کی اصلاح

(۱) اہلِ سنت کی بیان کی ہوئی تفسیر سے اجرت رسالت ثابت ہوتی ہے یہ اجرت محبت اہل بیت نہ سہی جان کی حفاظت کی درخواست سہی۔ لہٰذا اعتراض پھر بھی رفع نہیں ہو سکتا۔

اصلاح:۔ الا المودۃ فی القربیٰ میں اہل سنت نے استثنٰی منقطع بیان کیا ہے مستثنٰی منقطع وہ ہوتا ہے جو مستثنٰی منہ کی جنس سے نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اجرت مستثنٰی منہ ہے اور مودۃ مستثنٰی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے مودۃ فی القربیٰ اجرت کا ہم جنس نہیں ہے کیونکہ اجر شے کا وہ چیز ہوتی ہے جو

Scanned with Car

اسی شے کی وجہ سے ثابت ہو اور مودۃ فی القربیٰ میں محبت بوجہ قرابت کے ثابت ہوتی ہے تبلیغ و تعلیم رسالت کی وجہ سے نہیں۔ لہٰذا اس کو اجرت رسالت کہنا باطل ہوگا۔

استثنا منقطع کی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرداً وَ لَا شَرَاباً إِلَّا حَمِيماً وَ غَسَّاقاً جَزَاءً وِفَاقاً

اس آیت میں گرم پانی اور پیپ مستثنیٰ ہیں اور ٹھنڈک اور پینے کی چیز مستثنیٰ منہ اور یہ دونوں ہم جنس نہیں ہیں۔

(۲) اہلِ سنت کی تفسیر میں انبیاء کا غیروں سے ڈرنا لازم آتا ہے جبھی تو نبی کریم ﷺ نے الا المودة فی القربیٰ کا مطالبہ کیا ہے۔

اصلاح:۔ آیت میں انبیاء کے ڈرنے کا ذکر تک نہیں۔ بلکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ میں تمہارا قرابتدار ہوں اور اقارب کی ایذا کو تم بھی جائز نہیں سمجھتے لہٰذا قرابتداری کا لحاظ رکھتے ہوئے اور اپنے مسلمہ اور متداول اصول کا پاس کرتے ہوئے میری ایذا کے درپے مت ہو۔ اپنی برادری میں کیا منہ دکھاؤ گے کیونکہ تمہارے معاشرے میں قرابت کا بڑا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

(۳) اہلِ السنّت کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد جبکہ اللہ نے جابجا جانفرت کے وعدے کئے ہیں پھر بھی آپ نے الا المودۃ فی القربیٰ کی درخواست کر ہی دی۔

اصلاح:۔ قریش کو قرابت داری کے لحاظ کا اصول یاد دلانا ان سے ڈرنے کی دلیل کیونکر بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کو روزی دینے کا وعدہ فرمایا ہے تو جو لوگ روزی کی تلاش میں تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ کرتے ہیں انہیں اللہ کے وعدے پر اعتماد نہیں کیا؟ وعدہ پورا کرنا اللہ کا کام ہے مگر اس دارالاسباب میں سبب کا اختیار کرنا بندے کا فرض ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ کا خودغرض ہونا لازم آتا ہے کہ اپنی جان کی حفاظت کی درخواست تو کرتا ہے اہل و عیال کی پرواہ نہیں۔

Scanned with Car

اصلاح:۔ الا المودۃ فی القربیٰ سے یہ مفہوم کیونکر ظاہر ہوا کہ مجھے کچھ نہ کہو میرے اہل وعیال کو بے شک قتل کر دو۔ جب قریش کو قرابت کے لحاظ سے یاد دلائی تو کیا ان قریش کی قرابت صرف حضورﷺ کی ذات سے تھی آپ کے خاندان کے دوسرے افراد سے ان کا کوئی رشتہ نہیں تھا۔ جس جذبے کی یاددہانی کرارہے ہیں اس کی لپیٹ میں صرف حضورﷺ کی ذات نہیں آتی سارے اہلِ قرابت آتے ہیں پھر قریش میں یہ وصف تھا کہ بچوں کو ایذا نہ دیتے تھے پھر انہیں عداوت تو نبی کریمﷺ سے تھی کہ انہیں کفر سے ہٹا کر اسلام کی طرف لانے کی کوشش فرمارہے تھے۔

(۵) اہل السنت کی تفسیر خلاف عقل ہے کیونکہ خطاب کفار کو ہے کہ تمہارے مذہب کی بیخ کنی کرتا ہوں مگر تم مجھ سے دوستی کرو اور ایذا نہ دو، بلکہ میری حفاظت کرو بھلا یہ تفسیر کب موافق عقل ہے۔

اصلاح:۔ اگر واقعہ کی تعبیر یہی ہے تو یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ میں تمہارے مذہب کی بیخ کنی کرتا ہوں۔تم میرے گھر والوں سے محبت کرو حقیقت یہ ہے کہ یہ بات خلاف عقل نہیں بشرطیکہ عقل موجود ہو اصل بات دشمنی کی نہیں بلکہ دوستی اور خیر خواہی کی ہے کہ میں تمہیں آگ سے بچاتا ہوں میں تمہیں ذلت سے نکالنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے خالق سے آشنا کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اپنے بدخواہ اور اپنے دشمن نہ بنو کم سے کم جس شرافت کا اظہار تمہاری طرف سے ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ میری راہ نہ روکو اور اپنے بھائیوں کو جہنم کا ایندھن بننے پر مجبور نہ کرو۔

خلاصۃ المباحث

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ کی تعبیر میں تین مذہب ہیں۔

اول:۔ صحیح و مختار مذہب جو قرآن وحدیث صحیح سے ثابت ہے جسے ابن عباس سے بخاری، مسلم اور ترمذی نے بیان کیا روح المعانی میں اس کا بیان اس طرح ہے:

Scanned with Car

هذا فی الصحیحین عن ابن عباس بل جاء عنہ فی روایات کثیرۃ وظاهر ها ان الخطاب لقریش منها ما اخرجه سعد ابن منصور وابن سعد و عبد بن حمید والحاکم وصححه وابن مردویه والبیهقی فی الدلائل عن الشعبی قال اکثر الناس علینا فی هذه الاية قل لا استلکم فکتبنا الی ابن عباس فساله ... الخ.	یہی مذہب بخاری، مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے بلکہ ابن عباس سے کثیر روایات میں آچکا ہے اور ظاہر آیت یہ ہے کہ لا استلکم خطاب قریش کو ہے ان کثیر حدیثوں میں پہلی وہ حدیث ہے جس کو سعد بن منصور نے، ابن سعد، عبد بن حمید نے اور حاکم نے اور صحیح قرار دیا حاکم نے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں امام شعبی نے بیان کیا کہ امام شعبی نے کہا کہ لوگوں نے آیت کے متعلق ہم سے سوال کئے ہم نے ابن عباس کو لکھا انہوں نے جواب دیا جو صحیحین وغیرہ میں بیان ہوا۔

جمہور علماء کا یہی مذہب مختار ہے اور حق جمہور کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوم:۔ جو کلبی سے منقول ہے۔ کلبی خود شیعہ ہے اور اس کے مذہب کی بنیاد مجروح، ضعیف اور موضوع روایات پر ہے کلبی نے قربیٰ سے مراد آل محمد لی ہے۔

روح المعانی میں اس پر اظہار خیال کیا ہے:

وقیل فی هذا المعنی انه لایناسب شان النبوۃ لما فیه من التهمة فان کثر طلبة الدنیا یفعلون شیئا ویسئالون علیه ما یکون فیه نفعا لا ولادهم وقرابتهم	یہ مذہب اور آیت کے یہ معنی لینا شان نبوت کے منافی ہے یہ نبوت پر تہمت ہے اکثر طالب دنیا جب کوئی کام کرتے ہیں تو اس کی اجرت میں ایسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جس سے ان کی اولاد اقرباء کو فائدہ پہنچے

اس مذہب کی بنیاد اس روایت پر ہے جس کو علامہ ابن جریر نے ابن الدیلم سے نقل کیا جسے امام زین العابدین سے بیان کیا اور دوسری روایت وہ ہے:

Scanned with Car

خرج بن ابی حاتم و الطبرانی وابن مردویه عن ابی عباس قیل یا رسول الله من قرابتک هولاء قال علی وفاطمه وابناهما.	پوچھا گیا یہ آپ کے قربیٰ کون ہیں فرمایا علی، فاطمہ اوران کے دو بیٹے

تفسیر مظہری میں اس کے متعلق لکھا ہے:

(۱) ان هذا الحدیث غیر صحیح فی اسناده حسین الاشقر شیعی غلیظ وهذه الایة مکیة ولم یکن لفاطمةؓ حینئذٍ ولد	یہ حدیث صحیح نہیں اس کی سند میں حسین الاشقر غلیظ رافضی ہے اور آیت مکی ہے اس وقت حضرت فاطمہؓ کی اولاد کوئی نہیں تھی۔ (جب شادی نہیں ہوئی تھی تو اولاد کا کیا سوال)

یعنی اس مذہب کی بنیاد ہی مجروح ،ضعیف اور موضوع روایات پر ہے۔

لہٰذا یہ مذہب قابل اعتبار نہیں۔

حسین الاشقر کوفی کے متعلق میزان الاعتدال میں ہے:

(۲) قال ابو ذرعه منکر الحدیث وقال ابو حاتم لیس بالقوی وقال الجوز جانی شتان للمغیره وقال ابو معمر کذاب	ابو زرعہ محدث کہتے ہیں منکر الحدیث ہے محدث ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں الجوز جانی کہتے ہیں غالی شیعہ ہے حضرت مغیرہ صحابیء رسول کو گالیاں دیتا تھا۔ محدث ابو معمر کہتے ہیں کذاب یعنی چوٹی کا جھوٹا ہے۔

(۳) اور تنزیہ الشریعت ۱:۵۲ پر کذاب لکھا ہے۔

(۴) حسین ابن عبدالله الاشقر القمی من غلاة الروافض وذکرهٗ ابن النجاشی فی مصنفی الشیعة	حسین ابن عبداللہ الاشعری قمی غالی شیعہ تھا اور کتب شیعہ کا مصنف تھا ابن النجاشی نے ذکر کیا ہے۔

Scanned with Car

لسان المیزان

الحسین ابن احمد بن عامر الاشعری ذکرہ علی بن الحکم فی شیخ الشیعة وکان من شیوخ ابی جعفر الکلینی صاحب کتاب الکافی	دوسرا حسین ابن احمد بن عامر اشعری ہے اسے علماء بن الحکم نے شیعہ کا شیخ عالم لکھا ہے اور لکھا ہے کہ الکافی کے مصنف ابو جعفر کلینی کا یہ استاد تھا۔

نوٹ:۔ اس سلسلے میں اہل السنّت کی کتب سے اس کا ثبوت اس لئے پیش کیا ہے کہ استدلال میں مقابلہ کے لئے اصول یہ ہے کہ الزام مقابل کی کتب سے دیا جاتا ہے مگر رفع الزام اپنی کتب سے کیا جاتا ہے۔

میرے کتب خانہ میں قرآن کریم کی (۵۶) تفسیریں موجود ہیں۔ تمام مفسرین نے اول یہی قول نقل کیا ہے جو صحیح اور مختار ہے جس کی تفسیر اکثر صحیح روایات میں آچکی ہے شیعہ نے قلیل روایات وہ بھی مجروح، ضعیف وموضوع پر مذہب کی بنیاد رکھی ہے راوی بھی غالی رافضی ہیں حسین اشقر اور حسین اشعری کے متعلق فہرست طوسی نجاشی و رجال مامقانی میں اس کے غالی رافضی ہونا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳) اس آیت سے تیسرا مذہب تقرب باری تعالیٰ مراد لیا گیا ہے جو اللہ کی اطاعت عبادت اور اعمال صالح سے حاصل ہوتا ہے۔

مگر صحیح اور مختار مذہب وہی پہلا ہے اور اہلِ السنّت والجماعت کا یہی مذہب ہے اور یہی مذہب حق ہے۔

Scanned with Cam

کتب شیعہ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف
	حملہ حیدری	علامہ باذل ایران
	حیات القلوب	ملا باقر مجلسی
	تفسیر منہج الصادقین	فتح اللہ کاشانی
	معانی الاخبار	شیخ صدوق
	عیون اخبار الرضا	شیخ صدوق
	فروع کافی	علامہ کلینی
	فصل الخطاب	علامہ نوری
	روضہ کافی	علامہ کلینی
	تفسیر صافی	حسین بن کاشی
	مناقب شہر بن آشوب	شہر بن آشوب
	اصول کافی	علامہ کلینی
	مجمع البحرین و مطلع النیرین	
	استبصار	ابو جعفر طوسی
	الصافی شرح اصول کافی	خلیل قزوینی
	معانی الاخبار	شیخ صدوق
	درۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ	شیخ عبداللہ
	فلک النجاۃ	حکیم علی محمد۔ شرح از حکیم امیر الدین
	المیزان فی تفسیر القرآن	محمد حسین طباطبائی
	انوار نعمانیہ	سید نعمت اللہ محدث الجزائری
	مناقب آل ابی طالب	شہر بن آشوب
	شرح نہج البلاغہ	علامہ میثم بحرانی
	تفسیر مجمع البیان	علی طبری

Scanned with Cam

تفسیر قمی	شیخ عباس قمی
منتہی الآمال	شیخ عباس قمی
خصال	شیخ صدوق
کشف الغمہ	علی بن عیسی اردبیلی
تتمہ المنتہی	شیخ عباس قمی
تنقیح المقال	علامہ عبداللہ مامقانی
الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ	سید ابوالقاسم
نقد الرجال	علامہ آقا میر مصطفیٰ
طراز المذہب مظفری	عباس قلی خان
تہذیب الاحکام	ابو جعفر طوسی
مجالس المومنین	نور اللہ شوستری
شرائع الاسلام	علامہ حلی
مسالک الافہام	شیخ زین الدین شہید ثانی
تفسیر کنز العرفان	شیخ مقداد
معالم الدین فی الاصول	علامہ جلال الدین ابی منصور شہید ثانی
فرائد الاصول	شیخ مرتضیٰ
کشف الحجہ لثمرہ المجہ	ابن طاؤس
فتوح شام	واقدی
فرق الشیعہ	علامہ نوبختی
احتجاج طبرسی	علی
تفسیر امام حسن عسکری	
شافی	شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ
تشہید المبانی	سلطان العلماء سید محمد
امالی	شیخ ابو جعفر طوسی

Scanned with Car

کتب اہل السنّت والجماعت

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف
	فیض الباری شرح بخاری	علامہ انور شاہ کاشمیری
	اغاثۃ اللہفان	علامہ ابن القیم
	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر
	در منثور	علامہ سیوطی
	ترمذی	
	منہاج السنۃ	علامہ ابن تیمیہ
	تفسیر قرطبی	علامہ قرطبی
	تفسیر کبیر	امام رازی
	تفسیر روح المعانی	سید محمود آلوسی
	تفسیر اتقان	علامہ سیوطی
	سنن الکبریٰ	بیہقی
	کشاف	علامہ زمخشری
	مشکوٰۃ شریف	
	البدایہ والنہایہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر
	روض الانف	علامہ سہیلی
	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
	تفسیر جمل	
	سیرۃ حلبیہ	
	الحاوی للفتاوی	علامہ سیوطی

Scanned with Car

اس موضوع پر
مصنف مرحوم کی دوسری

تصانیف

تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین

ایمان بالقرآن

تفسیر آیات اربعہ

تحقیق حلال وحرام

بنات رسولؐ

سیف اویسیہ

حرمت ماتم

شکست اعدائے حسین

داماد علیؓ

الجمال والکمال

Scanned with Cam